وبالوالدین احسانا
اور والدین کے ساتھ بھلائی کرو
حقوق والدین
شیخ الحدیث ڈاکٹر علامہ مفتی غلام سرور قادری علیہ الرحمہ
عمدۃ البیان پبلشرز

وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا

حقوقِ والدین

از قلم

شیخ القرآن ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری
مہتمم جامعہ رضویہ ٹرسٹ و خانقاہ قادریہ نوریہ
سنٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن لاہور

عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ)، لاہور

کتاب	حقوقِ والدین
مصنف	شیخ القرآن الشاہ علامہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری بخاری رحمۃ اللہ علیہ
تصحیح	مولانا سید محمد عاکف قادری حفظہ اللہ
زیر سرپرستی	صاحب زادہ ڈاکٹر مفتی احمد سعید قادری؛ جانشین خانقاہ قادریہ نوریہ
زیر اہتمام	صاحب زادہ مفتی محمد وحید قادری؛ ناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ
حسبِ فرمائش	خان اورنگ زیب خان قادری
منتظم اشاعت	حافظ محمد عثمان قادری 0302-5383582
کمپوزنگ	حافظ محمد جاوید اختر
طبع اوّل	ربیع الاوّل 1433ھ / فروری 2012ء
ضخامت	208 صفحات
تعداد	1100
قیمت	روپے

تقسیم کار

دار الاسلام

دُکان: 5، زیریں منزل جیلانی سنٹر، احاطہ شاہدریاں، اُردو بازار، لاہور

+92-42-37361230 +92-321-9425765

فہرست

پیش لفظ

روزمرہ کی زندگی میں اخبارات، ٹی-وی، ریڈیو میں اکثر یہ واقعات سننے اور پڑھنے کو ملتے ہیں، فلاں بچے نے اپنے والد کو قتل کر دیا، یا والدہ کو گھر سے نکال دیا اور خصوصاً ایدھی اولڈ ہومز اور اسی طرح کے اداروں کے بارے میں خبریں پڑھنے اور سننے کو ملتی ہیں جہاں بوڑھے والدین اولاد کے ہوتے ہوئے بھی لاوارثوں کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور ہیں، جن کی آنکھوں سے آنسو بہہ بہہ کر چہرے پر لکیریں بنا چکے ہیں، اور آنکھیں اپنوں کی یاد میں نم رہتی ہوئی نظر آتی ہیں تو خیال آتا ہے کہ ان کے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟ والدین دس بچے پال لیتے ہیں ان کی تعلیم وتربیت کرتے ہیں ان کے قیام وطعام کے لیے اپنا پیٹ کاٹتے ہیں لیکن دس بچے والدین کو نہیں سنبھال سکتے۔ اکثر جب والدین اپنی اولاد کی نافرمانی کی شکایت لے کر حضرت والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آتے تو حضرت صاحب دریافت کرتے کہ آپ نے اپنے بچوں کو قرآن وحدیث سے کتنا روشناس کرایا ہے اور پھر فرماتے کہ دین اسلام کا علم اگر ان کے سینوں میں ہوتا تو وہ آپ کو دھکے نہ دیتے، آپ سے بدکلامی نہ کرتے، بلکہ آپ کے پاؤں چومتے، آپ کے ہاتھ چومتے، آپ کے پاؤں دھو، دھو کر پیتے، تو معلوم ہوا کہ اسلام ہی ایسا دین ومذہب ہے جو والدین کے صحیح حقوق سے، محبت سے آگاہ کرتا ہے۔

حضرت قبلہ شیخ القرآن ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تصنیف اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس میں جہاں والدین کے حقوق بیان کیے گئے ہیں وہاں اولاد کے حقوق کا بھی ذکر ہے اور یہ آپ کی آخری تصنیف ہے جو زندگی میں نہیں چھپ سکی تھی۔ الحمدللہ اب چھپنے کا موقع میسر آیا۔ اس کا مطالعہ فرمایئے اور ہمارے لیے دعا بھی کیجئے کہ ہم حضرت صاحب قبلہ a کے مشن کو اسی طرح جاری وساری رکھ سکیں۔ (آمین)

محمد وحید قادری

تقریظ حسن بر کتاب حسین

احمد رضا کے فیض کا در ہے کھلا ہوا ہے قادری فقیروں کا جھنڈا گڑا ہوا

میں ہیچ مداں (غلام حسن قادری) اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ بحرالعلوم جامع المعقول و المنقول، حضرت العلام، مفتی اسلام، شیخ القرآن حضرت قبلہ مفتی غلام سرور قادری ﷫ کی کتاب پر تقریظ لکھنے کی جسارت کروں لیکن چونکہ حضرت کے جانشین اور خلف الرشید علامہ مفتی محمد وحید قادری نے اصرار فرمایا ہے اس لیے چند سطور سپرد قلم کر رہا ہوں۔ و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب۔

دین اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جس نے ہماری زندگی کے ایک ایک موڑ پہ ہماری پوری پوری رہنمائی فرمائی ہے، عبادات سے لے کر معاملات تک کوئی ایسا گوشہ نہیں جس پر اسلام نے روشنی نہ ڈالی ہو، دین اسلام کے ماننے والے رہنمائی کے لیے کسی دوسرے مذہب کے محتاج نہیں ہیں۔ پھر اگر غور سے دیکھا جائے تو پورے کا پورا اسلام ہمیں حقوق و فرائض کا مجموعہ نظر آتا ہے جس کی بنیاد تین اقسام پر ہے:

1- حقوق اللہ: اس میں تمام عبادات آجاتی ہیں (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ)

2- حقوق نفس: اس میں خود اپنے جسم کی حفاظت و نگہداشت، تہذیب نفس اور درستگی اخلاق کا نظام آجاتا ہے۔

3- حقوق العباد: اس میں سب سے پہلا حق نبی اکرم ﷺ کا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے حق کو اپنے ساتھ بیان فرمایا ہے چنانچہ قرآن مجید میں عذر کی وجہ سے جہاد پر نہ جانے والوں کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے (ضعیفوں پر کوئی حرج نہیں اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جن کے پاس اخراجات نہیں) اذا نصحوا للہ و رسولہ (التوبہ:۹۱) جب کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خیر خواہ رہیں۔ یعنی حضور ﷺ کی رسالت کی تصدیق کریں اور ماجاء بہ الرسول پہ ایمان لائیں، اوامر و نواہی میں آپ ﷺ کی اطاعت کریں۔ آپ ﷺ کے آل و اصحاب و

ازواج سے محبت کریں اور اسوۂ حسنہ پر کاربند رہیں۔ (امام خطابی)

بلکہ حضور علیہ السلام کا حق ہماری جان سے بھی مقدم ہے کیونکہ آپ ﷺ ہم سے ہماری جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

النبی اولی بالمومنین من انفسھم۔ (الاحزاب:۶)

''یہ نبی (ﷺ) اہل ایمان کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں۔''

لہٰذا دنیا و دین کے تمام کاموں میں نبی ﷺ کا حکم ان پر نافذ، آپ کی اطاعت ان پر واجب، آپ کے حکم کے مقابلہ میں نفس کی خواہش واجب الترک کیونکہ نبی ﷺ حاصلہ اہل ایمان پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ رحیم و کریم ہیں۔ جیسا کہ بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں ہر مومن کے لیے دنیا و آخرت میں ان سب سے اولیٰ ہوں۔

سورۂ توبہ میں فرمایا:

بالمؤمنین رءوف رحیم۔ (۱۲۸)

''(نبی ﷺ) اہل ایمان پر کمال مہربانی فرمانے والے ہیں۔''

ویسے بھی نبی ﷺ اپنی امت کے روحانی باپ ہیں (**انا لکم مثل الوالد لولدہ**) مگر آپ ﷺ کے حقوق والدین سے کہیں بڑھ کر ہیں بلکہ ہماری جان سے بھی زیادہ ہیں چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا:

و اللہ لانت یا رسول اللہ احب الی من کل شیء الا نفسی۔

''حضور! اللہ کی قسم! آپ مجھے ہر کسی سے پیارے ہیں سوائے اپنی جان کے۔''

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لا یؤمن احدکم حتی اکون عندہ احب الیہ من نفسہ۔

''اس وقت تک کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔''

پس حضرت عمر نے عرض کیا: **فلانت الان و اللہ احب الی من نفسی۔**

''آقا اب تو آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہو گئے ہیں۔''

تو حضور ﷺ نے فرمایا: **الان یا عمر۔**

"اب اے عمر! تیرا ایمان کامل ہو گیا ہے۔" (مسند احمد حدیث نمبر ۱۷۳۵۵)

حقوق و فرائض کے بارے میں چند احادیث ملاحظہ ہوں:

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته الامام راع و مسئول عن رعیته و الرجل راع فی اهله و هو مسئول عن رعیته و المراة راعیة فی بیت زوجها و مسئولة عن رعیتها و الخادم راع فی مال سیده و مسئول عن رعیته۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۲۲، باب الجمعۃ فی القری والمدن)

"تم میں سے ہر ایک راعی و نگہبان ہے اور کل قیامت میں تم سب سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ بادشاہ رعایا کا راعی ہے اس سے رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آدمی اپنے اہل و عیال کا راعی ہے اس سے ان کے بارے میں سوال ہوگا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے اس سے اس کے بارے میں پرسش ہوگی۔ نوکر و خادم اپنے آقا کے مال و اسباب کا نگران ہے۔ اس کا محاسبہ ہوگا۔ بیٹا باپ کے ساز و سامان کا محافظ و نگراں ہے اس سے بھی اس ذمہ داری کا حساب لیا جائے گا۔ تم سب ذمہ دار و نگران ہو اور تم سب سے اپنی اپنی کارکردگی کے بارے میں سوال ہوگا۔"

☆ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا عبد الله الم اخبر انك تصوم النهار و تقوم الیل فقلت بلٰی یا رسول اللّٰه قال لا تفعل صم و افطر و قم و نم فان لجسدك علیك حقا و ان لعینك علیك حقا و ان لزوجك علیك حقا۔

(بخاری ج ۱ ص ۲۶۵)

"اے عبداللہ! مجھے خبر پہنچی ہے کہ تو ہر دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے میں نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ! فرمایا: ایسا نہ کیا کر روزہ بھی رکھا کر اور افطار بھی کیا کر رات کو قیام بھی کیا کر اور سویا بھی کر! بے شک تیرے جسم کا بھی تیرے اوپر حق ہے، تیری آنکھ کا بھی تیرے اوپر حق ہے، تیری بیوی کا بھی تیرے اوپر حق ہے۔"

☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے درمیان حضور ﷺ نے بھائی چارے (مواخاۃ) کا رشتہ قائم فرمایا تھا ایک موقع پر حضرت سلمان اپنے بھائی (ابودردا) کو ملنے آئے تو حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ کی بیوی کو حضرت سلمان نے میلے کچیلے کپڑوں میں دیکھ کر وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کیا:

آپ کے بھائی ابودردا کو دنیا کی طرف رغبت ہی نہیں (پھر میں کس طرح بن سنور کر رہ سکتی ہوں)

پھر حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ گھر میں تشریف لائے اور انہوں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے لیے دستر خوان لگایا اور خود نفل روزہ کی معذرت کی۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بولے جب تک تم نہیں کھاؤ گے میں نہ کھاؤں گا۔ تو ان کی خاطر سے ابودردا نے بھی روزہ توڑ دیا۔ رات میں دو دفعہ نفل نماز پڑھنے کا حضرت ابودردا نے ارادہ کیا۔ حضرت سلمان نے منع کر دیا۔ آخری حصہ شب میں خود بھی اٹھے اور حضرت ابودردا کو بھی اٹھایا اور دونوں نے نوافل پڑھے اور اس کے بعد فرمایا آپ پر آپ کے رب کا بھی حق ہے اور آپ کے نفس کا بھی حق ہے اور آپ کے اہل کا بھی حق ہے۔ تو ہر حق والے کو اس کا حق ادا کریں اور صبح رسول اللہ ﷺ سے بھی اس معاملہ کا ذکر کیا۔ آپ نے حضرت سلمان سے فرمایا: تم سچ کہتے ہو۔

الغرض، نبی اکرم ﷺ کے حقوق کے بعد خونی اور نسبی رشتوں میں سب سے مقدم حقوق والدین کے ہیں پھر اولاد، بہن بھائی اور دیگر رشتہ داروں کے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس سببی رشتوں میں میاں بیوی کے حقوق آتے ہیں اور رشتہ مصاہرت کی وجہ سے زوجین کے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک بھی اسی زمرہ میں آتا ہے۔

فتاویٰ رضویہ ج ۱ میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: استاد کے حقوق باپ پر مقدم ہیں کیونکہ باپ تو اولاد کے وجود مادی کا سبب ہے جبکہ استاد اس کی روح کی زندگی کا ذریعہ ہے۔ (ملخصا)

آگے جاتے جائیں تو اہل محلہ میں سے پڑوسیوں کے حقوق کی اس قدر تاکید ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: مجھے خیال ہوا کہ ہمسایوں کو کہیں وارث ہی نہ بنا دیا جائے۔

ہر ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق کی فہرست تو بہت طویل ہے مثلاً دعوت دے تو قبول کرو، بیمار ہو تو تیمارداری کرو، فوت ہو جائے تو جنازہ پڑھو، چھینک آئے تو جواب دو وغیرہ وغیرہ جیسا کہ احادیث مبارکہ میں ہے۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ وہ غیر مسلم جو ہمارے ملک میں معاہدے کے تحت (ذمی بن کر) رہ رہے ہیں ان کے بارے میں حکم ہے

کہ ان کا خون ہمارے خون کی طرح ہے اور ان کا مال ہمارے مال کی طرح ہے یعنی ان کی جان و مال کی حفاظت بھی ہمارے اوپر لازم و واجب ہے۔ علاوہ ازیں حاکم و محکوم کا تعلق، راعی اور رعایا کا رشتہ، بائع اور مشتری کا ناتا اور آجر و مستاجر کا معاملہ۔ یہ سب حقوق و فرائض ہی کی مختلف شاخیں ہیں جن سے فقہ کی کتب بھری ہوئی ہیں۔

ان تمام حقوق و فرائض میں سے زیر نظر کتاب میں بطور خاص والدین کے حقوق کا تذکرہ کیا گیا ہے، اس ضمن میں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ قرآن مجید میں اگرچہ اکثر مقامات پر والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر ہے لیکن کئی مقامات ایسے بھی ہیں جہاں والدہ کو ترجیح دی گئی ہے اور اس کی مشقتوں کا ذکر بطور خاص کیا گیا ہے جو ایک ماں اپنی اولاد کے لیے برداشت کرتی ہے اور ان تکالیف کا ذکر اس لیے بھی کیا گیا ہے تاکہ اولاد کے دل میں ماں کی اہمیت اور اس کی قدر بڑھے اور ان کو احساس ہو کہ جس ہستی نے ہمارے لیے اس قدر تکالیف برداشت کی ہیں یقیناً وہ ہماری ہمدردیوں کی بہت زیادہ مستحق ہے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فتاویٰ رضویہ میں والدین کے حقوق کی وضاحت کے ضمن میں فرماتے ہیں: والد کے حقوق کے مقابلے میں والدہ کے حقوق کی زیادت کے معنی یہ ہیں کہ خدمت میں اور کچھ دینے میں باپ پر ماں کو ترجیح دے مثلاً سو روپے ہیں اور کوئی خاص وجہ مانع تفضیل مادر نہیں تو باپ کو پچیس روپے دے دے اور ماں کو پچھتر روپے دے یا ماں اور باپ نے ایک ساتھ پانی مانگا تو ماں کو پہلے دے اور باپ کو بعد میں یا دونوں سفر سے آتے ہیں تو پہلے ماں کے پیر دبائے اور پھر باپ کے اور تعظیم باپ کی زائد ہے کہ وہ اس کی ماں کا بھی حاکم و آقا ہے۔ سبحان اللہ!

الغرض، حضرت مصنف نے بڑے ہی عمدہ پیرائے میں حقوق والدین کو قرآن و سنت، اکابر امت اور علماء اعلام کی تصریحات کی روشنی میں واضح فرمایا ہے، خدا تعالیٰ حضرت کی سعی جمیل کو اپنے دربار میں قبول فرمائے اور ہمیں اس سے بھرپور استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ بحرمة سيد الانبياء و المرسلين عليه و اٰلهٖ و اصحابهٖ و ازواجهٖ امهات المؤمنين افضل الصلوٰة و اكمل التسليم و علينا معهم اجمعين۔ برحمتك يا ارحم الراحمين۔

طالب دعا: (مفتی) غلام حسن قادری

۲۵-۰۱-۲۰۱۴

باعثِ تالیف

اللہ بے حد مہربان بہت رحم کرنے والے کے نام سے شروع، اس کی بے حد حمد وثنا اور اس کے حبیب پاک، صاحبِ لولاک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر لاتعداد درود وسلام بھیجنے کے بعد عرض ہے کہ جب میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگوں کے بچے اور بچیاں اپنے ماں باپ کا کہنا نہیں مانتے، ان کے سامنے ہوتے ہوئے، ان کی اطاعت وفرماں برداری کرنے کی بجائے اپنی مرضی پر چل کر اور من مانی کر کے ماں باپ کو تکلیف پہنچاتے، انہیں پریشان کرتے ہیں اور جس کے نتیجے میں بے چارے ماں باپ بیمار بھی ہو جاتے ہیں تو مجھے شدت سے احساس ہوا کہ میں قرآن وسنت کی روشنی میں اولاد کے ماں باپ کے حقوق پر نہایت آسان کر کے ایک کتاب لکھوں جسے عقل منداولاد پڑھ کر اپنی مرضی اور ذاتی خواہش پر چلنے کی بجائے اپنے ماں باپ کی مرضی وفرماں برداری کرنے کو اپنی خوش قسمتی اور اسے دنیا وآخرت کے لحاظ سے اپنی کام یابی کا ذریعہ یقین کرے۔ و ما توفیقی الا باللّٰہ و صلّی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقه سیّدنا و مولانا و نبیّنا محمد و علٰی اٰله و صحبه اجمعین۔

دعا گو

ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری بخاری

﴿ماں باپ کی شان ازروئے قرآن﴾

''وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ.'' (البقرہ،۲:۸۳)

''اور (اے حبیب! یاد کیجیے) جب ہم نے بنی اسرائیل سے (توراۃ میں) عہد لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرو گے اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو گے اور رشتہ داروں کے ساتھ اور یتیموں کے ساتھ اور مسکینوں کے ساتھ اور یہ بھی کہ لوگوں کو اچھی بات کہو اور نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو۔ پھر تم میں سے تھوڑوں کے سوا سب (عہد کر کے اس سے) پھر گئے اور تم (اللہ کے احکام سے) پھر گئے۔'' (عمدۃ البیان)

﴿آٹھ باتوں کا حکم﴾

توراۃ و بنی اسرائیل کا حوالہ دے کر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مسلمانوں کو آٹھ باتوں کا حکم دیا ہے:

۱- اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔
۲- ماں باپ کے ساتھ بھلائی کریں۔
۳- رشتہ داروں سے اچھا سلوک کریں۔
۴- یتیموں سے بھلائی کریں۔
۵- مسکینوں کی بہتری کا خیال رکھیں۔
۶- لوگوں سے ہمیشہ اچھی بات کیا کریں (کسی سے بری بات نہ کریں)۔

۷- نمازوں کی پابندی کریں۔ ۸- زکوٰۃ دیا کریں۔

تفسیر

اس آیت کی تفسیر میں علامہ امام اسماعیل حقی بروسوی (م ۱۱۳۷ھ) اپنی مشہور تفسیر ''روح البیان'' میں لکھتے ہیں:

''وَ مِنْهَا الْاِحْسَانُ اِلَی الْوَالِدَيْنِ وَ قَدْ عَظَّمَ اللّٰهُ حَقَّ الْوَالِدَيْنِ حَيْثُ قَرَنَ حَقَّهٗ بِحَقِّهِمَا فِيْ آيَاتٍ مِنَ الْقُرْاٰنِ لِاَنَّ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ النَّشْاَةَ الثَّانِيَةَ وَ هِيَ التَّرْبِيَةُ مِنْ جِهَةِ وَالِدَيْنِ '' (تفسیر روح البیان:۱/۱۷۲)

ترجمہ: ''ان باتوں میں سے جن کا اللہ نے حکم دیا ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنا بھی ہے اور یقین کیجئے کہ اللہ نے (تورات وقرآن میں) ماں باپ کے حق کو بڑا بتایا (کہ اولاد پر ماں باپ کا سب سے بڑا حق ہے) کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی کئی آیتوں میں ماں باپ کے حق کو اپنے حق کے ساتھ ملا دیا اور ہمیں اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا کہ انسان کی پہلی پیدائش تو اللہ کی طرف سے ہے اور دوسری پیدائش یعنی پالنا پوسنا ماں باپ کی طرف سے ہے کہ ماں باپ اپنی دن رات کی محنت ومشقت سے اپنی اولاد کو پالتے پوستے ہیں اور خود طرح طرح کی تکلیفیں اٹھاتے ہیں مگر اپنی اولاد کو معمولی سے معمولی تکلیف بھی نہیں پہنچنے دیتے۔''
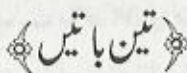
تین باتیں

اس کے بعد امام اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انسان کو ایسی تین باتوں کی بڑی تاکید فرمائی کہ ان میں سے ایک دوسری کے بغیر قبول نہ ہوگی۔

پہلی بات: اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

ترجمہ: اللہ کی فرماں برداری کرو اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کرو!

دوسری بات: اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ۔

ترجمہ: میرا اور اپنے ماں باپ کا کہنا مان!

تیسری بات: اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ۔

ترجمہ: نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیا کریں۔'' (روح البیان: ۱/۱۷۲، ۱۷۳)

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی تین باتوں کی بڑی سختی سے تاکید فرمائی کہ ان میں سے کوئی ایک دوسری کے بغیر اللہ کے ہاں قبول نہ ہوگی۔ ایک اللہ و رسول ﷺ کی فرماں برداری، دوسری ماں باپ کا کہنا ماننا، تیسری نماز کی پابندی اور زکوٰۃ کی ادائیگی۔ ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا کہنا تو مانتا ہے مگر ماں باپ کا نہیں مانتا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اس سے کبھی خوش نہ ہوں گے۔ جب تک کہ وہ ان کے کہنے کو ماننے کے ساتھ ماں باپ کا کہنا نہ مانے گا۔ اسی طرح اگر کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور ماں باپ کے کہنے کو تو مانتا ہے مگر نماز کا پابند نہیں اور زکوٰۃ نہیں دیتا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس وقت اس سے خوش نہ ہوں گے جب تک کہ وہ اللہ و رسول اور ماں باپ کے کہنے کو ماننے کے ساتھ نماز کی پابندی نہ کرے اور زکوٰۃ نہ دے۔

ماں باپ سے بھلائی کرنے کا مطلب

امام اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

یہ جو اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ چناں چہ ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

''وَ الْاِحْسَانُ اِلَى الْوَالِدَيْنِ مُعَاشَرَتُهُمَا بِالْمَعْرُوْفِ وَ التَّوَاضُعِ لَهُمَا وَ الْاِمْتِثَالِ اِلٰى اَمْرِهِمَا وَ صِلَةِ اَهْلِ وُدِّهِمَا وَ الدُّعَآءِ بِالْمَغْفِرَةِ بَعْدَ مَمَاتِهِمَا'' (روح البیان: ۱/۱۷۳)

ترجمہ: ''ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک تو ان کے ساتھ خوب صورتی یعنی ادب واحترام کے ساتھ نباہ کرے، دوسرے ان کے ساتھ کسی طرح کی چوں چرا کیے بغیر تواضع اور عاجزی ونیازمندی سے پیش آئے، تیسرے ان کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے ان کا حکم خوشی کے ساتھ مانے، چوتھا ماں باپ کے دوستوں سے تعلق قائم رکھے۔ پانچواں ان کی وفات کے بعد ان کی بخشش کے لیے ہمیشہ دعا مانگا کرے۔ ماں باپ کی اچھی اور دنیا وآخرت میں کامیابی کی خواہش رکھنے والی اولاد کو ہر صورت ان چار باتوں پر عمل کرنا چاہیے۔''

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ جو بہت سی فارسی کتب کے مصنف ہیں، دینی مدارس میں آپ کی کتاب ''کریما''، ''گلستان'' اور ''بوستان'' پڑھائی جاتی ہیں جن کا وصال ۶۹۱ھ میں ہوا جو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید، ایک بہترین صوفی شاعر اور اللہ کے ولی ہوئے ہیں۔ ان کے درج دو شعر صاحب روح البیان نے نقل لیے ہیں:

سال ہا برتو گذرد کہ گذر — نہ کنی سوئے تربت پدرت

ترجمہ: ''تجھے کئی سال ہو گئے کہ تو نے اپنے ماں باپ کی قبر کی حاضری نہ دی۔''

تو بجائے پدر چہ کردی خیر — تاہماں چشم داری بہ پسرت

ترجمہ: ''تو نے اپنے باپ سے کیا بھلائی کی؟ جس کی تو اپنے حق میں اپنے بیٹے سے توقع رکھتا ہے۔''

مطلب

مطلب یہ ہے کہ تمہیں کئی کئی سال گذر جاتے ہیں کہ تم اپنے ماں باپ کی قبروں

کی زیارت کے لیے نہیں جاتے ہواور دیکھ لو کہ تم نے اپنے ماں باپ سے کیا بھلائی کی کہ جس کی تم اپنے حق میں اپنی اولاد سے امید رکھتے ہو۔اس میں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ ہمیں یہ سبق دے رہے ہیں کہ بہ طور مشہور کہاوت ''جیسا کروگے ویسا بھروگے''۔تم اپنے ماں باپ سے جیسا سلوک کروگے آگے تمہاری اولاد بھی تمارے ساتھ ویسا ہی سلوک کرے گی۔یہ اللہ کی شان اور فطرت کا تقاضا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے ماں باپ کا مکمل فرماں بردار ہوگا تو آگے اس کی اولاد بھی اس کی مکمل فرماں بردار ہوگی۔اگر کوئی اپنے ماں باپ کا نافرمان ہوگا تو آگے اس کی اولاد بھی ویسی ہی نافرمان ہوگی۔لہٰذا سمجھ دار اولاد عقل مندی سے کام لیتے ہوئے اس خیال سے اپنے ماں باپ کا حکم دل سے مانتی ہے تاکہ ایک طرف اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہو اور دوسری طرف جب ان کی شادیاں ہوں اور بچے ہوں تو وہ بچے ان کی طرح ان کے فرماں بردار بنیں۔

مشورہ

اس لیے ہمارا مشورہ ہے کہ اولاد کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے ،اپنی اولاد کو سبق دینے اور ان سے اسی قسم کی توقع و امید رکھنے کے لیے اپنے ماں باپ کی ہر جائز بات (جو شریعت کے خلاف نہ ہو) کو نہ صرف مانا کریں بلکہ اپنی اولاد سے بھی اسی کی امید رکھنے کے لیے اپنے ماں باپ کے ہاتھوں کو چوما کریں۔جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحب زادی حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو چکا تھا، ازراہ ادب ومحبت اپنے والد ماجد حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک چومتی تھیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ازراہ محبت وشفقت اپنی صاحب زادی کے ہاتھ چوم لیتے تھے۔

والدین کی شان میں اللہ تعالیٰ کا دوسرا فرمان

''يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ۝ قُلْ مَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ

وَ الْاَقْرَبِیْنَ وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰکِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ“

ترجمہ: ”(اے نبی!) مسلمان تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا (اور کہاں) خرچ کریں تم (ان سے) فرمادو کہ جو نیک مال تم خرچ کرو تو (وہ) ماں باپ اور زیادہ قریبی رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے۔ اور تم جو بھلائی (کا کام) کرو پس یقیناً اللہ خوب جانتا ہے۔“

(عمدۃ البیان فی ترجمۃ القرآن، البقرہ ۲:۱۵)

شانِ نزول

کچھ صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ ہمارے پاس جو مال و دولت ہے اسے ہم کہاں کہاں خرچ کریں؟ جواب میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا کہ جو مال خرچ کرو اس کے سب سے پہلے مستحق تمہارے ماں باپ ہیں، ان کی ضرورتیں پوری کر کے ان کو خوش رکھو۔ یعنی انہیں تم سے مانگنا بھی نہ پڑے بلکہ ان سے خود پوچھو، 'ابا حضور!' یا 'اماں جی!' یا 'ابو جی!' یا 'امی جی!' آپ کو کچھ چاہیے؟ حکم فرمائیں کیا چاہیے؟ اس طرح ان کا دل جیتو، ان سے دعائیں لیں، بیوی بچوں سے بھی زیادہ ماں باپ کا حق ہے، پہلے ان کی ضروریات انہیں ادب سے اور احترام سے پیش کرو۔ اگر تم نے ماں باپ کو راضی کر لیا اور راضی رکھا تو تمہاری دنیا و آخرت بن گئی۔ ماں باپ پر خرچ کرنے اور اپنی گھریلو ضروریات پوری کرنے کے بعد اپنی دولت بینک میں ڈالنے کی بجائے اپنے ضرورتمند رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کو دو۔

بہترین مصرف

ضرورتمند رشتہ داروں کے بعد بہترین مصرف دینی مدارس کے طالب علم ہیں

جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مہمان فرمایا جن میں یتیم بھی ہوتے ہیں، مسکین بھی اور یہ سارے کے سارے تقریباً مسافر ہی ہوتے ہیں جو اپنا گھر بار اور وطن چھوڑ کر دین کے علم حاصل کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ ان کی ضروریات پر خرچ کرنا پوری قوم کا فریضہ ہے اور ان کی ضروریات بہم پہنچانا دین کی ہی مدد کرنا ہے۔

﴿ماں باپ کی شان میں تیسرا فرمانِ خداوندی﴾

"وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا" (النساء:٣٦)

ترجمہ: "اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور قریب کے پڑوسی اور دور کے پڑوسی اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر اور جن (غلاموں اور لونڈیوں) کے تم مالک ہو (درجہ بہ درجہ) ان (سب) کے ساتھ بھلائی کرو۔ بے شک اللہ اسے پسند نہیں کرتا جو تکبر کرنے والا بڑائی مارنے والا ہو۔" (عمدۃ البیان)

﴿عبادت کا معنیٰ﴾

"اَلْعِبَادَةُ عِبَارَةٌ عَنْ كُلِّ فِعْلٍ وَّ تَرْكٍ يُّؤْتٰى بِهٖ بِمُجَرَّدِ اَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى بِذٰلِكَ" (روح البیان:٢/٢٠٥)

ترجمہ: "محض اللہ تعالیٰ کے حکم کی بنا پر کسی کام کے کرنے یا چھوڑ دینے کا نام عبادت ہے۔ لہٰذا اس میں دل کی نیت و ارادہ اور ہاتھ پاؤں آنکھ، کان اور زبان کے تمام اعمال داخل ہو جاتے ہیں۔"

شرک

اس آیت میں جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں اس کے ساتھ شرک کرنے سے بھی منع فرمایا گیا۔ شرک کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے:

''اِثْبَاتُ الْاُلُوْهِيَّةِ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِمَعْنٰى وُجُوْبِ الْوُجُوْدِ كَمَا لِلْمَجُوْسِ اَوِ اسْتِحْقَاقِ الْعِبَادَةِ كَمَا لِعَبَدَةِ الْاَوْثَانِ''

(شرح عقائد:۷۸)

ترجمہ: ''شرک' اس بات کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود مانا جائے یعنی اسے ازلی، ابدی (کہ اس کی نہ ابتدا مانی جائے اور نہ انتہا مانی جائے۔ یعنی اسے اور اس کی ذات وصفات کو قدیم مانا جائے) جیسے مجوسی لوگ دو خالق مانتے ہیں۔ ایک نیکی کا خالق دوسرا برائی کا یا اسے عبادت کا مستحق مانا جائے جیسے بت کی پرستش۔ مشرک اپنے بتوں کو اللہ کی عبادت میں شریک قرار دیتے ہیں۔ الحمد للہ کوئی مسلمان کتنا ہی ان پڑھ اور جاہل کیوں نہ ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اللہ تعالیٰ کی طرح ازلی ابدی قدیم واجب الوجود نہیں مانے گا، نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کو مانے گا۔ لہٰذا مسلمان، مشرک نہیں ہوسکتا۔''

والدین پر احسان

اِس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے والدین پر احسان یعنی ان کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا۔ علامہ امام اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''وَ بَدَءَ بِهِمَا لِاَنَّ حَقَّهُمَا اَعْظَمُ حُقُوْقِ الْبَشَرِ وَ الْاِحْسَانِ اِلَيْهِمَا بِاَنْ يَّقُوْمَ بِخِدْمَتِهِمَا وَ لَا يَرْفَعُ صَوْتَهٗ عَلَيْهِمَا وَ لَا يَخْشُنَ فِي الْكَلَامِ مَعَهُمَا وَ يَسْعٰى فِيْ تَحْصِيْلِ مَطَالِبِهِمَا وَ الْاِنْفَاقِ عَلَيْهِمَا بِقَدْرِ الْقُدْرَةِ'' (روح البیان:۲/۲۰۵)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے حق کے بعد ماں باپ کے حقوق کا ذکر کیا اس لیے کہ ماں باپ کا حق سب انسانوں کے حق سے زیادہ ہے تو اولاد کو اپنے ماں باپ کے ساتھ احسان یا ان سے بھلائی اس طرح کرنا ہے:

۱- ان کی خوب خدمت کرے۔

۲- ان کے سامنے اونچا اونچا نہ بولے۔

۳- ان سے سخت الفاظ نہ بولے۔

۴- ان کی خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔

۵- اپنی مالی طاقت کے مطابق ان پر خرچ کرے۔''

یہ ہے فرمانِ الٰہی ''ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو'' کا معنی و مطلب۔

راقم نے اس پر اپنی ''مثنوی قادری'' میں ایک شعر کہا ہے:

گر تو خواہی کہ شوی ماموں زشر
خیر خواہی کن بہ مادر با پدر

یعنی اگر تم چاہتے ہو کہ دنیا اور آخرت کی پریشانیوں سے محفوظ رہو تو اپنے ماں باپ سے بھلائی کر کے ان کی دعائیں لو۔

نیز راقم نے اردو میں بھی ایک شعر عرض کیا ہے:

دونوں جہاں میں گر تجھے کامرانی چاہیے
ماں باپ سے مخلصانہ تعلق نباہیے

ماں باپ کی شان میں چوتھا فرمانِ خداوندی

''وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا'' (العنکبوت:۸)

ترجمہ: ''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ سے اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا۔''

یعنی ہم نے انسان کو اس بات کا حکم دیا کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بہترین سلوک کرے۔

ماں باپ کا خرچہ

کتاب ''ہدیۃ المہدیین'' میں ہے کہ

''ماں باپ اگر کافر بھی ہوں اور ان کا اپنا ذریعہ رزق نہ ہوتو مسلمان اولاد پر فرض ہے کہ وہ انہیں خرچہ دیں، ان کی خدمت کریں اور ان کی زیارت کیا کریں۔'' (روح البیان:۶/۴۵۰)

فرماں برداری

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''وَ رَضَی الْوَالِدَیْنِ حَتْمٌ اَیْ وَاجِبٌ'' (روح البیان:۶/۴۵۰)

ترجمہ: ''ماں باپ کی خواہش و مرضی پر چلنا حتمی ہے یعنی ضروری ہے۔''

ماں باپ کے بلاوے کی اہمیت

پھر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اِذَا کَانَ فِی الصَّلٰوۃِ النَّافِلَۃِ دُعَا اُمِّہٖ دُوْنَ دَعْوَۃِ اَبِیْہٖ اَیْ یَقْطَعُ صَلٰوتَہٗ وَ یَقُوْلُ لَبَّیْکَ'' (روح البیان:۶/۴۵۰)

ترجمہ: ''جب بیٹا یا بیٹی نفلی نماز میں ہوتو باپ کے علاوہ ماں کے بلانے پر نفلی نماز چھوڑ کر ماں کی خدمت میں لبیک کہہ کر حاضر ہو جائے۔''

نفلی عبادت

صاحب روح البیان امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں انہوں نے فرمایا:

''مُصَلِّی النَّافِلَۃِ اِذَا نَادَاہُ اَحَدُ اَبَوَیْہِ اِنْ عَلِمَ اَنَّہٗ فِی الصَّلٰوۃِ وَ نَادَاہُ لَا بَاسَ بِاَنْ لَا یُجِیْبَہٗ وَ اِنْ لَمْ یَعْلَمْ یُجِیْبُہٗ وَ اَمَّا مُصَلِّی الْفَرِیْضَۃِ اِذَا دَعَاہُ اَحَدُ اَبَوَیْہِ لَا یُجِیْبُ مَا لَمْ یَفْرُغْ مِنْ صَلٰوتِہٖ

اِلَّا اَنْ یَّسْتَغِیْثَہٗ لِشَیْءٍ لِاَنَّ قَطْعَ الصَّلٰوۃِ لَا یَجُوْزُ اِلَّا لِضَرُوْرَۃٍ'' (روح البیان ۶/۴۵۰)

ترجمہ: ''جب نفلی نماز پڑھنے والے بچے کو اس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک بلائے اگر اسے یہ علم ہے کہ ہمارا بچہ (بیٹا یا بیٹی) نماز میں ہے اور جو بچہ نماز فرض ادا کر رہا ہے جب اسے اس کی ماں باپ میں سے اسے بلائے تو بچہ اگر نماز نہ توڑے اور اسے پورا کرے تو کوئی حرج نہیں اور اگر اسے معلوم ہے کہ ہمارا بچہ نماز میں ہے پھر بھی بلائے تو بچے کو نماز توڑ کر ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے۔ کوئی اور بلائے تو جب تک نماز پوری نہ کرے ان کے پاس نہ جائے مگر اس صورت میں نماز توڑ کر جائے جب وہ اسے کسی تکلیف کی وجہ سے بلا رہے ہوں کیوں کہ نماز فرض کا بلا ضرورت توڑنا جائز نہیں۔''

یہاں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اولاد پر ماں باپ کا کتنا بڑا حق ہے کہ نفلی عبادت میں اللہ کی بارگاہ میں حاضری ہے اللہ تعالیٰ اجازت دے رہا ہے کہ اگر کسی کی اولاد نفلی نماز کی صورت میں میری بارگاہ میں حاضر ہو اور اس دوران اسے اس کے ماں باپ میں سے کوئی اپنی خدمت میں حاضری کے لیے بلائے تو بے شک میری حاضری چھوڑ کر اپنے ماں باپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔

البتہ اگر نماز فرض کی ادائیگی کی صورت میں میری بارگاہ میں حاضر ہوں اور اس کی ماں یا باپ ان کو بلائیں تو اختصار کے ساتھ نماز پوری کر کے ماں باپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں مگر نفلی نماز ہو تو اسے چھوڑ دیں ماں باپ کا بلانا نظر انداز نہ کریں پھر سوچنے کی بات ہے کہ اولاد کا نفلی نماز میں مشغول ہونا اس کے اپنے ذاتی شوق اور ذاتی خواہش کی صورت میں ہے کیوں کہ نفلی عبادت کا اللہ تعالیٰ نے حکم تو نہیں دیا انسان

اپنے ذاتی شوق اور ذاتی خواہش سے ہی پڑھتا ہے پھر ماں باپ کے بلانے پر نفلی نماز چھوڑ کر ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا جو حکم ہوا اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اولاد کو ہمیشہ اپنی ذاتی خواہش اور ذاتی پسند کو ماں باپ کی خواہش اور ان کی پسند پر قربان کر دینا چاہیے ان کے فرمان میں اللہ کی ہی مرضی سمجھے جب کہ ماں باپ اولاد کو ایسی بات کا حکم نہ دے رہے ہوں جو شریعت میں منع ہو۔

راقم نے اپنی ''مثنوی قادری'' میں یہ شعر عرض کیا ہے:

؎ قربان بکن خواہشت بر مادر و پدر
تا شوی تو کام راں روز حشر

یعنی تم اپنی ذاتی خواہش کو ماں باپ کی خواہش پر قربان کر دو تا کہ تم قیامت کے دن کام یاب ہو جاؤ۔

﴿جہاد و نفلی حج سے ماں باپ کی خدمت بہتر ہے﴾

بلاشبہہ ماں باپ کی خدمت جہاد اور نفلی حج و روزہ سے بہتر ہے۔ چناں چہ صاحب روح البیان ''شرح تحفہ'' کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔ اس میں ہے:

''لَا یُفْطِرُ فِی النَّافِلَةِ بَعْدَ الزَّوَالِ اِلَّا اِذَا کَانَ فِی تَرْكِ الْاِفْطَارِ عُقُوقُ الْوَالِدَیْنِ وَلَا یَتْرُکُهُمَا لِغَزْوٍ اَوْ حَجٍّ اَوْ طَلَبِ عِلْمٍ نَفْلٍ فَاِنَّ خِدْمَتَهُمَا اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ'' (روح البیان ۶/۴۵۰)

یعنی زوال کے بعد نفلی روزہ نہ چھوڑے ہاں اگر ماں باپ نفلی روزہ چھوڑنے کا حکم دیں تو چھوڑ دے ان کی نافرمانی نہ کرے اور ماں باپ کو اکیلا چھوڑ کر یا ان سے اجازت لیے بغیر بڑا عالم بننے کے لیے گھر سے نہ جائے اور ان کی اجازت کے بغیر حج یا جہاد کو بھی نہ جائے۔ کیوں کہ ماں باپ کی خدمت حج اور جہاد اور بڑا عالم بننے کو نکلنے سے بھی افضل ہے۔

ایک عجیب واقعہ

کتاب ''وعظ بے نظیر'' میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے جو بالکل سچا ہے کہ ''ایک شخص کو حج پر جانے کا شوق ہوا اس نے اپنی والدہ سے اجازت مانگی ماں نے کہا کہ بیٹے! میں اکیلی ہوں کوئی میری خدمت کرنے والا نہیں ہوگا، تم نہ جاؤ! وہ نہ مانا اور ماں کو اکیلا چھوڑ کر چلا گیا ماں کو رنج ہوا اور وہ صبر کر کے بیٹھ گئی۔ اس کا بیٹا سفر حج کر رہا تھا کہ اسے کہیں راستہ میں رات ہوگئی تو قریب کے گاؤں کی مسجد میں جا کر سو گیا پچھلی رات کو باہر سے کوئی چور آیا اور مسجد کے قریب کے ایک گھر میں گھس گیا کچھ چیزیں اُٹھا کر جانے لگا تو گھر والوں کی آنکھ کھل گئی وہ چور کے پیچھے بھاگے چور اسی مسجد میں آ گھسا جس میں وہ نوجوان حج کو جانے والا مسافر سویا ہوا تھا۔ چور نے چوری کا سامان اسی نوجوان کے پاس چھوڑ دیا اور مسجد کی دیوار سے چھلانگ لگا کر بھاگ گیا محلّہ والے مسجد میں آ گئے دیکھا کہ ان کا سامان پڑا ہے ساتھ ہی نوجوان لیٹا ہوا ہے انہوں نے اسے ہی چور سمجھ کر پکڑ لیا اور سامان سمیت اسے تھانے لے گئے کہ یہ ہمارا چور ہے اس سے سامان برآمد ہوا ہے۔

اس نے کہا کہ وہ تو مسافر ہے حج کو جا رہا ہے اسے معلوم نہیں کہ چور کون ہے اور یہ تمہارا سامان میرے پاس کیسے آ پڑا ہے مجھے معلوم نہیں ہے، مگر اس کی بات نہ مانی گئی حکم ہوا کہ اسے بازار میں گھماؤ اور لوگوں کو بتاؤ کہ بڑا ہی یہ شخص مکار ہے چور ہے اور اپنے چور ہونے کو چھپانے کے لیے اپنے آپ کو حج کا مسافر ظاہر کرتا ہے اور جو چوری کر کے مسجد میں پناہ لے کر دھوکا دیتا ہے وہ یہ بڑا مجرم ہے وہ نوجوان رویا اور بولا کہ میں چور نہیں لہٰذا میری طرف چوری کی نسبت نہ کرو ہاں یوں کہو کہ یہ ماں کا نافرمان ہے

اللہ نے اس کو اس مصیبت میں پھنسا کر ماں کی نافرمانی کی سزا دی ہے۔''

لہٰذا اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ ماں باپ کی نافرمانی کی سزا انسان کو دنیا میں کئی شکلوں میں مل کر رہتی ہے اور آخرت میں بھی ملے گی اس لیے عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہر صورت ماں باپ کی رضامندی کو آگے رکھا جائے۔

اِس واقعہ سے متعلق راقم نے اپنی ''مثنوی قادری'' میں شعر کہا ہے:

ہستم بری از افترائے مردماں
پشت دادم از اَمد مادراں

یعنی اے مسلمانو! میں چوری کے بہتان سے تو بری ہوں لیکن مجھے یہ سزا ماں کے فرمان کو پیٹھ دینے کی مل رہی ہے۔

مرضی کی شادی

ماں باپ کی نافرمانی کی ایک صورت ان کی مرضی کے خلاف اپنی مرضی اور پسند کی شادی بھی ہے یہ بھی گناہ ہے کہ اولاد انہیں دکھ پہنچا کر اپنی مرضی کی شادی کرے۔ اکثر وبیش تر ایسی شادیاں کام یاب بھی نہیں ہوتیں' دیرپا نہیں ہوتیں اور ہوں بھی تو ان میں برکت نہیں ہوتی، ماں باپ کی نافرمانی اولاد کے مستقبل کو پرسکون و اِطمینان بخش اور روشن ہونے میں رکاوٹ ہوتی ہے ماں باپ کو بھی چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو اولاد کی خوشی کو بھی سامنے رکھیں۔ لیکن اگر ماں باپ اولاد کے ہی فائدے کے لیے اولاد کی بات نہ مانے اور ان کے دلائل بھی معقول اور وزنی ہوں تو اولاد کو اپنی ضد چھوڑ دینا چاہیے اور ماں باپ کی مان لینی چاہیے کیوں کہ اس میں اولاد کا ہی فائدہ ہے۔

اس سلسلے میں راقم نے اپنی ''مثنوی قادری'' میں شعر کہا ہے:

ہرگز مکن اِختلاف با مادر پدر
گر تو خواہی کام رانی اے پسر!

یعنی اے بیٹے! اگر تو دنیا و آخرت کی کام یابی چاہتا ہے تو ماں باپ سے

اختلاف اور جھگڑا ہرگز نہ کرنا۔

﴿بیوی کو طلاق﴾

اگر باپ کو بہو پسند نہ ہو اور وہ بیٹے کو اسے طلاق دینے کا حکم دیں تو بیٹے کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ باپ کے حکم پر بیوی کو طلاق دے جب کہ باپ عالم دین ہو کیوں کہ وہ وجہ شرعی کو ملحوظ رکھ کر ہی طلاق دینے کا حکم دے گا۔

گویا عالم باپ کا حکم بالواسطہ شریعت کا ہی حکم ہے اور شریعت کے حکم کی تعمیل واجب ہے۔ اس سلسلے میں دو واقعے عرض ہیں:

﴿واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام﴾

چناں چہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرمان پر اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔ (الجامع الصحیح للبخاری رقم الحدیث:۳۳۶۴)

﴿واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ﴾

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میری ایک بیوی تھی جس سے میں محبت کرتا تھا، مگر میرے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے پسند نہیں کرتے تھے تو انہوں نے مجھے اس کو طلاق دینے کا حکم دیا، مگر میں نے انکار کر دیا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

: میرے والد مجھے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیتے ہیں۔ کیا کروں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دے دو!

تو میں نے طلاق دے دی۔ (ترمذی، رقم الحدیث:۱۱۸۹)

اس سلسلے میں راقم نے "مثنوی قادری" میں شعر کہا ہے:

پدرت اگر گوید ترا دِہ طلاق

تعمیل کن حکمِ او را بے نفاق

یعنی اگر تیرا باپ کہے کہ تو اپنی بیوی کو طلاق دے تو بغیر کسی چوں چرا کے ان کے حکم کی تعمیل کر!

﴿روزِ قیامت سوال ہوگا﴾

روزِ قیامت دو باتوں کا سوال ہوگا جیسا کہ اس حدیث کی شرح میں ہے:

''و فیه دلیل صریح یقتضِیْ اَنَّهٗ یَجبُ عَلَی الرَّجُلِ اِذَا اَمَرَهٗ اَبُوْهُ بِطلَاقِ زَوْجَتِهٖ اَنْ یُّطَلِّقَهَا''

اس حدیث میں واضح دلیل ہے اس بات کی کہ جب کسی کو باپ کہے کہ بیوی کو طلاق دے دے تو اس پر طلاق دینا واجب ہے اگر چہ وہ بیوی سے محبت کرتا ہو۔

پھر لکھتے ہیں:

اسی میں ہے کہ اگر ماں طلاق دینے کا کہے تب بھی طلاق دے دے کیوں کہ حدیث میں ہے کہ جیسے اولاد پر باپ کا حق ہے اس سے زیادہ ماں کا حق ہے۔ (تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ۴/۲۶۸)

حدیث شریف میں ہے کہ

''یُسْاَلُ الْوَلَدُ عَنِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ عَنْ حُقُوْقِ الْوَالِدَیْنِ وَ تُسْاَلُ الْمَرْاَةُ عَنِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ عَنْ حَقِّ الزَّوْجِ وَ یُسْاَلُ الْعَبْدُ عَنِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ عَنْ حَقِّ الْمَوْلٰی فَاِنْ اَجَابَ تَجَاوَزَ عَنْ مَوْقِفِهٖ اِلٰی مَوْقِف اٰخر مِنَ الْمَوَاقِفِ الْخَمْسِیْنَ وَ اِلَّا عُذِّبَ فِیْ کُلِّ مَوْقِفٍ اَلْف سَنَةٍ'' (روح البیان ۶/۳۵۰)

ترجمہ: ''قیامت کے دن بچے (بیٹے اور بیٹی) سے دو باتوں کا سوال ہوگا ایک نماز کی پابندی کے بارے میں پھر ماں باپ کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں اور عورت سے بھی دو سوال ہوں گے ایک نماز کی پابندی کے

بارے میں پھر خاوند کے حق کی ادائیگی کے بارے میں اور غلام یا نوکر سے بھی دو باتوں کا سوال ہوگا نماز کی پابندی کے بارے میں پھر اپنے مالک کے حق کی ادائیگی کے بارے میں اگر ان میں سے کسی نے اطمینان بخش جواب دے دیا کہ اس نے حق کی ادائیگی اچھے طریقہ سے کی ہوگی۔

تو اسے سوال وجواب کے لیے ٹھہرائے جانے کے پچاس مقامات میں سے اگلے مقام کی طرف جانے کی اجازت دے دی جائے گی اور اگر اس نے اطمینان بخش جواب نہ دیا (کہ اس نے حق کی ادائیگی اچھے طریقہ سے نہ کی ہوئی ہوگی) تو اسے سوال وجواب کے لیے ٹھہرائے جانے کی ہر جگہ پر ایک ایک ہزار سال تک عذاب دیا جائے گا۔''

پچاس ہزار سال کا دن

یاد رہے کہ قیامت کا ایک دن دنیا کے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا چناں چہ قرآن مجید میں ہے:

''فِیۡ یَوۡمٍ کَانَ مِقۡدَارُہٗ خَمۡسِیۡنَ اَلۡفَ سَنَۃٍ'' (المعارج:۴)

ترجمہ:''(قیامت کے) اس دن میں (کافروں پر عذاب واقع ہوگا) جس کی مقدار (دنیا کے) پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔''

قدم بوسی

''مَنۡ قَبَّلَ رِجۡلَ اُمِّہٖ فَکَاَنَّمَا قَبَّلَ عُتۡبَۃَ الۡجَنَّۃِ''

یعنی جس نے ماں کے پاؤں کو چوما گویا اس نے جنت کی چوکھٹ کو چوما۔

(درمختار مع شامی ج ۶ ص ۳۶۷، بہار شریعت حصہ ۱۶ ص ۵۹۷)

اور یہاں سے باپ کے پاؤں کے چومنے کی اہمیت خود بہ خود واضح ہو جاتی ہے کیوں کہ باپ کا درجہ ماں سے بڑھ کر ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

''وَلِلرِّجَالِ عَلَیۡہِنَّ دَرَجَۃٌ''

''اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی۔'' (البقرۃ:۲۲۸)

''اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ''

''مرد عورتوں کے افسر ہیں۔'' (النساء:۳۴)

لہٰذا کہہ سکتے ہیں کہ ماں کے قدم چومنا جنت کی چوکھٹ چومنا اور باپ کے قدم چومنا گویا جنت کے دروازہ کو چومنا ہوا۔

دوسری حدیث میں ہے:

''مَنْ قَبَّلَ بَیْنَ عَیْنَیْ اُمِّہٖ کَانَ لَہٗ سِتْرًا مِنَ النَّارِ''

(کنز العمال، رقم الحدیث:۴۵۴۴۲)

''جس نے ماں کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا یہ اس کے لیے دوزخ سے آڑ ہوگئی۔''

یعنی اس کا یہ عمل اسے دوزخ سے بچائے گا (بہ شرطے کہ وہ نماز و روزہ کی پابندی کرے اسلام کے دوسرے احکام کی قدر کرے ان پر عمل کرے یہ نہ سمجھ لے کہ ماں کے دو آنکھوں کے درمیان بوسہ لینے سے ہی جنتی ہو گیا نماز و روزہ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ شریعت کے دوسرے احکام پر عمل کرنا اپنی جگہ فرض ہی ہے)

بوسے کی چھ قسمیں

فقہا لکھتے ہیں کہ بوسے کی چھ قسمیں ہیں جیسا کہ ''فتاویٰ عالم گیری'' میں ہے:

''ذَکَرَ اَبُو اللَّیْثِ رَحْمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَّ التَّقْبِیْلَ علٰی خَمسَۃِ اَوْجُہٍ، قُبْلَۃُ الرَّحْمَۃِ کَقُبْلَۃِ الْوَالِدِ وَلَدَہٗ وَ قُبْلَۃُ التَحِیَّۃِ کَقُبْلَۃِ المؤمنینَ بَعْضھمْ لِبَعْضٍ و قُبْلَۃُ الشَّفْقَۃِ کَقُبْلَۃِ الْوَلَدِ وَالِدَیْہِ وَ قُبْلَۃُ الْمَوَدَّۃِ کَقُبْلَۃِ الرَّجُلِ اَخَاہُ عَلَی الْجبھۃِ وَ قُبْلَۃ الشَّھْوَۃِ کَقُبْلَۃِ الرَّجُلِ اِمْرَاتَہٗ اَوْ اَمَتَہٗ.... و زَادَ بَعْضُھُمْ قُبْلَۃ الدِّیَانَۃِ وَ ھِیَ قُبْلَۃُ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ کَذَافِی التَّبْیِیْنِ''

(فتاویٰ عالم گیری ج ۵ ص ۳۲۹)

''امام ابواللیث نے ارشاد فرمایا کہ بوسے کی چھ قسمیں ہیں: ایک مہربانی کا بوسہ جیسے ماں باپ کا اپنی اولاد کا بوسہ لینا، دوسرا اسلامی کا بوسہ جیسے ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کا بوسہ لینا، تیسرا شفقت کا بوسہ جیسے اولاد کا اپنے ماں باپ کی پیشانی، ہاتھ اور پاؤں کا بوسہ لینا، چوتھا محبت کا بوسہ جیسے کسی شخص کا اپنے بھائی کی پیشانی کا بوسہ لینا، پانچواں شہوت کا بوسہ جیسے خاوند کا اپنی بیوی اور لونڈی کا بوسہ لینا اور چھٹا دینی بوسہ جیسے حجر اسود کا بوسہ۔''

نیز بزرگانِ دین وعلمائے دین اور پیر ومرشد کے ہاتھوں اور پاؤں کا بوسہ بھی اسی دینی بوسہ میں آجاتا ہے۔ کیوں کہ ان کا مرتبہ حجر اسود اور خانہ کعبہ سے کہیں بلند وبالا ہے۔ چناں چہ حدیث شریف میں ہے کہ

''اَلْمُؤْمِنُ اَفْضَلُ مِنَ الْكَعْبَةِ''

''مومن کعبہ سے افضل ہے۔''

دوسری حدیث میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

''نَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِلَى الْكَعْبَةِ فَقَالَ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مَا اَطْيَبَكَ وَ اَطْيَبَ رِيْحَكَ وَ اَعْظَمَ حُرْمَتَكَ وَ الْمُؤْمِنُ اَعْظَمُ حُرْمَةً مِنْكَ'' (طبرانی ۳۷/۱۱، مجمع الزوائد ۸۱/۱ ـ ۲۹۲/۳)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ معظّمہ کی طرف دیکھا تو فرمایا: تو کتنا ہی پاکیزہ ہے اور تیری خوشبو کتنی ہی پاکیزہ ہے اور تیرا احترام کتنا ہی بڑا ہے اور مومن صالح کا احترام تجھ سے بڑھ کر ہے۔''

اِس حدیث سے ثابت ہوا کہ مومن صالح خواہ ماں باپ ہوں یا علمائے اہل سنت یا بزرگانِ دین ومشائخ وپیر ومرشد بہ شرطے کہ عالم دین اور صالح ہوں، کعبہ سے اُونچا درجہ رکھتے ہیں اور حجر اسود بھی کعبہ میں آجاتا ہے تو جب اس کا بوسہ دین کے اعتبار سے مستحب وثواب ہے تو نیک ماں باپ وپیر ومرشد وعلمائے حق کے ہاتھوں کا

بوسہ بھی اسی طرح عادل وصالح بادشاہ کے ہاتھوں کا بوسہ بھی مستحب ہوا۔

ماں باپ کی دعا

اولاد کو چاہیے کہ ماں باپ کے وجود کو اپنے لیے اس دنیا میں اللہ کی بڑی رحمت سمجھے اور اپنی مرضی اور اپنی خواہشات کو ان کی مرضی وخواہشات پر قربان کر کے ان کی دعائیں لے ان کی نافرمانی اور ان کی بددعا سے بچے کیوں کہ جیسے ماں باپ کی نیک دعا اولاد کے لیے جلدی قبول ہوتی ہے اسی طرح بددعا بھی جلدی قبول ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ

''دُعَاءُ الْوَالِدَیْنِ عَلَی الْوَلَدِ لَا یُرَدُّ'' (روح البیان ۲۵۰/۶)

''اولاد کے خلاف ماں باپ کی بددعا لوٹائی نہیں جاتی۔''

یعنی قبول ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اولاد کو اپنی قسمت سنوارنے اور مقدر بنانے کے لیے ماں باپ کو خوش رکھنا چاہیے اور ایسے کام یا ایسی بات سے پرہیز کرنا چاہیے جس سے ماں باپ کو تکلیف یا رنج پہنچے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی زبان سے کوئی بری دعا نکل جائے۔

راقم نے اِس سلسلے میں اپنی ''مثنوی قادری'' میں ایک شعر کہا ہے:

؎ الحذر الحذر اے پسر!
از بد دعائے صالحین ، مادر پدر

؎ بچو بچو اے بیٹے! بچو!
نیکوں اور ماں باپ کی بد دعا سے بچو!

امام زمخشری کا پاؤں کیوں کٹ گیا؟

امام زمخشری غفر اللہ لہ جو علم نحو اور تفسیر کے امام تھے جن کی علم نحو پر ''المفصل'' اور علم تفسیر میں ''الکشاف'' کے نام سے بڑی مشہور کتابیں ہیں جن کا ۵۳۸ھ میں انتقال ہوا ان کا ایک پاؤں کٹا ہوا تھا پاؤں کے کٹنے کا واقعہ انہوں نے خود بیان کیا جو ''روح البیان'' میں ہے کہ

زمخشری جب بچے تھے تو انہوں نے ایک چڑیا کو پکڑ لیا اور اس کے ایک پاؤں میں دھاگا باندھ دیا وہ چڑیا اسی دھاگے کے ساتھ اڑ کر ایک سوراخ میں گھس گئی۔ زمخشری نے دھاگے کو زور سے کھینچا تو چڑیا کا پاؤں دھاگے سے کٹ گیا جو دھاگے کے ساتھ لڑھک کر نیچے آ پڑا جس کا امام زمخشری کی والدہ کو بہت رنج ہوا اور ان کی زبان سے اپنے بیٹے کے خلاف یوں بددعا نکل گئی:

''قَطَعَ اللّٰهُ رِجْلَكَ كَمَا قَطَعْتَ رِجْلَهٗ''

اے بیٹے! جس طرح تو نے اس معصوم چڑیا کا پاؤں کاٹا، اللہ تیرا پاؤں اس طرح کاٹے۔ (روح البیان ۶/۶۵۰، ۶۵۱ - وفیات الاعیان ۵/۱۷۰، ۱۶۹)

امام زمخشری فرماتے ہیں:

اس کے بعد میں علم حاصل کرنے کی غرض سے بخارا گیا تو اپنی سواری سے گر پڑا جس سے میرا ایک پاؤں ٹوٹ گیا۔

مگر ''سیر اعلام النبلاء'' (ج ۲۰ ص ۱۵۶) میں ہے کہ

''ان کا پاؤں برف سے کٹ گیا تھا تو وہ لکڑی کے سہارے چلتے تھے۔''

بہر صورت برف سے کٹا ہو یا سواری سے گرنے کی وجہ سے کٹا تو ماں کی بددعا سے ہی تھا لہٰذا اولاد کو ماں باپ کی بددعا سے بچنا چاہیے انہیں ہر صورت راضی رکھنا اور ان کی نیک دعائیں لیتے رہنا چاہیے ماں باپ کو اولاد پر شفیق ہونا چاہیے۔

ماں باپ کے لیے ہدایات

نیز ماں باپ کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی اولاد پر کمال شفقت کیا کریں اگر وہ چھوٹے ہوں کماتے نہ ہوں تو حتی الامکان ان کی ضروریات کا خیال رکھا کریں اپنی توفیق کے مطابق ان پر خرچ کیا کریں انہیں تعلیم دلوائیں نیز کوئی ہنر بھی سکھائیں تا کہ بڑے ہو کر وہ خود کمانے کے قابل ہو جائیں اور دوسروں کے محتاج نہ رہیں، بہترین تعلیم قرآن

وسنت کی تعلیم ہے اولاد کو دنیاوی تعلیم بھی دیں۔

﴿بہترین تعلیم﴾

لیکن بہترین تعلیم دین کی تعلیم ہے اور دین کا سرچشمہ قرآن وسنت ہے اور اس کی روح فقہ یعنی ان آیات واحادیث کا علم ہے جن کا تعلق شریعت کے احکام یعنی حلال وحرام سے ہے۔ چناں چہ حدیث شریف میں ہے:

''عَلِّمُوْا اَوْلَادَكُمُ الْقُرْآنَ'' (مسند الربیع بن حبیب ۱/۶)

یعنی اپنی اولاد کو قرآن کی تعلیم دو!

قرآن کی تعلیم سے مراد صرف ناظرہ پڑھانا یا حفظ کرا دینا نہیں ہے بلکہ ساتھ ساتھ عربی زبان اس قدر پڑھانا ضروری ہے کہ جس سے قرآن کے معانی بچے کو سمجھ آجائیں اس کے بغیر قرآن کی تعلیم مکمل نہیں ہوتی ہے۔

بچوں کو گھر میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت پڑھائیں، سنائیں پھر ان سے کہیں کہ وہ حضور ﷺ کی سیرت مبارکہ کے واقعات یاد رکھیں۔ اس سلسلے میں حضرت مفتی عنایت احمد کاکوری رحمۃ اللہ علیہ کی ''تواریخ حبیب الٰہ'' اور حضرت مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ کی ''سیرتِ رسولِ عربی'' اور ہماری کتابیں ''مجموعہ حیات اولیا'' اور ''معجزاتِ مصطفیٰ'' وغیرہما کا مطالعہ کروائیں اور ترجمہ قرآن سے کما حقہ آگاہی حاصل کرنے کے لیے ہمارا کیا ہوا ترجمہ قرآن ''عمدۃ البیان'' خود بھی پڑھیں، بچوں کو پڑھنے کا کہیں۔ نماز کی سختی سے پابندی کرائیں!

﴿بچوں کو سخی بنائیں﴾

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فتاویٰ شامی'' میں لکھا ہے کہ

ماں باپ کو چاہیے کہ اولاد کو اچھے اخلاق کی تعلیم دے اور خاص کر سخاوت (اللہ کی راہ میں خرچ) کرنے کی ترغیب دے اور اس طرح کہ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں

کچھ دینا ہوتو اپنے بیٹے یا بیٹی کے ہاتھ میں دے کر کہے کہ اسے سائل کو دے دو۔ یوں ان کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی عادت پڑ جائے گی۔

حسن سلوک

ماں باپ کے ساتھ اچھے سلوک میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنی آمدنی میں سے پہلے ان پر خرچ کرے تمام جائز کاموں میں ان کے حکم کو سر آنکھوں پر رکھے اور ان میں کوئی کمزوری یا ناپسندیدہ بات دیکھے تو بڑے ادب سے پیش آتے ہوئے ان کی اصلاح کرنے کی درخواست کرے اگر وہ اصلاح کرلیں تو بہتر ورنہ فراخ دلی اور خندہ پیشانی سے برداشت کرے ان کے دوستوں کا بھی ادب کرے ان کے دوستوں سے ویسے نباہ کرے اور ویسے معاملہ رکھے جیسے اس کے ماں باپ ان سے رکھتے تھے۔

رضائی ماں کا ادب

حدیث شریف میں ہے کہ ایک بوڑھی خاتون حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی آپ نے اس کے لیے اپنی چادر مبارک بچھادی اور اس کو اس پر بٹھایا اور بڑے ادب واحترام سے اس سے پیش آئے اس نے جو کام کہا آپ نے وہ کر دیا وہ خوش ہوکر واپس چلی گئی۔

صحابہ کرام نے پوچھا کہ

یا رسول اللہ! یہ کون خوش قسمت خاتون تھیں جس کا آپ نے اس قدر ادب واحترام فرمایا؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ

یہ میری رضائی ماں ہے جس نے مجھے دودھ پلایا تھا۔

(ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۴۴ ومشکوٰۃ ص ۴۲۰)

سبحان اللہ، جب دودھ پلانے والی ماں کا یہ ادب ہے تو پھر سگی ماں کا کیا مقام اور کس قدر ادب ہوگا۔

سوتیلی ماں کا ادب

بلاشبہ سوتیلی ماں کا ادب واحترام بھی لازم ہے یوں تو ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے کہ وہ اس کا احترام کرے اس کی جائز مدد کرے مگر سوتیلی ماں چوں کہ باپ کے حوالہ سے ماں ہی کہلاتی ہے خواہ اس کے ساتھ لفظ ''سوتیلی'' لگتا ہے لیکن ماں تو اسے کہا ہی جاتا ہے تو پھر ماں والا ادب واحترام ومدد وانعام اس کے لیے لازم ہو گیا چوں کہ سوتیلی ماں باپ کی بیوی ہے اور باپ کی ساتھی ہے اور باپ کی دوست بھی ہے لہٰذا ان تمام حوالوں سے اس کا احترام اور اس سے ہم دردی اولاد پر لازم ہے۔

شکر گزاری

والدین کے احترام کے ساتھ ان کی شکر گذاری کو بھی اپنے اوپر لازم سمجھے... کہ تفسیر ''روح البیان'' میں ہے:

''وَ كَمَا اَنَّ مَنْ صَلّٰى وَ لَمْ يُؤَدِّ الزَّكٰوةَ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ وَ مَنْ شَكَرَ اللّٰهَ فِي نَعْمَائِهٖ وَ لَمْ يَشْكُرِ الْوَالِدَيْنِ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ''

(۲۳۵/۶)

یعنی جیسے یہ بات حق ہے کہ جو نماز پڑھے اور زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز قبول نہ ہو گی اسی طرح یہ بات بھی برحق ہے کہ جس نے اللہ کی نعمتوں اور اس کے احسانات کا شکریہ ادا کیا مگر ماں باپ کا نہ کیا تو اللہ کا شکریہ اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔ اور ماں باپ کی شکر گذاری کا طریقہ ان سے میٹھے انداز میں اور ادب واحترام سے بات کرنا، ایسے کام یا ایسی بات سے پرہیز کرنا جس سے ان کو رنج ہو اور ان پر دل کھول کر خرچ کرنا، ان کے آرام وراحت اور خوشی کو مدِ نظر رکھنا۔ ان کی بات کو اللہ ورسول کی بات کے بعد زیادہ اہمیت دینا۔

﴿پانچویں آیت﴾

"وَ قَضٰی رَبُّكَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا" (الاسراء، ۲۳)

ترجمہ: "اور (اے حبیب!) تیرے رب نے قطعی حکم دے دیا کہ (لوگو!) اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو (اے سننے والے) اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تیرے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اس وقت (اور بھی احتیاط کرنا کہ) ان کے لیے زبان سے ایسا لفظ نہ نکالنا جو انہیں ناگوار گزرے اور نہ ہی ان کو جھڑکنا اور ان کے لیے (ہمیشہ) ادب کی بات (ہی) کہنا۔" (عمدۃ البیان)

﴿عبادت کا معنی﴾

اس آیت میں ایک تو اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دے دیا ہے کہ اس کی ہی عبادت کی جائے کسی اور کی نہ کی جائے اور عبادت کا معنی ہے: "غاية التعظيم" انتہائی تعظیم کرنا اور انتہائی تعظیم کا حق دار وہی ہو سکتا ہے جو انتہائی عظمت و انتہائی بڑائی رکھتا ہو اور بندوں پر انعامات، احسانات کی انتہا کرتا ہو اور یہ صرف اللہ ہی ہے اس کے سوا کوئی نہیں لہٰذا وہی ہماری عبادت کا مستحق ہے اور کوئی نہیں۔

اس کے علاوہ دوسری بات یہ ہے کہ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کریں کیوں کہ ماں باپ ہی ہیں جو بچے کے دنیا میں آنے اور زندگی کے ملنے کا ظاہری سبب ہیں جب کہ سبب حقیقی اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا اس آیت میں پہلے سبب حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے پھر اس کے بعد سبب ظاہری کی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ احسان و اچھا سلوک کرنے کو اپنی توحید و تعظیم کے ساتھ ملا

کر بیان فرمایا لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید وعبادت کے بعد سب سے اہم عبادت ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہے۔

اس آیت میں تیسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ ماں باپ سے ہمیشہ خوب صورت، نرم اور محبت بھرے انداز سے بات کی جائے انہیں اُف تک نہ کی جائے یعنی ناگوار لب و لہجہ میں بات نہ کی جائے اور چوتھا حکم نہایت نرم انداز میں بات کرنے کا ہے اور پانچواں حکم ازراہِ مہربانی ان سے ہمیشہ تواضع وانکساری سے پیش آنے کا ہے۔

''روح البیان'' میں ہے کہ

''ماں باپ سے بات کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اپنی آواز اُن کی آواز سے اونچی نہ ہو جائے ان کے حضور نیچی آواز سے بات کرے، عاجزی اور تواضع اور انکساری سے بولے ہاں اگر وہ اونچا سنتے ہوں تو بہ قدرِ ضرورت اونچا بولے اور کسی کے ماں باپ کو بُرا نہ کہے کہ وہ جواب میں اس کے ماں باپ کو بُرا کہہ سکتا ہے اور ان کی طرف غصہ سے نہ دیکھے بلکہ محبت بھری نگاہوں سے دیکھے۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نصیحت

صاحب روح البیان اس کے بعد سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی نصیحت کا ذکر کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

''کُنْ مَعَ الْوَالِدَیْنِ کَالْعَبْدِ الْمُذْنِبِ الذَّلِیْلِ الضَّعِیْفِ لِلسَّیِّدِ الْفَظِّ الْغَلِیْظِ أی فِی التَّوَاضُعِ وَ التَّمَلُّقِ'' (روح البیان ۵/۱۴۶،۱۴۷)

یعنی اولاد کو اپنے ماں باپ کے حضور اس طرح سے متواضع ومنکسر ہونا چاہیے جیسے ایک زرخرید گنہگار ناچیز غلام اپنے جابر اور سخت مزاج آقا کے حضور ڈرتا ہوا اور دب کر رہتا ہے اور اس کے ساتھ خوشامد وعاجزی سے ہی بات کرتا ہے۔

ایک بزرگ کا خواب

تفسیر ''روح البیان'' میں ہے کہ

''اپنے وقت کے استاذ العلماء والفقہاء امام ابو اسحاق اسفرائنی علیہ الرحمۃ متوفی ۴۱۸ھ کی خدمت عالیہ میں ایک بزرگ تشریف لائے اور عرض کی کہ میں نے گذشتہ رات خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کی داڑھی مبارک جواہر و یواقیت یعنی لعلوں سے سجی ہوئی ہے۔

امام ابو اسحاق اسفرائنی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ آپ نے سچ دیکھا کیوں کہ گذشتہ رات میں نے سونے سے پہلے ازراہ محبت وادب اپنی داڑھی اپنی ماں کے تلوؤں کو ملی تھی۔ اللہ تعالیٰ کو میرا یہ عمل بہت ہی پسند آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا اور خواب میں آپ کو میرے عمل کی یہ جزا اس صورت میں دکھائی۔''

تفسیر ''روح البیان'' میں اس کے بعد لکھتے ہیں کہ

''اولاد میں اپنے ہاتھ سے ماں باپ کی خدمت کرنے کا جذبہ ہونا چاہیے ان کا کوئی کام ہو خود کریں کسی اور کو نہ کہیں کیوں کہ انسان کے لیے اپنے ماں باپ کی، اپنے اساتذہ کی اور اپنے نیک بادشاہ کی اور اپنے مہمان کی خدمت کرنے میں کوئی عار و شرم کی بات نہیں بلکہ اس میں عزت و نیک نامی ہے۔ اگر والد امامت کرا سکتے ہیں تو بیٹے کو اپنے والد کا امام نہیں بننا چاہیے اگرچہ بیٹا خواہ کتنا ہی بڑا عالم ہو یہ ازراہِ ادب ہے اور اگر والد حکم دے تو راست ہے۔ اولاد کو اپنے ماں باپ کے آگے نہیں چلنا چاہیے البتہ اگر راستہ صاف نہ ہو تو اس نیت سے آگے چلنا درست ہوگا کہ راستہ صاف کرتے جائیں گے تو پیچھے ماں باپ بہ آسانی آتے جائیں گے۔ بیٹھنے میں بھی والدین کو پہلے بٹھائیں غرض یہ کہ کھانے، پینے، بیٹھنے میں

والدین سے سبقت نہ کریں۔'' (تفسیر روح البیان ۵/۱۴۸)

عرب کے ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ

''اُقَبِّلُ یَدَ وَالِدِیْ اِحْتِرَامًا لَهٗ وَ اعْتِرَافًا لِفَضْلِهٖ'' (انحو المصورا/۲۰۲)

میں اپنے باپ کے ہاتھوں کو اس کے احترام اور اس کی عظمت و بزرگی کے اعتراف کے لیے چومتا ہوں۔''

گویا والد کے احترام اور ان کی عظمت شان کے اعتراف کے اظہار کے لیے اس کے ہاتھ چومنا نیک اولاد کا کام ہے۔

دعائے ترحُّم

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا''

اولاد کو اللہ تعالیٰ سے ماں باپ کے لیے یوں دعا کرتے رہنا چاہیے کہ یا اللہ میرے ماں باپ پر ہمیشہ باقی رہنے والی رحمت نازل فرما۔ فانی رحمت پر اکتفا نہ فرما ایسی مہربانی فرما جو میرے ماں باپ پر قیامت اور بعد از قیامت رہے۔ اگرچہ ماں باپ غیر مسلم، گم راہ ہوں تب بھی ان کے لیے دعا کریں اور اس صورت میں اس دعا کا مطلب اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے طلب ہدایت ہوگا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ابدی رحمت اس پر ہوتی ہے جو ہدایت پر ہوتا ہے نیز علامہ حسین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اولاد کی ماں باپ کے لیے دعائے ترحم (اللہ سے ان کے لیے رحم طلب کرنا) ہر صورت مفید ہے اگر وہ مسلمان ہوں گے تو اس دعا کا مطلب یہ ہوگا کہ یا اللہ میرے ماں باپ کو بہشت عطا فرما اور اگر خدانخواستہ وہ کافر ہوں گے تو اس کا مطلب ہوگا کہ یا اللہ! انہیں ہدایت و ایمان نصیب فرما!''

(روح البیان ۵/۱۴۸)

ماں باپ کے لیے دعا نہ کرنا

ماں باپ کے لیے دعا کرنے میں غفلت نہیں کرنا چاہیے خواہ ماں باپ زندہ

ہوں یا دنیا سے رخصت ہو گئے ہوں ہر صورت ان کے لیے اولاد کو جس قدر ہو سکے زیادہ سے زیادہ دعا کرتے رہنا چاہیے اور کم از کم ہر نماز کے بعد جو قبولیت کا وقت ہے ان کے لیے دعا کرنا چاہیے جو اولاد ماں باپ کے لیے دعا نہ کرے وہ بد قسمت اولاد ہے۔ حدیث شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''اِذَا تَرَکَ الْعَبْدُ الدعاءَ لِلْوَالِدَیْنِ اَنَّہٗ یَنْقَطِعُ عَنْہُ الرِّزْقُ''

یعنی جب بندہ اپنے ماں باپ کے لیے دعا کرنا چھوڑ دے تو اس سے اس کے رزق میں کمی آجاتی ہے۔

(کنز العمال ۱۶/ ۷۰ ۴ رقم الحدیث: ۴۵۵۵۶ - روح البیان ۵/ ۱۴۸)

بہت سے لوگ اس بات سے غفلت کرتے ہیں کہ ماں باپ کے لیے دعائیں نہیں مانگتے اس لیے وہ روزی کے معاملہ میں تنگ دست ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ جس کی روزی تنگ ہو وہ ہر نماز کے بعد ماں باپ کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش اور بہشت کی دعا کرے اس کی روزی میں برکت ہوگی۔

﴿ماں باپ کی طرف سے صدقہ وخیرات﴾

اچھی اولاد وہ ہے جو اپنے ماں باپ کی طرف سے صدقہ وخیرات کا کام کرے اور بہترین صدقہ وخیرات دین کے کاموں میں اپنا مال خرچ کر کے اس کا ثواب والدین کو ہدیہ کرے اور دین کے کاموں میں مسجد کی تعمیر بھی ہے اور اس سے بہتر اہل سنت کی دینی تعلیمی درس گاہ میں حصہ لینا، ماہانہ وسالانہ تعاون کرنا ہال اور کمرے تعمیر کرا دینا جن پر ان کے ایصال ثواب کی تختی نصب کرا دینا تا کہ وہ ہمیشہ کے لیے ان کی یادگار رہے اور دیکھنے والے خوش ہو کر ان کے لیے دعا کرتے رہیں یہی صدقہ جاریہ ہے جس کا ثواب تا قیامت ماں باپ کو پہنچتا رہے گا۔

راقم نے اپنی ''مثنوی قادری'' میں شعر کہا ہے:

صدقہ جاریہ کن ز مادر پدر
کہ ثوابِ آں بماند تا حشر

یعنی ماں باپ کے لیے صدقہ جاریہ کرو کہ اس کا ثواب حشر تک رہے گا۔

﴿اِستغفار﴾

ساتھ ساتھ ماں باپ کے لیے اِستغفار (دعائے مغفرت) بھی کرتے رہیں۔ ان کے لیے دعائے مغفرت سے بہتر کوئی دعا نہیں ہے۔ چناں چہ تفسیر ''روح البیان'' میں ہے کہ

امام اِبن عُیینہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۸ھ سے میت کے لیے صدقہ کا پوچھا گیا کہ کیا صدقہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے؟

آپ نے فرمایا:

کُلُّ ذَالِكَ وَاصِلٌ اِلَیْهِ

ہر صدقہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔

پھر فرمایا:

ماں باپ کے لیے دعاؤں میں سے بہترین دعا دعائے مغفرت ہے۔

پھر آپ نے فرمایا:

وَ لَا شَیْءٌ اَنْفَعُ لَهٗ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ

ان کے لیے دعائے مغفرت سے بہتر کوئی دعا نہیں۔

اگر کوئی بہتر دعا ہوتی تو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اسی کا حکم دیتا اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ

''**اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَرْفَعُ دَرَجَةَ الْعَبْدِ الصَّالِحِ فِی الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ رَبِّ اَنّٰی لِیْ هٰذِهٖ فَيَقُوْلُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ**'' (مسند امام احمد ۲/۵۰۹)

''بے شک اللہ تعالیٰ نیک بندے کا جنت میں درجہ بلند کرتا ہے تو بندہ عرض کرتا ہے:

اے میرے رب! یہ میرا درجہ کہاں سے بلند ہوا؟

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"تیرے لیے تیرے بچے کی دعائے مغفرت کرنے سے۔"

اس سے ثابت ہوا کہ اولاد کی طرف سے ماں باپ کے لیے بہترین دعا دُعائے مغفرت ہے۔

﴿زیارتِ قبور﴾

ویسے تو علی العموم مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کو جانا اور وہاں ان کے لیے دعاء و ایصال ثواب کرنا سب مردوں اور عورتوں کے لیے باعث اجر و ثواب ہے کیوں کہ حدیث شریف میں ہے:

"كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ اَلَا فَزُوْرُوْهَا"

(المستدرک للحاکم ۱/۳۷۶-کنز العمال رقم الحدیث: ۴۲۵۵۵-مسند امام حبیب بن الربیع ۲/۲۳-تاریخ امام ابن عساکر ۱/۳،۲۳۵/۳۷۴-تاریخ کبیر امام بخاری ۲/۶،۲۸۷/۲۳۷)

یعنی میں تمہیں قبور کی زیارت سے منع کرتا تھا خبردار! قبروں کی زیارت کو جایا کرو!

اِس سلسلے میں بہت سی احادیث ہیں۔ اس حدیث کے تحت فقہ حنفی کی کتاب "نورالایضاح" میں ہے:

"نُدِبَ زِيَارَتُهَا لِلرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ عَلَى الْاَصَحِّ"

"بر بنائے صحیح ترین قول زیارت قبور مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے مستحب ہے۔"

اور عورتوں کے لیے جو بعض حدیثوں میں ممانعت آئی وہ اس صورت میں ہے کہ وہ وہاں جا کر رونا چلانا شروع کر دیں ورنہ ممانعت نہیں۔

اور مزید لکھتے ہیں:

"وَ التَّبَرُّكُ بِآثَارِ الصَّالِحِيْنَ"

"صالحین کے مزارات سے برکت حاصل کرنا اور اس کے لیے وہاں
ہے۔" (۳۳۳/۲)

سنتے اور جانتے ہیں

فر وجماعت کا مسلک ہے کہ اہل قبور زیارت کرنے
والوں کا کون ان کی قبر پر آیا ہے۔ چناں چہ علامہ طحطاوی
متوفی میں لکھتے ہیں کہ

۱۔ "قَال ادیثُ وَ الْاٰثَارُ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّ الزَّائِرَ
مَتٰی مع سَلَامَهٗ وَ اٰنَسَ بِهٖ"

(طحطاوی شرح مراقی ص ۳۴۰)

"(امام ورشید) علامہ امام ابن قیم نے فرمایا
کہ احاد کرتے ہیں کہ قبر کی زیارت کرنے
والا جب قو ں کا علم ہو جاتا ہے کہ فلاں آیا ہے
اور وہ اس کا

۲۔ دوسری حدیہ نح السند قرار دے کر طحطاوی شرح مراقی
میں امام ابن ھ کی کتاب "الاستذکار" اور کتاب
"التمہید" کے ت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

"مَا مِنْ اَحَدٍ كَانَ يَعْرِفُهٗ فِي الدُّنْيَا
فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِلَّا مَ"

طاوی ۳۴۱ والاستذکار ۲/۱۶۵ طبع بیروت)

"جو مسلمان اپنے مسـ ے جسے وہ دنیا میں جانتا
پہچانتا تھا پھر وہ اسے ہانتا اور اس کے سلام کا

جواب دیتا ہے۔''

آدابِ زیارتِ قبور

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۰۵ھ ''احیاء علوم الدین'' میں فرماتے ہیں کہ

''وَ الْمُسْتَحَبُّ فِی زِیارَۃِ الْقُبُوْرِ اَنْ یَقِفَ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَۃِ مُسْتَقْبِلاً بِوَجْہِ الْمَیِّتِ وَ اَنْ یُسَلِّمَ وَ لاَ یَمْسَحَ الْقَبْرَ وَ لاَ یَمَسَّہٗ وَ لاَ یُقَبِّلَہٗ فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَادَۃِ النَّصَارٰی'' (احیاء العلوم ۴/۵۲۲)

زیارتِ قبور میں مستحب یہ ہے کہ قبلہ کی طرف پیٹھ اور صاحب قبر کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور یہ کہ سلام کرے اور قبر کو ہاتھ نہ لگائے اور نہ ہی بوسہ دے کہ یہ عیسائیوں کا طریقہ ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''زُوْرُوْا اَمْوَاتَکُمْ وَ سَلِّمُوْا عَلَیْھِمْ فَاِنَّ لَکُمْ فِیْھِمْ عِبْرَۃً''

ترجمہ: ''اپنے فوت شدہ لوگوں کی قبروں کی زیارت کیا کرو اور ان کو سلام کہو بے شک تمہارے لیے ان فوت شدگان میں عبرت ہے۔''

(احیاء علوم الدین ۴/۵۲۱)

غرضے کہ علی العموم قبور کی زیارت مستحب اور علی الخصوص ماں باپ کے مزارات کی زیارت نہ صرف مستحب ہے بلکہ یہ اولاد پر ماں باپ کا حق بھی ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

۱- ''مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَیْہِ اَوْ اَحَدِھِمَا فِیْ کُلِّ جُمُعَۃٍ کَانَ بَارًا''

''جس نے ماں باپ یا ان میں سے ایک کی قبر کی ہر جمعہ کو زیارت کی وہ ماں باپ سے حسن سلوک کرنے والا لکھا جائے گا۔'' (روح البیان ۵/۱۴۸)

۲- دوسری حدیث شریف میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَیْہِ اَوْ اَحَدِھِمَا اِحْتِسَابًا کَانَ کَعَدْلِ حَجَّۃٍ

مَبْرُوْرَةٍ وَمَنْ كَانَ زَوَّارًا لَهُمَا زَارَتِ الْمَلَائِكَةُ قَبْرَهُ''

(کنز العمال: ۴۵۵۴۴ - اتحاف السادة المتقین ۱۴/ ۲۷۲)

جو شخص اپنے ماں باپ یا ان میں سے ایک کی قبر کی ثواب کی نیت سے زیارت کرے اسے حج مقبول کے برابر ثواب ملے گا اور جو شخص اپنے ماں باپ کی زندگی میں اور ان کے مرنے کے بعد ان کی قبر کی بہت ہی زیارت کرنے والا ہو گا اس کے مرنے کے بعد فرشتے اس کی قبر کی زیارت کو آیا کریں گے۔

حدیث کا لفظ ''زَوَّارًا لَهُمَا'' عام ہے اس میں قبر کی تخصیص نہیں ہے لہٰذا معنی یہ ہو گا کہ جو شخص اپنے ماں باپ کی ان کی زندگی میں بار بار اور بہ کثرت ان کی زیارت کرے انہیں بار بار دیکھے اور اسی طرح ان کی وفات کے بعد ان کی قبروں پر کثرت سے حاضری دے جب وہ مرے گا تو اس کے ماں باپ کی اس خدمت اور بار بار زیارت کے بدلے فرشتے اس کی قبر پر زیارت کو آیا کریں گے۔

۳- تیسری حدیث میں ہے کہ

''مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَيْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِيْ جُمُعَةٍ غُفِرَلَهٗ وَ كُتِبَ بَرًّا''

''جو ہر جمعہ کو اپنے ماں باپ یا ان میں سے ایک کی قبر کی زیارت کرے گا اسے بخش دیا جائے گا اور وہ اللہ کے ہاں ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا لکھا جائے گا۔'' (کنز العمال ۴۵۵۴۳ - اتحاف سادة المتقین ۱۴/ ۲۷۱)

دونوں کی قبروں کی زیارت کا مطلب یہ ہے کہ جب دونوں ماں باپ دنیا سے رخصت ہو گئے ہوں یا ان میں سے ایک کی قبر کی زیارت کا مطلب ہے کہ ان میں ایک کا انتقال ہو گیا اور ایک زندہ ہے یا ان میں سے ایک کی قبر قریب ہے کہ ہر جمعہ کو وہاں حاضری دینا ممکن ہے اور دوسرے کی قبر شریف اس قدر دور ہے کہ ہر جمعہ کو وہاں جانا ممکن ہی نہیں ہے اس صورت میں جب بھی فرصت ہو وہاں کا سفر کر کے جائے اور حاضری دے جیسے راقم الحروف ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری ﷫ کے والد ماجد کی قبر

شریف یہاں قریب ماڈل ٹاؤن کے قبرستان میں ہے راقم کوشش کرتا ہے کہ ہر جمعہ کو حاضری دے مگر والدہ صاحبہ کا مزار بہت دور ضلع مظفر گڑھ موضع بھنڈا مہربان حضرت شاہ جمال رحمۃ اللہ علیہ کے قبرستان میں ہے تو وہاں راقم کو بہت کم حاضری کا موقع ملتا ہے البتہ راقم ہر نماز میں اور نمازوں کے بعد ان کے لیے دعائے مغفرت ضرور کرتا ہے بلکہ اپنے ساس وسسر اور بیٹے محمد انور اور دیگر عزیز و اقارب و اساتذہ و احباب مشائخ کے لیے بھی روزانہ دعائے مغفرت کرتا ہے۔

''کَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْرًا'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولاد کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ ماں باپ کے لیے دعائے رحمت کرتے ہوئے اپنے بچپن کے زمانہ کو یاد کریں جس میں وہ مکمل طور پر ماں باپ کے محتاج تھے ماں باپ اولاد کو دودھ پلاتے پھر اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلاتے پھر پیشاب و پاخانہ کراتے جب کہ ماں باپ اولاد کی یہ ساری خدمت کمال محبت وشفقت سے کرتے اور ذرہ بھر نفرت نہ کرتے تھے، ساتھ ساتھ دعائیں دیتے کہ یا اللہ! ہمارے بچوں کو جوان کر، نیک کر، طاقت ور کر، ہمارا فرماں بردار کر اور بڑی عمر والا کر وغیرہ اب اولاد کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہو رہا ہے کہ ''وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا''

''اور دعا کرو کہ اے میرے رب! جیسا کہ ان دونوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا اسی طرح تو ان دونوں پر رحمت فرما!''

۴۔ چوتھی حدیث میں ہے کہ

''مَنْ زَارَ قَبْرَ وَالِدَيْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ فَقَرَاَ عِنْدَهٗ يٰسٓ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ بِعَدَدِ كُلِّ حَرْفٍ مِنْهَا''

''جس نے اپنے ماں باپ دونوں کی یا ایک کی قبر کی جمعہ کے دن زیارت کی اور اس کے پاس سورۂ یٰس کی تلاوت کی تو اللہ حروف کی گنتی کے برابر اس کے گناہوں کی بخشش فرمائے گا۔'' (اتحاف السادۃ المتقین ۱۴/۲۷۲)

بلاشبہ ماں باپ انسان کے لیے اللہ کی عظیم الشان نعمت ہیں ان کے ساتھ حسن سلوک اولاد کے لیے دنیا میں برکتوں کا سبب اور ان کے دنیا سے پردہ کرنے کے بعد بھی اولاد کے لیے بخشش و آخرت کی ترقی کا ذریعہ ہیں۔

۲۷ اپریل ۲۰۰۸ء بہ روز اتوار لاہور کے اخبارات میں شائع ہوا کہ ایک لڑکی جو اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر اپنی سہیلی کے گھر جا کر رہنے لگی ماں باپ نے اس کی سہیلی کے خلاف ہائی کورٹ میں مقدمہ درج کیا کہ اس لڑکی نے ہماری لڑکی کو اغوا کر کے حبس بے جا میں رکھا ہوا ہے اور ہمارے پاس گھر نہیں آنے دیتی ہائی کورٹ نے دونوں لڑکیوں کو عدالت میں حاضر کیا تو لڑکی نے بیان دیا کہ وہ اپنی مرضی سے اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر اپنی سہیلی کے ہاں رہ رہی ہے اور وہ آئندہ بھی اپنے ماں باپ کے ہاں رہنے کی بجائے اپنی خوشی سے اپنی سہیلی کے ہاں رہنا چاہتی ہے عدالت میں اس لڑکی کے ماں باپ رو پڑے جس سے سارا ماحول غم زدہ ہو گیا عدالت نے لڑکی کو اس کی سہیلی کے ساتھ جانے کی اجازت تو دے دی مگر اسے یہ کہہ دیا کہ وہ ٹھیک نہیں کر رہی ماں باپ کو ناراض کرنے والی اولاد آخر میں پچھتاتی ہے لہٰذا تو اپنے ماں باپ کو چھوڑنے پر ضرور پچھتائے گی۔

بلاشبہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اولاد کے لیے ماں باپ سے بڑھ کر لوگوں میں کوئی ہستی شفیق و مہربان اور خیر خواہ نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اولاد کو دوسروں کی خوشی کی بجائے ہر صورت ماں باپ کی خوشی کو ترجیح دینا چاہیے۔

خدمت کا حق ادا نہیں ہو سکتا

مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی:

”یا رسول اللہ! میرے ماں باپ بڑھاپے کی وجہ سے نہایت ضعیف و کم زور ہو چکے ہیں میں شروع سے ہی ان کی خدمت کرتا چلا آ رہا ہوں اب تو ان کی کم زوری کا وہی حال ہے جو ان کے ہاتھ میں میرے بچپن کا تھا کہ

وہ مجھے پیشاب، پاخانہ کراتے اپنے ہاتھ سے کھلاتے میرے کپڑے بدلتے اب اسی طرح میں ان کی خدمت کا فریضہ انجام دے رہا ہوں اور ان شاءاللہ تعالیٰ ان کے مرتے دم تک یہ خدمت انجام دیتا رہوں گا کیا میں جو یہ خدمت انجام دے رہا ہوں اس سے ان کی خدمت کا حق ادا ہو جائے گا؟"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"لَا فَاِنَّهُمَا كَانَا يَفْعَلَانِ ذٰلِكَ وَ هُمَا يُحِبَّانِ بَقَاءَ كَ وَ اَنْتَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ وَ اَنْتَ تُرِيْدُ مَوْتَهُمَا" (روح البیان ۵/۱۴۸، ۱۴۹)

"نہیں تم کسی طرح بھی ان کا حق ادا نہیں کر سکتے اس لیے کہ وہ تمہارے بچپن میں تمہاری خدمت کرتے اور تمہاری عمر درازی کی خواہش رکھتے تھے اور اس کے برعکس تم ان کی خدمت کرنے کے ساتھ ان کی موت کے منتظر ہو۔"

اللہ اکبر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں کس قدر سبق ہے کہ عام طور پر اولاد ماں باپ کی ضعیفی اور نہایت کم زوری و بے بسی کی حالت میں خدمت تو کرتی ہے مگر اس بات کا بھی ان کو خیال آتا ہے کہ بس یہ چند دن یعنی تھوڑے عرصہ کے مہمان ہیں مگر نیک اولاد کو اس کی بجائے ان کی بے حد خدمت کے ساتھ اللہ سے یہ دعا کرتے رہنا چاہیے کہ یا اللہ میرے ماں باپ کو صحت و سلامتی کے ساتھ مزید عمر عطا فرما تا کہ میں تا دیر ان کی خدمت کرنے کی سعادت حاصل کر سکوں۔ اس لیے بعد میں ارشاد فرمایا:

"رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ"

"تمہارا مالک ہر اس خیال کو خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ اس بات کو خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں گذرتی ہے کہ تم اپنے ماں باپ کی خدمت کو ایک بوجھ سمجھ کر کرتے اور ان کی موت کے منتظر ہو یا ان کی

خدمت کو اپنی نہایت خوش قسمتی سمجھتے ہوئے انجام دیتے اور ساتھ ساتھ ان کی صحت و سلامتی کے ساتھ ان کے لیے درازی عمر کی دعا کرتے اور خواہش و آرزو رکھتے ہو۔

''اِنْ تَكُوْنُوْا صَالِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا''

''اگر تم نیک ہو تو بے شک اللہ بہت رجوع کرنے والوں کے لیے بہت مہربان ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ نافرمانی کی بجائے اگر کسی کے دل میں ماں باپ کی نافرمانی کی بجائے ان کی خدمت کا بہت سا جذبہ اور شوق ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس نیک جذبہ کو خوب جانتا ہے اور اگر ان سے کبھی کبھار ماں باپ کی خدمت میں کسی قسم کی کوتاہی جس پر وہ پچھتا رہا ہے اور آئندہ کوتاہی نہ کرنے کا اللہ سے عہد کر رہا ہے تو اللہ اس کے لیے بہت مہربان ہے اسے معاف فرمانے والا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۰۵ھ فرماتے ہیں کہ

''اکثر علما کا فرمان ہے کہ اگر کسی کو ماں باپ نے کسی ایسے کام کا حکم دیا جس کا شریعت میں حرام و ناجائز ہونا واضح نہیں ہے بلکہ شبہہ ہے کہ جائز ہو اور یہ بھی شبہ ہے کہ ناجائز ہے ایسی صورت میں ماں باپ کے فرمان پر عمل کرنا اور وہ کام کر ڈالنا واجب ہوگا البتہ جس کا ناجائز ہونا شریعت میں واضح ہے ان کے کہنے پر وہ کام نہ کریں کیوں کہ اللہ و رسول کی اطاعت ماں باپ کی اطاعت سے مقدم ہے۔'' (روح البیان ۱۴۹/۵)

ماں باپ کے درمیان اختلاف

اگر ماں باپ کے درمیان خدانخواستہ کسی بات میں اختلاف ہو جائے باپ اولاد سے کہے کہ یہ کام کرو مگر ماں اس سے منع کرے جب کہ شریعت میں اس کام کے

کرنے اور نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں تو ایسی صورت میں باپ کا کہنا مانے کیوں کہ باپ ماں کے مقابلہ میں زیادہ محترم و معظم یعنی زیادہ لائق احترام ہے کیوں کہ انسان کا نسب باپ کے حوالہ سے چلتا ہے البتہ اگر ایک ہی وقت میں ماں کو بھی خدمت کی ضرورت ہے اور والد کو بھی تو پہلے ماں کی خدمت کرے پھر باپ کی کرے اگر ماں نے اولاد سے ایک چیز مانگی اور وہ چیز باپ نے بھی مانگی تو پہلے ماں کو دے پھر باپ کو۔

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر ماں باپ خرچہ کے محتاج ہیں تو اولاد پر واجب ہے کہ انہیں حسب طاقت خرچہ دے اور اگر دونوں کو نہیں دے سکتا ایک کو ہی دے سکتا ہے تو پہلے فوری طور پر ماں کو دے پھر باپ کے لیے خرچہ لانے کی کوشش کرے کیوں کہ ماں ہی نے اولاد کو نو ماہ پیٹ میں اُٹھائے رکھا اور طرح طرح کی تکلیفیں اُٹھائیں، اپنے آپ کو بے آرام کر کے اولاد کو آرام پہنچایا۔ اپنی چھاتی سے دودھ پلایا، تربیت کی، خدمت کی، پیشاب پاخانہ کرایا، ہمیشہ صاف ستھرا رکھا، خود بھوکی رہی بچے کو پہلے کھلایا پلایا۔

ایک شاعر نے خوب کہا:

جنت سرائے مادرانست زیر قدمات مادرانست
روزے بکن ای خدائے مارا چیزے کہ رضائے مادرانست

"جنت ماؤں کی حویلی ہے، ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ اے ہمارے خدا! تو اس دن ہمارے ساتھ (قیامت میں) وہی کر جس میں ماؤں کی خوشی ہے۔"

باپ کا حق

بلاشبہ باپ کا بھی اپنی جگہ بڑا ہی حق ہے جس کا اندازہ اس حدیث سے بہ خوبی لگایا جا سکتا ہے کہ

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے باپ کے

متعلق شکوہ کیا:

یارسول اللہ! میرا باپ میرے گھر آتا ہے اور مجھ سے پوچھے بغیر میرا مال لے جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باپ کو بلایا۔ وہ بوڑھا تھا لاٹھی کے سہارے چل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی:

یارسول اللہ! ایک زمانہ تھا کہ یہ میرا بچہ تھا کمزور تھا اور اس کے پاس کچھ نہ تھا اور میں جوان و طاقت ور تھا اور مال دار تھا کہ کمانے والا تھا، یہ میرا ہی کھاتا پیتا اور میری کمائی سے پلتا اور اپنی ہر حاجت پوری کرتا تھا اور میں اسے دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا تھا اللہ کی شان کہ اب میں بوڑھا ہو گیا، کم زور ہو گیا، کمانے کے قابل نہ رہا جب کہ یہ طاقت ور ہے اور کماتا ہے اور اس کے باوجود میرے بارے میں کنجوسی کرتا ہے میں مجبور ہو کر اس کے گھر سے کچھ لوں تو یہ خوش ہونے کی بجائے اُلٹا ناراض ہوتا ہے کیا احسان کا بدلہ اسی طرح ہے جیسا یہ کر رہا ہے؟

اس کی یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور فرمایا:

صرف میں ہی نہیں رویا بلکہ "مَا مِنْ حَجَرٍ وَ لَا مَدَرٍ يَسْمَعُ هٰذَا اِلَّا بَكٰى" جس جس پتھر اور جس جس ڈھیلے نے اس کے باپ کی یہ بات سنی وہ رو پڑا۔

پھر اس بیٹے سے فرمایا کہ "اَنْتَ وَ مَالُكَ لِاَبِيْكَ" تو اور تیرا مال تیرے باپ ہی کا ہے۔"

(روح البیان ۱۴۹/۵، مسند احمد ۲۰۴/۲، ابوداؤد ۳۵۳۰، ابن ماجہ ۲۲۹۲، بیہقی شریف ۴۸۰/۷)

یعنی تو اپنے ہاتھ پاؤں اور مال کے ذریعے اپنے باپ کی خدمت کر، تجھے کوئی کام بتائے باقی کام چھوڑ کر اسے کر اور اگر تیرا باپ تجھ سے مال مانگے تو حاضر کر یہ تیرے لیے خوش قسمتی ہوگی۔

چار جنتی لوگ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''لَوْ لَا اَنِّیْ اَخَافُ تَغَیُّرَ الْاَحْوَالِ عَلَیْکُمْ مِنْ بَعْدِیْ لَاَمَرْتُکُمْ اَنْ تَشْهَدُوْا لِاَرْبَعَةِ اَصْنَافٍ بِالْجَنَّةِ (۱) اَوَّلُهُمْ اِمْرَئَةٌ وَهَبَتْ صَدَاقَهَا مِنْ زَوْجِهَا لِاَجْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی فَزَوْجُهَا رَاضٍ وَ (۲) الثانِیْ ذُوْ عَيَال كَثِيْرٍ مجهد فِی المعيشةِ لِاَجَلِهِمْ حَتّٰی يُطْعِمَهُمْ الْحَلَال و (۳) الثالثُ التَّائِبُ عَلٰی اَنْ لَّا يَعُوْدَ اِلَيْهِ اَبَدًا كَاللَّبَنِ لَا يَعُوْدُ الی الثدیِ و (۴) الرَّابِعُ الْبَارُّ بِوَالِدَيْهِ''

(روح البیان ۵/۱۳۹)

''اگر مجھے اپنے بعد تمہارے حالات کے تغیر وتبدیل ہونے کا خوف نہ ہوتا تو میں تمہیں حکم دیتا کہ تم چار لوگوں کے لیے جنتی ہونے کے گواہ ہو جاؤ پہلی وہ عورت جس نے محض اللہ کی رضا کے لیے اپنے خاوند کو حق مہر بخش دیا جب کہ اس کا خاوند اس کی اس بخشش سے خوش ہو دوسرا بڑے کنبہ والا یعنی زیادہ اہل وعیال والا شخص جو ان کے لیے محنت سے روزی کماتا ہے تا کہ وہ انہیں حلال کھلائے۔ تیسرا وہ شخص جو گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے کہ آئندہ کبھی گناہ کی طرف واپس نہیں جائے گا جیسے دودھ چھاتی کی طرف واپس نہیں جاتا۔ چوتھا وہ شخص جو اپنے ماں باپ سے بہترین سلوک کرے۔''

یہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر مجھے اپنے بعد تمہارے اوپر احوال کے مختلف ہونے اور بدلے جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تمہیں ان چار لوگوں کے جنتی ہونے کی گواہی دینے کا حکم دیتا'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں تمہیں ان کے جنتی ہونے کی

گواہی کا حکم دے دوں تو مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ وہ چار لوگ اس خوش خبری سے غلط فہمی میں نہ پڑ جائیں کہ جب وہ جنتی ہو گئے تو اب ان کو نماز و روزہ اور دیگر احکام شرع کے بجالانے کی ضرورت نہیں اس طرح وہ نماز و روزہ وغیرہ دوسرے احکام اسلام چھوڑ کر کہیں جہنمی نہ ہو جائیں جب کہ خالی یہ چار کام کرنے سے کوئی جنتی نہ ہو گا جب تک دوسرے فرائض و واجبات بجانہ لانے اور حرام کاموں سے پرہیز نہ کرے دیکھیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس صحابہ کرام کو جنتی ہونے کی خوشخبری دی مگر وہ اس خوش خبری سے مغرور نہ ہوئے بلکہ شکر گزار ہو کر سارے احکامِ شرع پر زندگی کے آخری لمحہ تک عمل کرتے رہے۔

دس جنتی صحابہ

وہ دس صحابہ کرام جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ یک وقت جنتی ہونے کی خوش خبری دی وہ یہ ہیں:

۱- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
۲- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
۳- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
۴- حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
۵- حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ
۶- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
۷- حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ
۸- حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ
۹- عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ
۱۰- ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

رباعی

ے دہ یار بہشتی اند قطعی ابو بکر و عمر علی و عثمان
سعید است و سعد و بو عبیدہ طلحہ و زبیر و عبد الرحمٰن

یہ دس حضرات وہ خوش قسمت ہیں کہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے جنت کی خوش خبری دی جبکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے صحابہ کرام سے جنت کا وعدہ فرمایا۔ چناں چہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى''

''اور اللہ نے سب (صحابہ رسول ﷺ) سے جنت کا وعدہ فرمالیا۔''

(سورۃ النساء:۹۵ و سورۃ الحدید:۱۰)

اس کے باوجود کہ سارے صحابہ کرام کو بالعموم اور ان دس کو بالخصوص اپنے جنتی ہونے کا یقین تھا اس کے باوجود وہ اس پر کبھی نہ مغرور ہوئے، نہ متکبر ہوئے نہ احکام الٰہی کی بجا آوری میں سست ہوئے اور نہ کبھی بھی کسی سے کہا کہ ہم تو جنتی ہیں بلکہ وہ اس کے باوجود انتہائی عاجزی وانکساری کا مظاہرہ کرتے نمازوں کی سختی سے پابندی کرتے۔ گڑگڑا کر رو رو کر آنسوں بہا بہا کر اللہ سے دعائیں مانگتے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے اسلام کی خدمت کے لیے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کرتے تھے آپس میں بے حد مہربان اور ایک دوسرے کے جان نثار تھے۔

حضور ﷺ کو علم تھا کہ میرے بعد حالات مختلف ہو جائیں گے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ اپنے جنتی ہونے کی خوش خبری سن کر مغرور ہو جائیں اور اسلام کے دیگر احکام پر عمل کرنا چھوڑ دیں بہر صورت ان چار لوگوں کو جن میں چوتھا ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے کو جنت کی خوش خبری مل گئی۔ بہ شرطے کہ وہ ایمان دار اور صحیح العقیدہ ہوں اور شریعت کے دوسرے احکام کو بجالانے والے ہوں۔

﴿ماں باپ کے لیے نصیحت﴾

اس کے باوجود ماں باپ کو اولاد کو مشکلات میں ڈالنے اور ان کے امتحان لینے سے پرہیز کرنا چاہیے ان کو ایسا کام نہ بتائیں جو ان کی طاقت بدنی یا طاقت مالی سے زیادہ ہو جس کے کرنے میں وہ دقت اور مشکل محسوس کریں اور پریشان ہوں بلکہ انہیں وہ کام بتائیں جو ان سے ہو سکیں جو ان کی بدنی اور مالی طاقت کے مطابق ہو اور ان کے بس میں ہو اگر کسی بچے یا بچی سے کبھی کوئی غفلت وسستی ہو جائے یا خدمت میں کمی سرزد ہو تو اس سے ناراض ہو کر اس کو برا بھلا نہ کہیں بلکہ اس کے لیے نیک دعا کریں تا کہ وہ

آئندہ خدمت کرنے کی سعادت حاصل کرنے میں کسی کوتاہی کے مرتکب نہ ہوں۔

کمال اختیار

تفسیر ''روح البیان'' میں ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ''میرا ایک بیٹا ہے تیس سال ہو گئے ہیں کہ میں نے اسے کوئی کام نہیں بتایا اور اس سے کوئی فرمائش نہیں کی اس ڈر کے مارے کہ کہیں خدانخواستہ وہ میرا کہنا ماننے اور میری فرمائش کے پورا کرنے میں اگر غفلت یا سستی کرے تو میرے دل میں رنج پیدا ہوگا اور ناراضگی پیدا ہوگی تو اس کے نتیجے میں میرے بیٹے سے اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوگا جس کے نتیجے میں اسے کوئی دشواری اور مشکل پیش آسکتی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میرے بیٹے کو کوئی مشکل یا دشواری یا دکھ درد پیش آئے بلکہ چاہتا ہوں کہ وہ ہمیشہ خوش رہے لہذا میں نے تیس سال سے اسے کوئی کام نہیں بتایا، البتہ وہ خود ہی میری خدمت کا جذبہ رکھتا اور میری ضروریات کو محسوس کر کے خود ہی انہیں پورا کرتا ہے۔'' (تفسیر روح البیان ۱۴۹/۵)

آج کا نازک دور

آج کا نازک دور بلاشبہ انتہائی قابل افسوس دور ہے دین سے دوری کا دور ہے، لوگ خود بھی دین نہیں سیکھتے اور اولاد کو بھی نہیں سکھاتے اور اولاد کو نہ اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی خبر ہے اور نہ ہی ماں باپ کے حقوق وآداب کا علم ہے جس کی وجہ سے صورت حال کچھ یوں ہے:

۱۔ ہیچ رحمے نہ برادر بہ برادر دارد ہیچ شوقے نہ پدر را بہ پسری بینم

''کسی بھائی کو اپنے بھائی سے ہمدردی نہیں ہے اور نہ ہی میں باپ کی اولاد سے کوئی شوق ومحبت دیکھتا ہوں۔''

۲- دختراں راہمہ جنگست وجدل بامادر   پسراں را ہمہ بد خواہ پدری بینم

"بیٹیاں ہیں تو ہر وقت ماں سے لڑ رہی ہیں، بیٹوں کو اپنے باپ کا سب سے بڑا دشمن دیکھتا ہوں۔"

۳- جاہلاں راہمہ شربت زگلابست وعسل   قوتِ دانا ہمہ از قوت جگری بینم

"جاہل لوگوں کے لیے شربت گلاب وشہد ہے مگر علما کو خونِ جگر پیتا دیکھتا ہوں۔"

۴- اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالان   طوق زرین ہمہ برگردن خری بینم

"عربی گھوڑا تو زین کے نیچے زخمی ہوا پڑا ہے جبکہ گدھے کی گردن میں سونے کا ہار دیکھتا ہوں۔"

شاعر بزرگ نے غیر اسلامی معاشرہ کی تصویر کھینچ کر قوم کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ وہ اپنے معاشرہ کی ابتر صورت حال پر غور کرے جس میں دین سے دوری نے قوم کو ناانصافی اور بے راہ روی پر گامزن کر رکھا ہے جس کے نتیجے میں بیٹیاں دنیاوی تعلیم تو حاصل کر لیتی ہیں مگر دینی تعلیم سے جاہل رہتی ہیں جس کی وجہ ماں باپ کے آداب سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ہر وقت ماں سے لڑتی رہتی ہیں اور بیٹے بھی دنیاوی تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود دین سے مطلق بے خبر ہوتے ہیں، نہ قرآن کی خبر اور نہ سنت کا علم رکھتے ہیں جس کے نتیجے میں خود غرض ہو جاتے ہیں۔

اگر باپ نے دوسری شادی کر لی تو بیٹے اس پر باپ کے دشمن ہو جاتے ہیں حالاں کہ شریعت نے مرد کو دو دو تین تین اور چار چار شادیوں کی اجازت دی ہے۔ "بہارِ شریعت" میں شریعت کا مسئلہ لکھا ہے کہ اگر باپ دوسری شادی کرے تو بیٹوں کو اس پر باپ سے تعاون کرنا چاہیے مگر شریعت اور دین سے بے خبر باپ سے تعاون کرنے کی بجائے اس کے دشمن ہو کر باپ کے قتل سے باز نہیں آتے۔

اس قسم کا ایک واقعہ حال ہی میں روزنامہ "وقت"، لاہور مورخہ پیر ۱۲ مئی ۲۰۰۸ء

میں شائع ہوا۔ ملاحظہ فرمایئے اور اس بیٹے کی بدقسمتی کا حال دیکھئے جس نے دوسری شادی پر باپ کو قتل کر دیا:

﴿صنعت کار کے قتل کا معمہ حل، بیٹا قاتل نکلا﴾

لاہور (جنرل رپورٹر) سی آئی اے پولیس سٹی ڈویژن نے معروف صنعت کار مقامی سٹیل ملز کے مالک کے اندھے قتل کی واردات کا سراغ لگا لیا۔ مقتول کو اس کے حقیقی بیٹے نے (ف) نامی خاتون سے دوسری خفیہ شادی کی رنجش میں کرائے کے قاتلوں کی مدد سے قتل کرایا تھا اور بعد ازاں (ف) نامی خاتون پر قتل کا مقدمہ درج کرا دیا تھا۔ تفصیلات کے مطابق گزشتہ سال 15 دسمبر کو جب اپنی دوسری بیوی کے ہم راہ مارکیٹ سے واپس گھر آئے تو گاڑی سے اُترتے ہی دو موٹر سائیکل سواروں نے انہیں فائرنگ کر کے زخمی کر دیا اور بعد ازاں وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جاں بہ حق ہو گیا۔ مقتول کے حقیقی بیٹے نے اپنے والد کی دوسری بیوی کے خلاف مقدمہ درج کرایا۔ ڈی آئی جی انویسٹی گیشن نے مقدمہ کی تفتیش ڈی ایس پی سی آئی اے امجد قریشی کی سربراہی میں انسپکٹر عظمت حیات و دیگر اہل کاروں پر مشتمل ایک خصوصی ٹیم کے سپرد کی اور جب پولیس ٹیم نے اپنی تفتیش کے دائرہ کار کو آگے بڑھایا تو یہ ثابت ہوا کہ مقتول کے حقیقی بیٹے نے اپنے والد کی (ف) نامی خاتون سے دوسری شادی کی رنجش میں کرائے کے 2 قاتلوں کی خدمات حاصل کی تھیں۔ پولیس نے حقیقی بیٹے اور ایک اجرتی قاتل کو گرفتار کر لیا ہے اور بیٹے نے دورانِ تفتیش اپنے والد کے قتل کا اقرار بھی کر لیا ہے۔ مفرور ملزمان کی گرفتاری کے لیے بھی خصوصی ٹیم تشکیل دی گئی ہے۔

کسی عام شخص کا قتل تو ویسے بھی انتہائی بڑا جرم ہے اور باپ کا قتل (معاذ اللہ) ایک ایسا بڑا گناہ ہے کہ اس کے بعد شرک وکفر ہی بڑا گناہ رہ جاتا ہے پھر میں سمجھتا ہوں کہ اس میں والدین کا بھی قصور ہے جو اپنی اولاد کو دنیاداری تو سکھاتے ہیں مگر دین نہیں سکھاتے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ ذی شان ہے کہ

''عَلِّمُوْا اَوْلَادَکُمُ الْقُرْآنَ''

''اپنی اولاد کو قرآن کا عالم بناؤ!'' (مسند الربیع بن حبیب ۱/۶)

اگر اولاد قرآن کی عالم ہو تو وہ ماں باپ کا نہ صرف ادب واحترام بجالائے گی بلکہ ماں باپ پر اپنی جان بھی قربان کرنے کو تیار ہو گی۔

جاہل وعالم

شاعر نے اگلی بات جو فرمائی ہے وہ بھی غور طلب ہے کہ ہمارے معاشرہ میں جہالت کی قدر ہے مگر علم کی کوئی قدر نہیں، جاہل اور بے شرع نعت خوان مزے کر رہے ہیں قوم محافل نعت کے پیچھے پڑ گئی ہے اور محافل قرآن کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا گیا ہے ساری ساری رات علم سے ناواقف شاعروں کا اوٹ پٹانگ کلام ساری ساری رات سنیں گے بے تحاشہ داد دیں گے لاکھوں روپے لٹائیں مگر قرآن کا وعظ نہیں رکھیں گے نہ حسنِ قراءت کی محفل سجائیں گے نہ قرآن کریم کے درس رکھیں گے ماسوائے چند اشخاص کے پوری قوم سنی کہلانے والی سنت مصطفےٰ یعنی قرآن سننا سنانا اور اسے دوسروں تک پہنچانے کے فریضہ سے بے خبر ہو گئی ہے جاہلوں کی نعت خوانی پر بے تحاشہ روپے لٹا رہے ہیں انہیں چاندی سے تول رہے ہیں مگر علما جو سال ہا سال کی محنت کر کے علم کی دولت جمع کر کے قوم کو مشن نبوی کتاب وسنت واسلامی علوم سے بہرہ ور کرتے ہیں ان کی قوم حوصلہ افزائی کرنے کی بجائے ان کی حوصلہ شکنی کر رہی ہے مدرسے ویران ہوتے جا رہے ہیں، سنیوں کی کتابیں دوسروں کے مقابلہ میں مارکیٹ میں برائے نام ہیں، کاش کہ سنی علم کی قدر کرتے اور ان علما کو ان کا صحیح مقام دیتے، جو علما درس وتدریس وتصنیف وتالیف میں نمایاں اور پیش پیش ہیں ان کی مالی مدد کرتے انہیں چاندی میں تولتے تو نہ صرف علم کی عزت افزائی ہوتی بلکہ ایسے سنیوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے اور ان کے مدارس وعلمی مراکز ترقی کرتے جس سے اہل سنت مسلک کو چار چاند لگ جاتے۔ غرضے کہ شاعر قوم کا رونا رو رہا ہے کہ جاہل تو گلاب و

شہد کے شربت پی رہے ہیں جب کہ علما خونِ جگر پی رہے ہیں گویا گدھوں کے گلے میں سونے کے ہار ڈالے جا رہے ہیں اور عربی گھوڑے زین کے نیچے زخمی ہو کر تڑپ رہے ہیں۔

سرمایہ کا ضیاع

سنی حضرات جس طرح دولت و سرمایہ کا ضیاع کر رہے ہیں اس کی مثال نہیں ملتی، گیارھویں اور میلادوں اور عرسوں اور غلافوں اور خانقاہوں پر بے دریغ دولت خرچ کر رہے ہیں جب کہ ان کے دینی مدرسے تعاون نہ ہونے سے ویران ہوتے جا رہے ہیں حالاں کہ دینی مدارس پر خرچ کرنا سب سے بڑا فریضہ ہے جس سے سنی غافل و بے خبر ہوئے بیٹھے ہیں۔

یہ ہماری گفتگو گذشتہ اشعار کی تشریح میں ضمنی طور پر تھی شاعر نے جو کچھ کہا سچ کہا مگر اس نے یہ ان گھرانوں کی تصویر کھینچی جو خود بھی دین سے دور ہیں اور اولاد کو بھی دین سے دور رکھتے ہیں الحمدللہ ہم لوگ جو دین کے خدمت گار ہیں ہمارے اہل و عیال اور ہمارے بچے دین سے باخبر ہونے کی وجہ سے ہمارے بے حد فرماں بردار ہیں۔ الحمدللہ علیٰ ذلک۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت یحییٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ایک نبی ہوئے ہیں۔ سورۂ مریم میں اللہ تعالیٰ قرآن میں ان کی تعریف کرتے ہوئے ان کی پانچ خوبیاں بیان فرماتا ہے:

۱۔ ایک یہ کہ ہم نے ان کو حَنَّان بنایا یعنی مہربان اور رحم دل کیا۔

یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ماں باپ کو چاہیے کہ اولاد کو رحم دلی اور مہربانی کے واقعات سنا کر انہیں رحم دل اور مہربان بنایا جائے تاکہ وہ بڑے ہو کر سب سے پہلے اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں پر مہربان و رحم دل ہو جائیں۔ تفسیر ''روح

البیان'' میں ہے کہ

''وَ اٰتَیْنَاہُ رَحْمَۃً عَظِیْمَۃً فِی قَلْبِہٖ وَ شَفْقَۃً عَلٰی اَبَوَیْہِ وَ غَیْرِھِمَا'' (۳۱۹/۵)

''ہم نے عام مخلوق کے حق میں بالعموم اور ماں باپ کے حق میں خصوصاً اس کے دل میں بڑی شفقت و رحمت ڈالی۔''

۲- دوسری یہ کہ ''زَکٰوۃً'' وہ سراپا زکوٰۃ تھے۔

زکوٰۃ کا معنی ہے پاکیزگی جیسے مال کی زکوٰۃ دینے سے وہ پاکیزہ صاف ستھرا ہو جاتا ہے ایسے ہی انسان جو رحم دل اور مہربان اور خاص کر ماں باپ پر جان چھڑکنے والا ہوتا ہے دل و دماغ اور باطن کے لحاظ سے پاکیزہ و صاف ستھرا ہو جاتا ہے۔ تفسیر ''روح البیان'' میں ہے کہ

زکوٰۃ سے مراد زکوٰۃ واجبہ کے معنی نہیں بلکہ زکوٰۃ مستحبہ و صدقہ مستحبہ بھی مراد ہو سکتا ہے اس لحاظ سے معنی ہوگا۔

''اَیْ تَصَدَّقَ بِہٖ عَلٰی اَبَوَیْہِ'' یعنی ہم نے اسے ماں باپ پر مال خرچ کرنے والا بنایا۔ (روح البیان ۳۱۹/۵)

۳- تیسری یہ کہ ''کَانَ تَقِیًّا'' وہ اللہ سے ڈرنے والے تھے۔ انہوں نے کبھی گناہ کا ارادہ تک نہ کیا کیوں کہ وہ نبی ہیں اور نبی گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔

۴- چوتھا وصف یہ رکھتے تھے کہ ''بَرًّا بِوَالِدَیْہِ'' اپنے ماں باپ سے بہت ہی اچھا سلوک کرنے والے تھے۔

''روح البیان'' میں ہے کہ

''اَیْ بَارًّا بِھَا لَطِیْفًا بِھِمَا مُحْسِنًا اِلَیْھِمَا'' (روح البیان ۳۱۹/۵)

وہ اپنے ماں باپ سے بہترین سلوک کرنے والے، ان پر بہت مہربانی کرنے والے اور ان پر احسان کرنے والے تھے۔

یادرہے کہ اولاد ماں باپ پر جس قدر بھی جان چھڑ کے اور ان کے لیے قربانیاں دے اسے ان پر احسان نہیں کہا جائے گا بلکہ بدلۂ احسان کہا جائے گا جو ماں باپ کے احسانات کا مل بدلہ نہیں ایک ناقص سا بدلہ ہی کہا جائے گا۔

والدہ کو حج کرایا

میں نے ایک کتاب پڑھی کہ ایک شخص کی والدہ بہت ضعیف وکم زور تھی کہ چل پھر نہیں سکتی تھی بیٹے نے اسے اپنے کندھوں پر بٹھا کر پورا حج کرایا، طواف کرائے، کندھوں پر بٹھا کر صفا ومروہ کے درمیان سعی کرائی اور کندھوں پر بٹھا کر منیٰ لے گیا وہاں سے عرفات پھر عرفات سے مزدلفہ پھر مزدلفہ سے واپس منیٰ لایا پھر کندھوں پر ہی بٹھا کر شیطان کو کنکریاں مروائیں پھر واپس طواف زیارت کرایا۔ یہ سب کچھ اپنے کندھوں پر ہی والدہ کو بٹھا کر کرایا جب فارغ ہوا تو اللہ کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کیا اور عرض کی:

یااللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے ماں کا حق پرورش ادا کرنے کی توفیق دی۔

غیب سے ندا آئی:

اے میرے بندے! غلط فہمی میں نہ پڑنا کہ تو نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا یہ تو نے جو کچھ کیا تیری ماں نے جو تجھے نو ماہ اپنے پیٹ میں اُٹھائے رکھا، اس کی ایک رات کا بھی حق ادا نہیں ہوا۔

اس پر وہ بہت رویا اور اعتراف واقرار کیا کہ وہ غلط فہمی میں تھا کہ اس نے ماں کا حق ادا کر دیا۔

بلاشبہ جو خدمت ماں کی اسے کرنے کی توفیق ہوئی وہ ماں کے اس حق میں سے ذرا بھر کی ادائیگی سے بڑھ کر نہیں ہے جو ماں نے اسے نو ماہ تک اپنے پیٹ میں اُٹھائے رکھا۔

زیارتِ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام

تفسیر ''روح البیان'' میں ہے کہ ایک اللہ کے ولی سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ

''میں اس صحرا میں تھا جس میں بنی اسرائیل چالیس سال تک بھٹکتے رہے تو میں نے وہاں ایک بڑی خوب صورت وخوب سیرت شخصیت کے مالک بزرگ کو اپنے ساتھ چلتے دیکھا جو میرے ساتھ ساتھ چل رہے تھے مجھے اس پر تعجب ہوا کہ یہ حضرت کون ہیں تو میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا یعنی یہ بات ڈالی گئی کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ میں نے مزید تسلی کے لیے ان سے بھی پوچھا کہ

آپ کو اللہ تعالیٰ کے اس حق کی قسم جو آپ پر ہے آپ مجھے بتائیں کہ آپ کون ہیں؟

انہوں نے فرمایا کہ

'اَنَا اَخُوْكَ الْخَضِرُ'

میں آپ کا بھائی خضر ہوں۔

تو میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے عرض کی کہ

میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔

انہوں نے فرمایا:

پوچھیے!

میں نے ان سے سوال کیا کہ

'بِاَیِّ وَسِیْلَةٍ رَاَیْتُكَ؟'

میں نے آپ کو کس وسیلے سے دیکھا؟

یعنی میری خوش قسمتی اور سعادت مندی اور نیک بختی ہے کہ نہ صرف میں

نے آپ کی زیارت کا شرف حاصل کیا جس کیلیے بڑے بڑے صالحین ترستے رہتے ہیں بلکہ آپ کو میں نے اپنے ساتھ ساتھ چلتے پایا۔ اس میں میری خوش قسمتی کا وسیلہ وذریعہ اور سبب کیا ہے؟ اور میری کون سی نیکی ہے جس کی برکت سے مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی؟

حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا کہ

''بِبِرِّكَ اُمَّكَ'' (روح البیان ۳۲۱/۵)

یعنی تم جو اپنی ماں کے ساتھ بہترین سلوک اور اس کی تہ دل سے خدمت کرتے ہو اس کی برکت سے تمہیں یہ شرف حاصل ہوا'' (کما فی المقاصد الحسنة للامام السخاوی رحمۃ اللہ علیہ)

صاحب تفسیر ''روح البیان'' اس کے بعد لکھتے ہیں:

''فَعَلَی الْعَاقِلِ اَنْ یَّکُوْنَ بَارًّا بِوَالِدَیْهِ مُطْلَقًا فَاِنَّ الْبِرَّ یَهْدِیْ اِلَی الْجَنَّةِ وَ دَار الْکَرَامَةِ وَ یُبَشِّرُ فِیْ شَدَائِدِ الْاَحْوَالِ بِالْاَمْنِ وَ الْاَمَانِ وَ اَنْوَاعِ السَّلَامَةِ'' (۳۲۱/۵)

یعنی عقل مند پر فرض ہے کہ وہ اپنے جسمانی اور روحانی (استاذ و پیرومرشد ایسے) ماں باپ کے ساتھ بہترین سلوک کرے بلاشبہ ان سے بہترین سلوک کرنا جنت ایسے عظیم الشان گھر کی طرف لے جائے گا سخت مصیبتوں سے امن وامان کے ساتھ محفوظ وسلامت رہنے کی خوش خبری دے گا۔

اللہ تعالیٰ کی زبردست وصیت

''وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ وَّ فِصَالُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَ اِلَیَّ الْمَصِیْرُO وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤی اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ

صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا وَ اتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ'' (لقمان:۱۴،۱۵)

''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ (کے ساتھ اچھا سلوک کرنے) کے بارے میں تاکید فرمائی اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اُسے (پیٹ میں) اُٹھائے رکھا اور اس کا دودھ چھوڑانا دو برس میں ہے (اور ہم نے انسان سے فرمایا) کہ میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر کر (آخر میں تم سب کو) میری ہی طرف پھرنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں پوری کوشش سے تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں (یا میری نافرمانی کا حکم دیں) تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں بھلائی کے ساتھ (اچھی طرح) ان کے ساتھ نباہ کر اور ہر اس (مومن) شخص کے راستہ پر چل جس نے میری طرف رُجوع کیا پھر (قیامت کو) تم سب کو میری ہی طرف پھرنا ہے تو میں تمہیں وہ سب کچھ بتاؤں گا جو تم (دنیا میں) کرتے تھے۔'' (عمدۃ البیان ص:۶۷۴)

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے لفظ وصیت یعنی ''وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ'' فرما کر انسان کو زبردست وصیت و تاکید فرمائی کہ ایک تو اپنی ماں کی اس تکلیف پر ہمیشہ نظر کرے جو اس نے اسے دن رات اپنے پیٹ میں نو ماہ اُٹھا کر پھر دو سال تک دودھ پلا کر برداشت کی اس کے بدلے اسے بھی اپنی ماں کو آرام پہنچانے کے لیے ہر طرح کی تکلیف اِنتہائی خوشی سے برداشت کرنا چاہیے اور اسے اپنی خوش قسمتی سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ماں کی خدمت کا موقع بخشا ہے۔ چناں چہ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک سائل، جس نے پوچھا کہ میں کس سے بہترین سلوک کروں؟ کو فرمایا:

''اُمَّکَ ثُمَّ اُمَّکَ ثُمَّ اُمَّکَ''

ماں سے بہترین سلوک کر پھر ماں سے۔

اس کے بعد فرمایا:

"ثُمَّ اَبَاكَ"

پھر باپ سے بہترین سلوک کر۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ اے انسان! میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر گذار بن یعنی ہر وقت میرا اور ماں باپ کا شکریہ ادا کرتا رہ۔ شکریہ ادا کرنے کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ اور ماں باپ کی اطاعت وفرماں برداری خوش دلی سے کرتے رہنا چاہیے، غفلت اور سستی نہیں کرنا چاہیے۔

اس کے بعد فرمایا:

"وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا"

دنیا میں ماں باپ کے ساتھ بڑی خوب صورتی سے نباہ کر!

ان کی کسی نصیحت اور ڈانٹ کا بُرا نہ ماننا بلکہ ماں باپ کی نصیحت اور ڈانٹ ڈپٹ کو اپنے لیے ایسے فائدہ بخش سمجھ کر قبول کر جیسے مریض ڈاکٹر کی دوا کو بڑی خوشی سے قبول کرتا اور پیتا ہے پھر تندرست ہو جاتا ہے اسی طرح جو اولاد اپنے ماں باپ کی کسی بات کا بُرا مناتی ہے وہ ایسے ہے جیسے مریض ڈاکٹر کی طرف سے دوا پینے کی بات کا بُرا منائے۔

استاذ ومرشد کا مقام

یاد رہے کہ جس استاذ ومرشد سے دین سیکھا اس کا درجہ ماں باپ سے بڑھ کر ہے چناں چہ تفسیر "روح البیان" میں ہے کہ

"ثُمَّ حَقُّ الْمُعَلِّمِ فِی الشُّكْرِ فَوْقَ حَقِّ الْوَالِدَیْنِ" (۷/۷۸)

پھر شکر گزاری میں دینی استاذ ومرشد کا حق ماں باپ کے حق سے اوپر ہے۔

یعنی استاذ ومرشد جو عالم دین ہیں اور اپنے شاگردوں اور مریدوں کو دین (قرآن وسنت واسلامی فقہ) کی تعلیم دیتے ہیں شکر گزاری میں ان کا درجہ اور حق ماں باپ کے حق سے اوپر ہے شاگرد اور مرید کو چاہیے کہ وہ ان کا ادب واحترام اور شکر و

اطاعت پوری طرح بجالائے۔

سکندر بادشاہ

سکندر بادشاہ جو بہت بڑا عالم بھی تھا اور عقل مند بھی کمال کا تھا اس کے بارے میں تفسیر ''روح البیان'' میں ہے کہ وہ اپنے استاذ، جس سے دین سیکھا تھا کا ادب باپ سے بھی زیادہ کرتا تھا اس سلسلے میں اس سے سوال کیا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ اپنے استاذ دینی کا ادب واحترام ماں باپ سے بڑھ کر کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

''اَبِیْ حَطَّنِیْ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ وَ مُؤَدِّبِیْ رَفَعَنِیْ مِنَ الْاَرْضِ اِلَی السَّمَآءِ''

میں اپنے استاذ دینی کا ادب باپ سے بڑھ کر اس لیے کرتا ہوں کہ باپ مجھے آسمان سے زمین پر لایا (کہ میرے دنیا میں آنے کا سبب بنا) اور میرے دینی استاذ نے مجھے دین کی تعلیم دے کر زمین سے آسمان پر پہنچا دیا یعنی استاذ دینی کے طفیل دین کا شعور اور اللہ تعالٰی کا عرفان نصیب ہوا جس نے مجھے روحانی طور پر آسمان پر پہنچا دیا۔ (تفسیر روح البیان ۷/۸۷)

چناں چہ شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

؎ من ملک بودم وفردوس بریں جایم بود

آدم آورد دریں دیر خراب آبادم

یعنی میں فرشتہ تھا اور بہشت بلند میری جگہ تھی حضرت آدم (علیہ السلام) مجھے اس خراب جگہ (دنیا) میں لے آئے۔

بزرج مہر

بزرج مہر ایران کے بادشاہ کے وزیر تھے وہ اپنے استاذ کی جس نے انہیں دین و مذہب کی تعلیم دی تھی اپنے باپ سے بڑھ کر تعظیم کرتے تھے۔ اس سلسلے میں ان سے پوچھا گیا کہ

آپ اپنے معلم دینی یعنی استاذ دینی کی تعظیم باپ سے بڑھ کر کیوں کرتے ہیں؟

انہوں نے جواب دیا:

''لِاَنَّ اَبِیْ سَبَبُ الْحَیَاۃِ الْفَانِیَۃِ وَ مُعَلِّمِیْ سَبَبُ حَیَاتِیْ الْبَاقِیَۃِ'' (روح البیان:۷/۷۹)

اس لیے کہ میرا باپ میری فانی زندگی کا سبب ہے اور میرا دین سکھانے والا استاذ میری دائمی زندگی کا سبب ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے لیے وہ ہستی سب سے زیادہ قابل احترام ہے جو ہستی آپ کو دین سکھائے، آخرت کی فکر کرے اور اللہ و رسول کی پہچان کرائے۔ لہٰذا علمائے دین پوری قوم مسلم کے لیے باپ سے زیادہ درجہ رکھتے ہیں کہ وہ قوم کو دین سکھاتے اور اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ کی پہچان کراتے ہیں۔

''قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰہُ وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ'' (الاحقاف:۱۵)

اُس نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس (اسلام کی) نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ (ابو قحافہ اور ام الخیر) پر فرمائی اور یہ کہ میں وہ نیک کام کرتا رہوں جسے تو پسند فرمائے اور میرے لیے میری اولاد میں (بھی ایمان و اسلام کی) نیکی رکھ دے بے شک میں تیری طرف لوٹ آیا اور بے شک میں (تیرے) فرماں برداروں میں سے ہوں۔'' (عمدۃ البیان)

یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان سے تعلق رکھتی ہے اور اُمت کی تعلیم کے لیے ان کی بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا کہ سب مسلمانوں کو

ایسی ہی دعا کرتے رہنا چاہیے اس میں خصوصاً ماں باپ کے لیے نیک جذبات رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو اسلام کی دولت بخشی اور مجھے بھی اس پر شکر کی توفیق دے۔

ماں باپ کے اِسلام پر شکر

مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت اسلام کے شکر کے ساتھ اپنے ماں باپ پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت اسلام کا شکر ادا کیا۔ ''لِاَنَّ النِّعْمَةَ عَلَيْهِمَا نِعْمَةٌ عَلَيْهِ'' (روح البیان ۸/۴۷۴)

کیوں کہ کسی کے ماں باپ پر جو اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اور احسان ہوتا ہے وہ اولاد پر بھی ہوتا ہے کیوں کہ اولاد کو اس سے فائدہ اور فیض حاصل ہوتا ہے خواہ نعمت و احسان دنیاوی ہو یا دینی ہو۔

نیک عمل

''وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا''

مجھے نیک عمل کی توفیق دے!

یہاں نیک عمل سے پانچوں نمازوں اور دیگر نیک کاموں کی توفیق کی دعا ہے جس میں سب قولی و بدنی و مالی عبادتیں اور نیکیاں آجاتی ہیں اس میں اس بات کی طرف اشارہ بھی ہے کہ نیک عمل کی توفیق اللہ ہی دیتا ہے بندے کو تو جب نیک عمل کرنے کی سعادت حاصل ہو تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اس کو اس نیک عمل کی توفیق دی۔ سخاوت کرے تو جسے مال دے اس پر احسان بھی نہ جتلائے بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے ایک سائل کو بھیج کر مجھے اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق دی۔

قُبّہ نور میں ایک نوجوان

تفسیر ''روح البیان'' میں امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ایک واقعہ لکھا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان وداؤد علیہما السلام کی طرف وحی بھیجی کہ آپ ساحل سمندر پر جائیں ایک عجیب چیز دیکھیں گے تو حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے جنوں اور انسانوں کے ساتھیوں کے ساتھ نکلے جب ساحل سمندر پر پہنچے تو دائیں اور بائیں طرف نظر ڈالی آپ کو کوئی عجیب چیز نظر نہ آئی تو ایک ماہر جن کو حکم دیا کہ سمندر میں غوطہ لگائے اور کوئی عجیب چیز نظر آئے تو اسے نکال لائے تو اس نے غوطہ لگایا اور ایک گھنٹہ کے بعد باہر نکلا مگر اسے کہیں کوئی عجیب چیز نظر نہ آئی پھر آپ نے اس سے بڑے ماہر جن کو غوطہ لگانے کا حکم دیا اس نے بھی غوطہ لگایا اور گھنٹہ کے بعد باہر آیا مگر اسے بھی کوئی عجیب چیز نظر نہ آئی آخر آپ نے اللہ کی کتاب (زبور) کے بڑے عالم اور وزیر حضرت آصف بن برخیا جو ملکۂ سبا بلقیس کا تخت پل بھر میں لے آیا تھا کو حکم دیا کہ تم غوطہ لگاؤ جو عجیب چیز ملے اسے لے آؤ آصف بن برخیا نے سمندر میں شاندار غوطہ لگایا تو ایک عظیم الشان قبہ (گنبد والا خوب صورت) کافور کا بنا ہوا (مکان) نکال لایا جس کے موتیوں کے چار دروازے تھے، ایک دروازہ جوہر کا ایک کا رنگ سبز زبرجد اور ایک دروازہ سرخ یاقوت کا تھا اور سب کے سب دروازہ کھلے تھے مگر ان میں سمندر کے پانی کا ایک قطرہ تک نہ تھا جبکہ وہ قبہ (عالی شان محل) سمندر کی انتہائی گہرائی میں تھا۔

آصف بن برخیا نے وہ شاندار محل حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کے آگے لا کر رکھ دیا آپ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نوجوان اس میں کھڑا نماز پڑھ رہا ہے اس کا لباس نہایت صاف ستھرا اور خوب صورت ہے حضرت سلیمان علیہ السلام اس محل میں داخل ہو گئے اس جوان کو سلام کیا اور اس سے سوال کیا کہ اے نوجوان آپ اس شاندار محل میں کیسے آئے؟

ماں باپ کی دعا

اس نے کہا کہ
اے اللہ کے نبی! میرا باپ ٹانگوں سے معذور تھا اور میری ماں نابینا تھی اسے کچھ نظر نہ آتا تھا میں نے اپنے ان ماں باپ کی (۷۰) ستر سال خدمت کی تو جب میری ماں کا وقت وفات آیا اور میں اس کی خدمت میں حاضر تھا اور وہ مجھ سے بہت خوش تھی تو اس نے اس وقت میرے لیے یوں دعا کی کہ
''اَللّٰھُمَّ اَطِلْ حَیَاۃَ ابْنِیْ فِیْ طَاعَتِكَ''
اے اللہ! میرے اس بیٹے کی اپنی فرماں برداری میں عمر دراز فرما!
پھر جب میرے والد کی وفات کا وقت قریب آیا اور وہ بھی مجھ سے خوش تھے تو انہوں نے میرے لیے یوں دعا فرمائی کہ
''اَللّٰھُمَّ اسْتَخْدِمْ وَلَدِیْ فِیْ مَكَانٍ لَّا یَكُوْنُ لِلشَّیْطَانِ عَلَیْهِ سَبِیْلٌ'' (روح البیان ۸/۴۷۶)
اے اللہ! میرے بیٹے کو ایسی اپنی عبادت کی توفیق عطا فرما جہاں شیطان اسے پریشان نہ کر سکے۔
تو میں نے اپنے ماں باپ کو دفن کرنے کے بعد اس ساحل سمندر پہ عظیم الشان محل دیکھا اور اس میں داخل ہو گیا تا کہ اسے دیکھوں اتنے میں ایک فرشتہ آیا تو اس نے عالی شان محل کو اٹھا کر سمندر کی گہرائی میں جا کر رکھ دیا اور میں اس عالی شان محل میں سمندر کی گہرائی کے اندر رہ گیا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس نوجوان سے پوچھا کہ
یہ تمہارا واقعہ کس زمانہ میں ہوا؟
اس نے کہا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کی بات ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے تاریخ میں نظر ڈالی تو دو ہزار چار سو سال گذر چکے تھے اور وہ نوجوان تھا اس میں کسی قسم کے بڑھاپے کے آثار ونشانات نہ تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ

اس سمندر کی گہرائی میں آپ کا کھانا پینا کیا تھا؟

اس نے عرض کی کہ

اے اللہ کے نبی! روزانہ ایک سبز پرندہ اپنی چونچ میں آدمی کے سر کی طرح گول گول چیز میرے پاس لاتا تھا میں اسے کھاتا تو دنیا جہان کی ہر نعمت کی خوشبو اور ذائقہ میں اس میں پاتا تھا تو اس سے میری بھوک اور پیاس ختم ہو جاتی اور گرمی اور سردی بھی باقی نہیں رہتی نہ ہی نیند آتی اور نہ ہی اونگھ نہ تھکاوٹ اور نہ گھبراہٹ ہوتی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس نوجوان سے پوچھا کہ

کیا آپ میرے ہاں رہنا پسند کرتے ہیں یا میں آپ کو اس شان دار محل میں واپس سمندر کی گہرائی میں بھیج دوں؟

اس نے عرض کی:

مجھے واپس بھیج دیں!

آپ نے حضرت آصف بن برخیا کو حکم دیا کہ اسے وہاں پہنچا دو جہاں سے اُٹھالائے تھے۔

تو حضرت آصف بن برخیا نے اس نوجوان کو اس کے شاہی محل سمیت وہاں سمندر کی گہرائی میں پہنچا دیا جہاں سے اسے اُٹھالائے تھے۔"

(روح البیان ۸/۲۷۷)

نصیحت حضرت سلیمان علیہ السلام

اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے حاضرین سے فرمایا کہ

"اُنْظُرُوْا كَيْفَ اسْتَجَابَ اللّٰهُ دُعَاءَ الْوَالِدَيْنِ فَاُحَذِّرُكُمْ عُقُوْقَ الْوَالِدَيْنِ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ" (روح البیان ۸/۴۷۷)

دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کے بارے میں اس کے والدین کی دعا کو کیسے قبول فرمایا۔ اللہ تم پر رحم کرے میں تمہیں ماں باپ کی نافرمانی سے ڈراتا ہوں۔

دُعائے والدین رد نہیں

صحیح حدیث میں ہے کہ

"دُعَاءُ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهٖ لَا يُرَدُّ" (روح البیان ۸/۴۷۷)

والد کی بچے کے خلاف بددعا نہیں لوٹائی جاتی۔

لہٰذا اولاد کو ماں باپ کی بددعا سے ڈرتے رہنا چاہیے اور والدین کو بھی چاہیے کہ اولاد پر شفقت و رحمت کرتے رہیں کبھی خدانخواستہ اولاد سے کوئی نامناسب بات سرزد ہو تو ان کو بددعا دینے کی بجائے اللہ سے انہیں ہدایت دینے کی دعا کیا کریں۔

ماں کے قدموں میں جنت

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یارسول اللہ! میں جہاد پر جانا چاہتا ہوں میرے لیے کیا حکم ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص سے فرمایا:

"اَلَكَ وَالِدَةٌ؟"

کیا تیری ماں زندہ ہے؟

اس نے عرض کی کہ

ہاں میری ماں زندہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''فَالْزَمْهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ قَدَمَیْهَا''

جہاد پر نہ جا ماں کی خدمت کو اپنے لیے فرض سمجھ لے کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

جنت کہ سرائے مادران است
زیر قدمان مادرانست

یعنی جنت جو ماؤں کی گلی ہے ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے

روزے بکن اے خدائے مارا
چیزے کہ رضائے مادرانست

یعنی اے اللہ! ہمیں روزِ قیامت اِس طرح بنا کہ ہم وہ کریں جس میں ہماری ماؤں کی خوشی ہو۔'' (روح البیان ۸/۲۷۷)

ماں باپ کے حقوق احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں

ماں باپ میں سے حسنِ سلوک کا کون زیادہ حق دار

''عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ؟ قَالَ: "اُمُّكَ" قال: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: "اُمُّكَ" قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: "اُمُّكَ" قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قال: "اَبُوْكَ" وَ فِیْ رِوَايَةٍ: قَال: "اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثم اَبَاكَ، ثُمَّ اَدْنَاكَ''

(متفق علیہ مشکوٰۃ: ص ۴۱۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے (بارگاہِ رسالت میں) عرض کی:

اے اللہ کے رسول! میرے بہتر نباہ اور بہتر سلوک کا کون زیادہ حق دار ہے؟

فرمایا:

تیری ماں۔

اس نے عرض کی:

پھر کون؟

فرمایا:

تیری ماں۔

اس نے عرض کی:

پھر کون؟

فرمایا:

تیری ماں۔

اس نے عرض کی:

پھر کون؟

فرمایا:

تیرا باپ۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

تو اپنی ماں سے بہتر سلوک کر پھر اپنی ماں سے بہتر سلوک کر پھر اپنی ماں سے بہتر سلوک کر پھر اپنے باپ سے پھر اس سے جو زیادہ قریبی رشتہ دار ہو۔" (اس حدیث کو صاحب مشکوٰۃ نے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے مشکوٰۃ میں نقل کیا)

اِس حدیث میں ماں کے حق کو بڑی تاکید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے تین بار ماں کے حق کی اہمیت بیان فرمائی گئی کیوں کہ ماں نے بچے کو ایک تو نو ماہ پیٹ میں اُٹھانے کی تکلیف اُٹھائی پھر دوسری بار اُس کو جننے کی تکلیف اُٹھائی پھر تیسری بار اسے دودھ پلانے کی مشقت اُٹھائی۔ اس لیے حضور ﷺ نے تین بار اس کے حق کا ذکر فرمایا

چناں چہ قرآنِ کریم میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان تینوں مشقتوں کا ذکر فرمایا ہے۔

اس پر ملا علی قاری امام مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''وَ هِیَ تَعَبُ الْحَمْلِ وَ مَشَقَّةُ الْوَضْعِ وَ مِحْنَةُ الرِّضَاعِ''

(المرقاۃ ۸/۶۲۸)

ماں نے بچے کے بارے تین تین مشقتیں اُٹھائیں پیٹ میں نو ماہ اُٹھانے کی مشقت پھر جننے کی مشقت پھر دودھ پلانے کی مشقت۔

پھر درجہ باپ کا ہے پھر جو زیادہ قریب ہوں جیسے بہن بھائی، سوتیلی ماں اور خالہ اور ماموں اور چچے پھر ان کی اولادیں۔

﴿بوڑھے والدین کی خدمت اور حصولِ جنت﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ''۔

اس کا ناک خاک آلودہ ہو اس کا ناک خاک آلودہ ہو اس کا ناک خاک آلودہ ہو۔ تین بار فرمایا یعنی وہ ذلیل وخوار ہو وہ ذلیل وخوار ہو وہ ذلیل و خوار ہو۔

آپ سے عرض کی گئی کہ

اے اللہ کے رسول! کون ذلیل وخوار ہو؟

آپ نے فرمایا:

''مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ'' (مشکوٰۃ، ص ۴۱۸، مسلم شریف)

جس نے اپنے ماں باپ کو بڑھاپے کی حالت میں پایا ان دونوں میں سے ایک ہو یا دونوں ہوں پھر (ان کی خدمت سے محروم رہ کر) جنت میں داخل نہ ہوا۔

دو احتمال

اِس حدیث میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رَغِمَ اَنفُہٗ''

اِس میں دو احتمال ہیں جیسا کہ امام مکہ محدث علی بن سلطان قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''وَ ھُوَ اِخبَارٌ اَوْ دُعَاءٌ'' (المرقاۃ ۸/۶۴۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان خبر دینا بھی ہو سکتا ہے اور بد دعا بھی ہو سکتا ہے۔

خبر کی صورت میں یہ معنی ہو گا کہ آپ صحابہ کرام پھر ساری امت کو یہ خبر دے رہے ہیں کہ جس شخص نے اپنے ماں باپ میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے کی حالت میں پایا پھر ان کی خدمت سے محروم رہ کر جنت میں داخل نہ ہوا وہ ذلیل و خوار ہو گیا۔

یعنی روزِ قیامت ذلت و خواری اُٹھانی پڑے گی خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں اسے عزت نہ ملے گی اور بد دعا کی صورت میں معنی ہو گا جس نے اپنے ماں باپ میں سے کسی ایک کا یا دونوں کا بوڑھاپا پایا پھر ان کی خدمت نہ کی انہیں خوش نہ رکھا خدا اسے ذلیل و خوار کرے اور ظاہر ہے کہ انبیا علیہم السلام کی دعا قبول ہوتی ہے لہٰذا ماں باپ کو خوش اور راضی نہ رکھنے والا روز قیامت ہر صورت ذلیل و خوار ہو گا اس کے برعکس ماں باپ کی خدمت بجالانے اور ان کو خوش رکھنے والا روز قیامت عزت پائے گا۔

یہ حدیث صحیح ترمذی میں یوں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''رَغِمَ اَنفُ رَجُلٍ اَدْرَکَ عِندَہٗ اَبَوَاہُ الْکِبَرَ فَلَمْ یُدْخِلَاہُ الْجَنَّۃَ''۔

اس شخص کا ناک خاک آلودہ ہو جس کے ماں باپ نے اس کے ہاں بوڑھاپے کو پایا پھر انہوں نے اسے جنت میں داخل نہ کیا۔

حقیقت و مجاز

یاد رہے کہ اس حدیث میں جو اپنے بیٹے بیٹی کو ماں باپ کی طرف سے جنت میں

داخل کرنے کی نسبت کی گئی ہے۔ یہ نسبت مجازی ہے کیوں کہ جنت میں داخل کرنا حقیقت میں اللہ کا ہی کام ہے۔ علم معانی میں اس کو اسناد الفعل الی السبب کا نام دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی بزرگ کی دعا سے کوئی مشکل حل ہو گئی تو حقیقت میں مشکل کشا اللہ تعالیٰ اور مجازاً وہ بزرگ ہوا۔ اسی مجاز کی بنا پر نبی اور ولی کو مشکل کشا کہہ سکتے ہیں کہ ان کی دعاؤں سے وسیلوں سے مشکلیں ٹلتی ہیں اسے شرک کہنا غلط فہمی ہے۔ شرک تب ہو جب انہیں حقیقی مشکل کشا سمجھا جائے اور کوئی مسلمان اللہ کے سوا کسی کو حقیقی مشکل کشا نہیں سمجھتا۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص بڑا ہی بدقسمت اور ذلیل وخوار ہے جو ماں باپ کی نافرمانی کرنے اور ان کی خدمت نہ کرنے کی وجہ سے جنت میں شرح جانے سے محروم رہا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ''شرح صحیح مسلم'' میں فرماتے ہیں کہ

حدیث کا معنی یہ ہے کہ ماں باپ کے بوڑھاپے کے وقت ان کے ساتھ بھلائی کرنا ان کی خدمت کرنا جنت میں داخل ہونے کا باعث وسبب ہے اور جس نے ان کی خدمت میں کوتاہی کی وہ جنت میں داخل ہونے سے رہ گیا

لہٰذا اولاد پر فرض ہے کہ کبھی وہ ماں باپ کی شان میں کوئی ایسی بات نہ کہیں جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی اور جسے اس نے حرام ٹھہرایا اور ہر وہ بات جو ان کے دل کو رنج اور دکھ پہنچائے بلکہ اولاد کو ہر وہ کام کرنا اور بات کہنا چاہیے جس سے ماں باپ کا دل خوش ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے جسے امام حاکم اور امام ترمذی نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ وَ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انسلَخ قَبْلَ اَنْ يُّغْفَرَلَهٗ وَ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَكَ عِنْدَهٗ اَبَوَاهُ الْكِبَرُ فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ''

(المرقاۃ ۸/۶۴۹)

اس شخص کا ناک خاک آلود ہو جس کے ہاں میرا ذکر ہوا پھر اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا اور اس شخص کا ناک خاک آلودہ ہو جس پر ماہ رمضان داخل ہو پھر گذر گیا اس سے پہلے کہ اس کی بخشش ہو (یعنی اس نے روزے نہ رکھے) اور اس شخص کا ناک خاک آلودہ ہو جس کے پاس اس کے ماں باپ نے بوڑھاپا پایا پھر انہوں نے اسے جنت میں داخل نہ کیا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک آئے تو آپ پر درود ضرور بھیجا جائے بخل نہ کیا جائے برائے شوق ومحبت سے آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجا جائے اور یہ کہ ماہ رمضان آئے تو اس کے پورے روزے رکھے جائیں نماز تراویح پڑھی جائے اللہ سے بخشش کی دعائیں کی جائیں اور اس حدیث میں ماں باپ کی طرف اولاد کو جنت میں داخل کرنے کی نسبت ہے اور یہ نسبت مجازی ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں نیز اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جو اولاد ماں باپ کی عزت کرتی اور انہیں خوش رکھتی ہے وہ دنیا اور آخرت میں عزت پائے گی اور آگے ان کی اولاد بھی ان کی ویسی عزت کرے گی جو وہ اپنے ماں باپ کی عزت کرتے ہوں گے اور یہ کہ جو اولاد اپنے ماں باپ کی عزت نہ کرے گی اور ان کو خوش نہ رکھے گی وہ دنیا وآخرت میں عزت نہ پائے گی۔

ماں باپ کی ڈانٹ ڈپٹ کا بُرا نہ منائیں!

یاد رکھیے کہ اولاد کے لیے ماں باپ کی ڈانٹ ڈپٹ حقیقت میں اولاد کی بھلائی خیرخواہی اور کمال ہمدردی اور کمال شفقت پر مبنی ہے اولاد کو اس کا برا نہ منانا چاہیے بلکہ اپنے آپ کو اچھی اولاد ثابت کرنا اور ماں باپ کی اچھی توقعات کے مطابق بنانے کی کوشش کرنا چاہیے۔ میں نے بصیر پور (ضلع اوکاڑہ) میں واقع مرکزی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے سابق مہتمم شیخ الحدیث قبلہ مفتی محمد نور اللہ نعیمی بصیر پوری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا جن کے صاحب زادے علمائے دین ہیں وہ اس قدر اپنے ماں باپ کا ادب کرتے ہیں کہ

اس کی مثال کم ملتی ہے۔ اپنے ابا حضور کے ہاتھوں اور پاؤں کو چومتے اور ان کی ہر بات کو اپنے لیے حرفِ آخر سمجھتے۔ ایک بار حضرت نے ناراض ہو کر اپنے ایک صاحب زادے کی طرف اپنا جوتا پھینکا جو ان کی پنڈلی پر جا لگا۔ صاحب زادہ صاحب نے بڑے ادب سے جوتا اُٹھایا اور اسے صاف کیا اور ان کے پاؤں کے پاس لا کر رکھ دیا اور عرض کی: حضور! غلطی ہو گئی معاف فرما دیں! حضرت صاحب زادے کا کمال ادب دیکھ کر مسکرا پڑے اور صاحب زادے کو دعائیں دینے لگے۔ آج حضرت قبلہ دنیا میں نہیں رہے مگر ان کے صاحب زادے کو اپنے ابا حضور کے کمال ادب اور کمال فرماں برداری نے اس قدر اونچا کیا کہ آج لوگ ان کے ہاتھ پاؤں چومتے ہیں اور بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ (میری مراد حضرت شیخ الحدیث صاحب زادہ مولانا محبّ اللہ نوری زیدہ مجدہٗ ہے)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کی کہ تیری بارگاہ میں میرا کون سا عمل پسند ہے تاکہ میں اس کو زیادہ کروں حکم ہوا کہ تمہارا یہ فعل ہم کو بہت پسند آیا کہ زمانۂ بچپن میں جب تمہاری ماں تمہیں مارا کرتی تھی تو تم مار کھا کر بھی اسی کی طرف دوڑتے تھے۔

(تذکرہ غوثیہ مرتبہ مولانا گل حسن شاہ صاحب ص ۲۵۹ مطبوعہ خزینۂ علم و ادب، الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور)

یہ ہے ماں باپ سے کمال محبت کہ موسیٰ علیہ السلام کو ماں مار رہی ہے پھر بھی وہ اسی سے لپٹ کر ایک سچے اور نیک اور فرماں بردار بیٹے کا ثبوت دے رہے ہیں اور عملاً بتا رہے ہیں کہ میری ماں کا مجھے مارنا ازراہِ شفقت اور میری اصلاح کے لیے ہے لہٰذا ماں سے لپٹنا چاہیے۔

خون کے رشتے سے پہلے دین کا رشتہ

حضرت اسما بنت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میری ماں میرے پاس

آئی اور وہ ابھی تک اسلام نہیں لائی تھی۔ یہ قریش کا زمانہ تھا۔ کہتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ

اے اللہ کے رسول! میری ماں میرے پاس آئی ہے اور اسلام لانے سے انکار کرتی ہے یا اسلام کی طرف مائل ہے مگر اسلام لائی نہیں ہے کیا میں اس سے اچھا سلوک کروں؟

آپ نے فرمایا:

ہاں اس سے اچھا سلوک کرو!

حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا تو اس وقت اسلام لا چکی تھیں مگر ان کی والدہ ابھی تک اسلام نہ لائی تھی اور وہ اپنی بیٹی سے ملنے اور کچھ مدد لینے آئی تھی حضرت اسما رضی اللہ عنہا نے ماں کے رشتے کے مقابلہ میں اللہ و رسول اور اسلام کے رشتہ کو ترجیح دی کہ جب تک رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہ لے لی اس وقت تک ماں سے حسن سلوک نہ کیا اور مدد نہ کی۔

﴿ماؤں کی نافرمانی حرام﴾

حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

"اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ وَ وَاْدَ الْبَنَاتِ وَ مَنْعَ وَهَاتِ وَ كَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَ قَالَ وَ كَثْرَةَ السُّؤَالِ وَ اِضَاعَةَ الْمَالِ" (متفق علیہ، مشکوٰۃ ص ۴۱۹)

بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی حرام ٹھہرائی اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا حرام ٹھہرایا اور بخل کرنے کے ساتھ ساتھ مانگنے سے بھی منع کیا اور فضول باتوں سے منع کیا ہے اور بہت مانگنے سے اور مال ضائع کرنے سے منع کیا۔

اِس حدیث میں چھ چیزوں سے اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کا بیان ہے:

۱- ماؤں کی نافرمانی کرنے سے منع کیا کہ ماں جو جائز کام بتائے اولاد کو اس کا پورا کرنا فرض ہے ظاہر ہے کہ باپ کے درجہ سے ماں کا درجہ اوپر ہے تو یہاں خود بہ خود سمجھا جا سکتا ہے کہ باپ بھی جو جائز کام بتائے یا جائز چیز کی خواہش کرے اولاد کو اس پر عمل کرنا چاہیے۔ ''بہارِ شریعت'' میں ہے کہ دوسری شادی جائز ہے اگر کسی کا باپ دوسری شادی کی خواہش کرے تو اولاد کو اس کی مدد کرنا چاہیے بہ شرطے کہ اولاد کو یقین ہو کہ باپ عدل وانصاف والا ہے وہ دوسری شادی کر کے ان کی سگی اور سوتیلی ماؤں میں انصاف کرے گا اگر وہ یہ جانتے ہوں کہ ان کا باپ شرع شریف کا پابند نہیں ہے دوسری شادی کر کے ناانصافی کا مرتکب ہو گا اور باپ کے کردار سے انہیں اس بات کا یقین ہے تو پھر باپ کو دوسری شادی کا مشورہ نہ دیں تا کہ وہ دوسری شادی کر کے ظلم کا مرتکب نہ ہو۔

۲- جاہلیت کے دور میں لوگ اپنی بچیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے جو بہت بڑا ظلم تھا اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کیا بلکہ رسول اللہ ﷺ نے بچیوں کو گھر کے لیے باعث رحمت قرار دیا اور فرمایا

جو شخص بچیوں کو اچھی طرح پالے پھر ان کی شادیاں کرے وہ اللہ سے بڑی جزا کا حق دار ہوگا۔

۳- ''منع وھات'' کا مطلب ہے کہ ایک شخص کے پاس مال ہو جسے وہ اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا جمع کرتا جاتا ہے بلکہ اور مانگتا ہے ''ھَاتِ'' تا کی کسرہ کے ساتھ اس کا معنی ہے: ''اَعْطِ'' یعنی دے! مطلب یہ ہے کہ مال ہوتے ہوئے دوسرے کو کہتا ہے مجھے دے ایسا کرنا منع ہے یعنی اس سے بھی اللہ نے منع فرمایا کہ جب تمہارے پاس مال ہے تو اسے خرچ کرو ایسا نہ کرو کہ اسے تو جمع اپنے لیے کرتے جاؤ اور لوگوں سے زیادہ مانگتے جاؤ ہاں اگر کسی کے پاس مال ہے جو اس کی ذاتی یا دینی ضرورت کے لیے کافی نہیں ہے تو اسے ضرورت کے لیے

مانگنا جائز ہے بالخصوص دین کے لیے مانگنا تو سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اس کے بغیر دین کا کام نہ چلے گا دین کی ترقی رک جائے گی جس میں پوری امت کا نقصان ہے۔

۴- اور ''قیل وقال'' یعنی فضول گفتگو سے بھی اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ فضول گفتگو کرنے والا اللہ کے ہاں گنہگار اور لوگوں کے ہاں بے عزت و بے وقار ہوتا ہے اور خاص کر اپنی زبان کو لوگوں کے غیب اور چغل خوری سے تو ہر صورت محفوظ رکھنا چاہیے۔

۵- کثرتِ سوال یعنی بہت مانگنے سے بھی اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا مطلب یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ سوال نہ کرے۔

۶- اضاعۃ المال یعنی مال کو فضول کاموں میں خرچ کرنے سے بھی اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا اس کو اسراف اور فضول خرچی کہتے ہیں ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارے پاس جو مال ہے وہ اللہ کی امانت ہے لہٰذا اسے خرچ بھی وہاں کرنا چاہیے جہاں اس کی مرضی ہو تا کہ ہماری مرضی اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشا سے مل جائے۔ ہمیں اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع رکھتے ہوئے ہر کام کرنا چاہیے اور بالخصوص مال وہاں خرچ کرنا جہاں اس کی خوشی ہو۔

﴿ماں باپ کو گالی دینا﴾

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''مِنَ الْکَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَیْهِ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَ هَلْ یَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَیْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ یَسُبُّ الرَّجُلُ فَیَسُبُّ اَبَاهُ وَ یَسُبُّ اُمَّهٗ فَیَسُبُّ اُمَّهٗ'' (متفق علیہ مشکوۃ: ص۴۱۹)

ماں باپ کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

صحابہ نے عرض کی:

یارسول اللہ! کیا کوئی ماں باپ کو گالی دے سکتا ہے؟

فرمایا:

ہاں وہ اس طرح کہ ایک شخص کسی کے باپ کو گالی دے گا تو وہ اس کے باپ کو گالی دے گا اور اس کی ماں کو گالی دے گا تو وہ اس کی ماں کو گالی دے۔

ماں باپ کو گالی دینا خواہ بہ راہِ راست ہو یا بالواسطہ ہو گناہ کبیرہ ہے۔ بہ راہِ راست کی صورت یہ ہے کوئی اپنے ماں باپ کو ان کے منہ پر یا پیٹھ پیچھے برا کہے یعنی ایسا لفظ کہے جو گالی کی حیثیت رکھتا ہو اور بالواسطہ کی صورت یہ ہے کہ کسی کے ماں باپ کو بُرا کہا جائے جس کے جواب میں وہ اس کے ماں باپ کو بُرا کہے ماں باپ کا ادب ہر صورت ضروری ہے انسان کے لیے لازم ہے کہ اپنے ماں باپ کو کبھی بُرا نہ کہے اور نہ ہی کسی اور کو اس بات کا موقع دے کہ وہ اس کے ماں باپ کو بُرا کہے۔

﴿ماں باپ کے دوستوں کا ادب﴾

"عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ان مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ صِلَۃُ الرَّجُلِ اَھْلَ وُدِّ اَبِیْہِ بَعْدَ اَنْ یُّوَلِّیَ" (رواہ مسلم مشکوٰۃ: ص۴۱۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باپ کے ساتھ بہترین سلوک میں سے اس کے غائب ہونے کے بعد اس کے دوستوں سے اچھا سلوک کرنا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ سوتیلی ماں سے بھی بہتر سلوک کیا جائے کہ وہ بھی باپ کے دوستوں اور خیر خواہوں میں سے ہے کیوں کہ انسان کی بیوی ہی انسان کا اچھا دوست اور اچھا خیر خواہ ہے یعنی ماں باپ کے بعد بیوی انسان کی ہر وقت اس کے دکھ درد کی ساتھی ہے۔

اس حدیث میں اگرچہ باپ کا ذکر ہے تاہم اس میں ماں بھی شامل ہے کہ ماں

کے رخصت ہونے (فوت ہونے) کے بعد اس کی سہیلیوں سے اچھا سلوک کرنا اور ان کی حتی الامکان دل جوئی اور مدد کرنا۔ اسی طرح دودھ کی ماں اور اس کی سہیلیوں کا ادب بھی ضروری ہے۔ سنت مصطفیٰ ہے جس کی آپ نے قولاً اور عملاً تاکید فرمائی۔

حضور اکرم ﷺ کا طرزِ عمل

حضور اکرم ﷺ کا طرزِ عمل ملاحظہ فرمائیے! حدیث شریف میں ہے:

ایک بوڑھی خاتون حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ نے اس کا احترام فرمایا اور اپنی چادر مبارک نیچے بچھا کر اس کو اس پر بٹھایا اس کے ساتھ بڑا اچھا سلوک فرمایا اس کا جو کام تھا وہ کر دیا۔ جب وہ چلی گئی تو صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے عرض کی:

یارسول اللہ! یہ خاتون کون تھی جس کا آپ نے اس قدر ادب فرمایا؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

یہ میری رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ کی سہیلی تھی۔

سبحان اللہ! حضور ﷺ کے دل مبارک میں رضاعی ماں کی سہیلی کا اس قدر ادب و احترام کا جذبہ تھا تو خود رضاعی ماں کا ادب و احترام آپ کے دل مبارک میں کس قدر ہوگا پھر حقیقی ماں کا ادب و احترام کس قدر ہوگا؟

خلاصہ حدیث یہ ہے کہ ماں باپ کی عدم موجودگی میں ان کے دوستوں سے اچھا سلوک کرنا ماں باپ کے ساتھ بہتر سلوک کرنا ہے۔

عمر اور روزی کا بڑھنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

"مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَهٗ فِیْ رِزْقِهٖ وَ یُنْسَاَ لَهٗ فِیْ اَثَرِهٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ" (متفق علیہ مشکوٰۃ: ص ۴۱۹)

جو شخص یہ چاہے کہ اس کے رزق کو وسیع کیا اور اس کی عمر کو لمبا کیا جائے تو
اسے چاہیے کہ رشتہ داروں کے حقوق ادا کرے۔

صلہ رحمی کا مطلب ہے، رشتہ داروں کے حقوق ادا کر کے رشتہ کو قائم رکھنا۔ اس حدیث شریف میں بتایا گیا ہے کہ رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ کرنا، بہ وقت ضرورت اُن کی مدد کرنا اور مشکل میں ان کے کام آنا اور جہاں تک ہو سکے ان کی جائز خواہش کو پورا اور دوسروں کے مقابلہ میں انہیں ترجیح دینا مثلاً زکوۃ وصدقات وعطیات میں رشتہ داروں مستحقین کو دوسرے مستحقین پر ترجیح دینا اگر آپ کو ملازم کی ضرورت ہے جس کا اُمیدوار آپ کا رشتہ دار بھی ہے اور غیر رشتہ دار بھی ہے اور دونوں آپ کے معیار پر پورے اترتے ہیں تو صلہ رحمی کا تقاضا ہے کہ آپ رشتہ دار کو غیر رشتہ دار پر ترجیح دیتے ہوئے اسے ملازم رکھیں۔ رشتہ داروں میں سب سے بڑا رشتہ ماں باپ اور دادی دادا اور پھر نانا اور نانی کا ہے پھر بیوی اور اولاد کا پھر چچا اور اسکی اولاد کا پھر ماموں اور اس کی اولاد کا پھر خالہ اور اس کی اولاد کا پھر دوسرے قریبی، پھر دور کے رشتہ داروں کے حقوق ہیں۔

رزق اور عمر کا بڑھنا

اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ انسان کا رزق بھی بڑھ سکتا ہے اور عمر بھی بڑھ سکتی ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں ہے:

''فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ''

(الاعراف:۳۴)

تو جب ان کا مقرر وقت آئے گا تو وہ (اس سے) ایک لمحہ پیچھے نہیں ہوں گے اور نہ آگے ہوں گے۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو اس کی عمر

بھی لکھ دی جاتی ہے اور اس کی روزی بھی۔

قرآن کی مذکورہ آیت اور مذکورہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عمر اور روزی لکھے ہوئے سے بڑھنا ممکن نہیں ہے۔

تقدیر کی قسمیں

اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کی تقدیر کی تین قسمیں ہیں جیسا کہ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تفسیر مظہری'' میں لکھا ہے اور ''بہار شریعت'' میں بھی لکھا ہے:

(عقیدہ) قضا تین قسم ہے:

(۱) مُبرم حقیقی کہ علم الٰہی میں کسی شے پر معلق نہیں اور معلق محض کہ صحف ملائکہ میں کسی شے پر اس کا معلق ہونا ظاہر فرمادیا گیا اور معلق شبیہ بہ مبرم کہ صحفِ ملائکہ میں اس کی تعلیق مذکور نہیں اور علم الٰہی میں تعلیق ہے۔ وہ جو مبرم حقیقی ہے اس کی تبدیلی ناممکن ہے اکابر محبوبان خدا اگر اِتفاقاً اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انہیں اس خیال سے واپس فرمادیا جاتا ہے۔ ملائکہ قوم لوط پر عذاب لے کر آئے۔ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا الکریم وعلیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کہ رحمت محضہ تھے ان کا نام پاک ہی ابراہیم ہے یعنی اَبٌ رحیم (مہربان باپ) ان کافروں کے بارے میں اتنے ساعی ہوئے کہ اپنے رب سے جھگڑنے لگے۔ ان کا رب فرماتا ہے:

''يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ'' (ہود:۷۴)

ہم سے جھگڑنے لگا قوم لوط کے بارے میں۔

یہ قرآن عظیم نے ان بے دینوں کا رد فرمایا ہے جو محبوبان خدا کی بارگاہ عزت وعالی مرتبت میں کوئی عزت ووجاہت نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ اس (اللہ) کے حضور کوئی دم نہیں مار سکتا حالاں کہ ان کا رب عزوجلّ حضرت ابراہیم کی وجاہت اپنی بارگاہ میں ظاہر فرمانے کو خود ان لفظوں

سے ذکر فرماتا ہے کہ ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا۔

چناں چہ امام مکہ حضرت علی بن سلطان القاری المکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوحِ محفوظ اور فرشتوں کے صحیفوں میں لکھا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کمی یا زیادتی فرماتا ہے مثلاً لوحِ محفوظ میں لکھا ہے کہ فلاں شخص کی عمر ساٹھ سال ہے لیکن اگر اس نے صلہ رحمی کی (رشتہ داروں کے حقوق ادا کیے) تو اس کی عمر چالیس اور بڑھادی جائے گی جبکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ وہ صلہ رحمی کرے گا یا نہ کرے گا اور ''یَمْحُو اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَ یُثْبِتُ'' (اللہ جو چاہے مٹادے اور جو چاہے ثابت رکھے) کا یہی مفہوم ہے۔ گو لوحِ محفوظ اور فرشتوں کے لکھے ہوئے میں تبدیلی ہوتی ہے مگر علم الٰہی میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ مخلوق کی بہ نسبت اس میں کمی بیشی ہوتی ہے۔

﴿حضرت داوٗد علیہ السلام کی عمر بڑھ گئی﴾

حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''لَمَّا خَلَقَ اللّٰہُ آدَمَ مَسَحَ ظَہْرَہٗ فَسَقَطَ مِنْ ظَہْرِہٖ کُلُّ نَسَمَۃٍ ہُوَ خَالِقُہَا مِنْ ذُرِّیَّتِہٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَ جَعَلَ بَیْنَ عَیْنِ کُلِّ اِنْسَانٍ مِنْہُمْ وَبِیْصًا مِنْ نُوْرٍ ثُمَّ ضہم عَلٰی آدَمَ فَقَالَ اَیْ رَبِّ! مَنْ ہٰؤُلَاءِ؟ قَالَ ذُرِّیَّتُکَ، فَرَاٰی رَجُلاً مِّنْہُمْ فَاَعْجَبَہٗ وَبِیْصُ مَا بَیْنَ عَیْنَیْہِ قَالَ: اَیْ رَبِّ! مَنْ ہٰذَا؟ قَالَ: دَاوٗدُ۔ فَقَالَ: رَبِّ! کَمْ جَعَلْتَ عُمُرَہٗ؟ قَالَ: سِتِّیْنَ سَنَۃً، قَالَ: رَبِّ! زِدْہُ مِنْ عُمُرِیْ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: فَلَمَّا انْقَضٰی عُمُرُ آدَمَ اِلَّا اَرْبَعِیْنَ جَاءَ ہٗ مَلَکُ الْمَوْتِ، فَقَالَ آدَمُ: اَوَلَمْ یَبْقَ مِنْ عُمُرِیْ اَرْبَعُوْنَ سَنَۃً؟ قَالَ: اَوَلَمْ تُعْطِہَا ابْنَکَ دَاوٗدَ فَجَحَدَ آدَمُ۔ فَجَحَدَتْ ذُرِّیَّتُہٗ وَ نَسِیَ آدَمُ فَاَکَلَ مِنَ الشَّجَرَۃِ

فَنَسِيَتْ ذُرِّيَّتُهٗ وَ خَطَأَ اٰدَمُ وَ خَطِئَتْ ذُرِّيَّتُهٗ'' (مشکوۃ:ص۲۳)

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اس کی پیٹھ کو اپنے دست قدرت سے ملا تو آدم کی پیٹھ سے ہر وہ انسان باہر آ گرا جسے آدم کی اولاد سے قیامت تک اللہ پیدا کرنے والا ہے اور اللہ نے ہر انسان کی دو آنکھوں کے درمیان نور رکھ دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی:

اے پروردگار! یہ کون لوگ ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یہ تیری اولاد ہے۔

پھر آدم علیہ السلام نے ان میں سے ایک مرد کو دیکھا تو اس کی دو آنکھوں کے درمیان کا نور انہیں اچھا لگا۔ عرض کی:

اے پروردگار! یہ کون ہے؟

فرمایا:

یہ داؤد ہے۔

پھر عرض کی:

اے پروردگار! تو نے اس کی عمر کتنی مقرر کی؟

فرمایا:

ساٹھ سال۔

عرض کیا:

اے پروردگار؟

تو میری عمر میں سے اس کی عمر میں چالیس سال بڑھا دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب آدم علیہ السلام کی عمر گذر گئی چالیس سال کے سوا جو انہوں نے حضرت

داؤد کو دیے تھے تو ان کے پاس فرشتہ موت آ گیا۔ تو حضرت آدم نے ملک الموت سے فرمایا:

کیا میری عمر سے چالیس سال باقی نہیں رہتے؟

فرشتہ موت نے عرض کی:

کیا آپ نے وہ اپنے بیٹے داؤد کو نہیں دیے؟

حضرت آدم علیہ السلام نے انکار کر دیا کہ نہیں دیے، تو ان کی اولاد بھی دے کر انکار کر دیتی ہے اور آدم بھول گئے کہ درخت سے کھا لیا تو ان کی اولاد بھی بھول جاتی ہے اور حضرت آدم سے خطا ہو گئی تو ان کی اولاد بھی خطا کرتی ہے۔

اس حدیث سے حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر میں چالیس سال کا بڑھنا ثابت ہوا جس سے عمر کا بڑھنا ثابت ہوا۔ لہٰذا یہ بات ثابت ہو گئی کہ صلہ رحمی سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے تو جو لوگ رشتہ داروں سے بالعموم اور ماں باپ سے بالخصوص صلہ رحمی کرتے ان سے اچھا سلوک کرتے اور ان کی بھرپور خدمت کرتے ہیں ان کا رزق بھی بڑھتا ہے اور عمر بھی بڑھتی ہے۔

اور ''جامع صغیر'' میں حدیث ہے:

''لَا یَرُدُّ الْقَضَآءَ اِلَّا الدُّعَاءُ وَ لَا یَزِیْدُ فِی الْعُمَرِ اِلَّا الْبِرُّ''

دعا ہی تقدیر کو ٹالتی اور نیکی ہی عمر کو بڑھاتی ہے بلاشبہ اس میں ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا اور ان کا اپنی اولاد کو دعا دینا بھی شامل ہے۔

حضرت حارثہ بن نعمان

سیدنا حارثہ بن نعمان ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو بڑے صاحب علم و فضل تھے جنگ بدر اور جنگ احد اور تمام جنگوں میں شریک رہے ان سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذرا اور آپ کے ساتھ حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام بھی تھے جو اپنی نشستوں پر تشریف رکھتے تھے میں نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا اور چلا

گیا پھر جب میں واپس آیا اور حضور ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھ سے فرمایا:

تم نے اس شخص کو دیکھا تھا جو میرے ساتھ تھا؟

میں نے عرض کی:

ہاں۔

فرمایا:

وہ جبریل علیہ السلام تھے۔ انہوں نے آپ کو آپ کے سلام کا جواب بھی دیا تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ یہ حضرت حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ فِيْهَا قِرَاءَةً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالُوْا حَارِثَةُ بْنُ النُّعْمَانِ، كَذَالِكُمُ الْبِرُّ، كَذَالِكُمُ الْبِرُّ وَ كَانَ اَبَرَّ النَّاسِ بِاُمِّهٖ'' رواه فی شرح السنة و البيهقی فی شعب الايمان و فی رِوَايَتِهِمَا: فَرَاَيْتُنِىْ فِى الْجَنَّةِ بدل دَخَلْتُ الْجَنَّةَ۔

(مشکوٰۃ: ۴۱۹)

میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس میں قرآن پڑھنے کی آواز سنی تو میں نے سوال کیا کہ

یہ قرآن کون پڑھتا ہے؟

فرشتوں نے کہا:

یہ آپ کا صحابی حارثہ بن نعمان ہے۔

(فرمایا:) اسی طرح (ماں باپ کے ساتھ) اچھا سلوک کرنا ہے۔ یعنی ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا بدلہ اسی طرح ملتا ہے۔ یہ لفظ دوبارہ فرمایا اور حضرت حارثہ بن نعمان ماں کے ساتھ سب سے بڑھ کر بہتر سلوک کرنے والے تھے۔

بیہقی اور شعب الایمان کی روایت میں ہے کہ میں نے اپنے آپ کو جنت

میں دیکھا۔

اور زہری کی روایت میں ہے کہ میں سویا تو میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا تو میں نے قرآن کریم کی قراءۃ سنی تو پوچھا کہ

یہ قرآن کون پڑھ رہا ہے؟

فرشتوں نے عرض کی کہ

یہ آپ کے صحابی حضرت حارثہ بن نعمان ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص ماں باپ کے ساتھ بہترین سلوک کرتا ہے وہ جنتی ہے کہ اس کی تلاوت کی آواز بھی جنت میں پہنچتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سننے کی وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ آپ جنت میں ہوتے ہوئے زمین پر ہونے والی تلاوت قرآن کی آواز سن لیتے تو یہاں کی آواز جنت میں سنتے ہیں تو وہ یہاں کی آواز یہاں زمین پر جلوہ گر ہوتے ہوئے کیوں نہیں سنتے ہوں گے ضرور سنتے ہوں گے۔

﴿اللہ کی خوشی باپ کی خوشی میں﴾

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''رِضَى الرَّبِّ فِي رِضَى الْوَالِدِ وَ سَخَطُ الرَّبِّ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ'' (رواه الترمذی، مشکوٰۃ ص:۴۱۹)

اللہ تعالیٰ کی خوشی باپ کی خوشی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔

طبرانی میں ہے:

''طَاعَةُ اللّٰهِ فِي طَاعَةِ الْوَالِدِ وَ مَعْصِيَةُ اللّٰهِ فِي مَعْصِيَةِ الْوَالِدِ''

(مرقاۃ ۸/۶۶۳)

اللہ کی فرماں برداری باپ کی فرماں برداری میں ہے اور اللہ کی نافرمانی

باپ کی نافرمانی میں ہے۔

اس حدیث میں اگر چہ باپ کی خوشی کا ذکر ہے لیکن ماں کا بھی یہی حکم ہے بلکہ بہ طریق اولیٰ ماں کا۔ یہی حکم ہے خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی خوشی ماں باپ کی خوشی میں ہے۔ ''صحیح ابن حبان'' میں بھی یہ روایت ہے اور طبرانی میں بھی اس کے الفاظ یوں ہیں

''رِضَا الرَّبِّ فِی رِضَا الْوَالِدَیْنِ وَ سَخطُهٗ فِیْ سَخَطِهِمَا''

رب تعالیٰ کی خوشی ماں باپ کی خوشی میں ہے اور رب تعالیٰ کی ناراضگی ماں باپ کی ناراضگی میں ہے۔

لہٰذا اولاد کو اس بات کی بھرپور کوشش کرنا چاہیے کہ ماں باپ خوش رہیں اور اپنی مرضی پر ہر صورت ماں باپ کی مرضی مقدم ہے اور اپنی خواہش کو ہر صورت ماں باپ کی خواہش پر ترجیح دینا چاہیے اسی میں دنیا میں نیک نامی اور آخرت میں کامیابی ہے۔

ماں باپ کے حکم پر بیوی کو طلاق دینا

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے پاس ایک شخص نے آکر کہا کہ میری ماں کہتی ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دو! مجھے کیا کرنا چاہیے؟

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ

''اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَاِنْ شِئْتَ فَحَافِظْ عَلَی الْبَابِ اَوْ ضَیِّعْ'' (رواہ الترمذی و ابن ماجہ، مشکوٰۃ: ص ۴۱۹)

ماں باپ جنت کا درمیانہ دروازہ ہیں تو اگر تم چاہو تو اس جنت کے دروازہ کی حفاظت کرو یا اسے ضائع کر دو۔

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

مطلب یہ ہے کہ ماں باپ جنت کا بہترین اور بلند ترین دروازہ ہیں اور حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ جنت میں جانے کا بہترین ذریعہ اور وسیلہ ماں باپ ہیں اور جنت

میں داخل ہونے کا ذریعہ ماں باپ کی فرماں برداری کرنا ہے۔

امام مکہ حضرت علی بن سلطان القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فالمراد بالوالد الجنس"

یعنی والد سے مراد وہ انسان ہے جس کے ذریعے بچہ دنیا میں آتا ہے۔

اس لحاظ سے لفظ والد ماں باپ دونوں کے لیے ہوگا یا معنی یہ ہے کہ جب والد جنت کا درمیانہ اور بلند ترین دروازہ ہوا تو ماں جس نے بچے کو نو ماہ پیٹ میں اُٹھائے رکھا پھر مشقت اور بڑی تکلیف اُٹھا کر جنا پھر دودھ پلانے کی تکلیف برداشت کی وہ تو بہ طریق اولیٰ جنت کا درمیانہ اور بلند ترین دروازہ ٹھہری۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا مطلب تھا کہ اب تم جنت کے درمیانہ دروازہ کی حفاظت کرنے اور اسے ضائع کرنے کا فیصلہ خود کرو اس لحاظ سے "فَاِنْ شِئْتَ فَحَافِظْ عَلَى الْبَابِ اَو ضَيِّعْ" حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا کلام ہے جس سے مقصد اسے یہ سمجھانا ہے کہ عقل مند وہ ہوگا جو جنت کے درمیانہ اور بلند ترین دروازہ کی حفاظت کرے گا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تم ماں باپ کے حکم پر بیوی کو طلاق دے دو۔ چناں چہ حضرت عطا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا:

میرا خیال ہے کہ اس شخص نے پھر اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ (مرقاۃ ۸/۶۶۴)

ماں باپ کے لیے ہدایت

ماں باپ کے لیے بھی یہ ہدایت ہے کہ وہ اپنی بہو کو اپنی بیٹی سمجھیں، اس کے ساتھ بیٹی والا سلوک کریں اسے نوکرانی نہ بنائیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بچی کا کہیں رشتہ ہوا جس لڑکے سے اس کا رشتہ ہوا وہ اسپین میں رہتا تھا اور اس سے جب شادی ہو گئی تو دس دن بعد وہ اسپین چلا گیا پیچھے اس کے ماں باپ نے لڑکی کو بہت ستایا، گھر میں پہلے نوکرانی رکھی ہوئی تھی جب بہو آ گئی تو نوکرانی کو جواب دے دیا اور بہو سے کہا کہ اب تم ہی سارا کام کرو۔ بہو کو یہ بات بُری لگی کہ یہ لوگ مجھے بہو بنا کر لائے پھر

نوکرانی کی ذمہ داریاں سونپ دیں، واقعی اس کے ساتھ سارا سلوک نوکرانیوں والا کرنے لگے، ان کی بیٹی بھی تھی وہ سردار بن گئی وہ بھی بھابھی پر سوار ہو گئی کہ تو نے ہی گھر کا سارا کام کرنا ہے۔ لڑکی کے لیے مشکل ہو گیا اس نے محسوس کیا کہ یہ لوگ مجھے شادی کے بہانے بطور نوکرانی کے لیے لے آئے اب نوکرانی کی تنخواہ بھی بچے گی اور گھر کا کام بھی چل رہا ہے۔ اس لڑکی نے اس کا بُرا منایا تو گھر میں جھگڑا شروع کر دیا گیا ساس اور سسر اس بے چاری کو بُرا بھلا کہنے لگ گئے آخر اپنے بیٹے سے کہہ کر اسے طلاق دلوادی یوں ماں باپ اپنی بے وقوفی سے خود بھی بدنام ہوئے بیٹے کو بھی بدنام کیا اور لڑکی والوں کو بدنام اور شرمندہ کر دیا۔ ماں باپ کو کبھی ایسا نہیں ہونا چاہیے جب کسی بچی کو گھر میں بیاہ لایا جائے تو اسے اپنی بیٹی کی طرح محبت و شفقت دی جائے، گھر کا کام سارا اسی کے ذمہ لگایا جائے تو اسے اپنی بیٹی کی طرح محبت اور شفقت دی جائے، بلکہ گھر کا کام سارا اسی کے ذمہ نہ لگایا جائے بلکہ خود بھی برابر کے شریک ہو کر ساتھ مل کر کام کریں تاکہ لڑکی کو یہ محسوس نہ ہو کہ یہ لوگ مجھے صرف کام کے لیے لائے ہیں بلکہ اس کا احترام کریں اسے بیٹی کی طرح رکھیں اس کے دکھ درد کا احساس کریں تاکہ اسے یقین ہو کہ وہ اسے واقعی اپنی بیٹی سمجھتے ہیں۔

اس طرح اس کا دل خوش ہوگا اور وہ سرخ رُو ہو کر بہو کا کردار ادا کرے گی بہو کو بھی سسرال کو اور اسی طرح داماد کو بھی سسرال کو اپنا ماں باپ سمجھنا اور ان کے ساتھ ادب سے پیش آنا چاہیے اور سسرال کو بھی اپنی بہو اور داماد کو اپنے بچوں کی طرح سمجھنا چاہیے دونوں طرف سے جب تک خلوص و محبت نہ ہوگی باہمی نباہ ہونا مشکل ہوگا۔

﴿ماں کا مقام﴾

حضرت بہز بن حکیم سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول!

''مَنْ اَبَرُّ؟ قَالَ: ''اُمَّكَ'' قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ''اُمَّكَ'' قُلْتُ: ثُمَّ

مَنْ؟ قَالَ: "اُمَّكَ" قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: "اُمَّكَ" قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟
قَالَ: "اَبَاكَ ثُمَّ الْاَقْرَبَ فَالْاَقْرَبَ" (ترمذی وابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۴۲۰)

مَیں کس سے بہترین سلوک کروں اور کس سے بھلائی اور اِحسان کروں؟

فرمایا:

اپنی ماں سے۔

میں نے عرض کی:

پھر کس کے ساتھ؟

فرمایا:

ماں سے۔

میں نے عرض کی:

پھر کس کے ساتھ؟

فرمایا:

ماں سے۔

میں نے عرض کی:

پھر کس سے؟

فرمایا:

اپنے باپ سے پھر قریبی رشتہ داروں سے پھر ان کے بعد جو قریبی رشتہ دار ہوں۔

قریبی رشتہ

قریبی رشتہ دار پھر بہن بھائی، سوتیلی والدہ، چچا، چچا کی اولاد پھوپھی خالہ اور ان کی اولاد پھر ان کے بعد دوسرے رشتہ دار سب سے صلہ رحمی ضروری ہے، ان سے اچھا سلوک کرنا، غریب ہوں ان کی مدد کرنا، حتی الامکان ان کو دوسروں کے مقابلہ میں ترجیح

دینا جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔ پھر حضور علیہ السلام نے ماں کا تین بار ذکر فرمایا کیوں کہ ماں اپنے بچے کے لیے تین طرح کی مشقت اُٹھاتی ہے اسے ۹ ماہ تک پیٹ میں اُٹھانا پھر جننا پھر دودھ پلانا۔

جنت میں کون کون نہیں جائے گا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنَّانٌ و لَا عَاقٌّ و لا مُدْمِنُ خَمْرٍ'' (رواہ النسائی و الدارمی، مشکوٰۃ: حدیث نمبر ۴۹۳۳)

جنت میں داخل نہ ہوگا احسان جتانے والا اور نہ ہی ماں باپ کا نافرمان اور نہ ہی شرابی۔

مَنَّانٌ: لفظ ''مَنَّانٌ'' مِنّت سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے احسان جتانا یعنی وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جو لوگوں پر احسان کر کے جتاتا ہو کہ میں نے فلاں پر یہ احسان کیا فلاں پر یہ احسان کیا۔ بلاشبہ یہ بڑی بات ہے کیوں کہ احسان اللہ کی رضا کے لیے ہونا چاہیے جس کے بعد اس کا ذکر نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ انسان اللہ کی رضا کے لیے احسان کر کے اللہ سے اس کی جزا پا لیتا ہے پھر اس کا جتانا کیسے درست ہوا۔ چناں چہ قرآن مجید میں ہے کہ

''لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِکُمْ بِالْمَنِّ و الْاَذٰی''

تم اِحسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اپنے صدقات وخیرات کے ثواب کو ضائع نہ کرو!

اِس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی پر احسان کر کے اسے احسان جتاتا یا تکلیف پہنچاتا ہے وہ اپنے احسان کے ثواب کو ضائع کر دیتا ہے۔

اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ''مَنَّان'' ''مَنٌّ'' سے ماخوذ ہو جس کا معنی ہے کاٹنا چناں چہ قرآن مجید میں ہے کہ

''وَ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ''

اور بے شک تیرے لیے ایسا تحقیق ثواب ہے جو کاٹا ہوا نہیں۔

یعنی جو کٹے گا نہیں بلکہ جاری وساری رہے گا۔

اِس لحاظ سے ''مَنَّانٌ'' کے لُغت کے اعتبار معنی ہوں گے ایک احسان جتانے والا دوسرے قاطع الرحم رشتوں کو کاٹنے والا یعنی ان کے حقوق ادا نہ کرنے والا اور دوسرا قاطع الطریق، یعنی راہ زن اور ڈاکو۔

اس طرح حدیث کے لفظ ''منان'' میں تینوں لوگ داخل ہو جائیں گے اور معنی یہ ہوگا کہ جنت میں داخل نہ ہوگا احسان جتانے والا، رشتوں کو توڑنے والا اور ڈاکہ ڈالنے اور لوٹنے والا۔

''عَاقٌ'' لفظ ''عاق'' ''عُقُوْقٌ'' سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے نافرمانی کرنا۔ مراد اس سے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی نافرمانی کرنا ان پر شفقت نہ کرنا اور ان کی بے عزتی کرنا اور ''عاق'' اس کا اسم فاعل ہے یعنی ماں باپ دونوں یا ان میں سے کسی ایک کی نافرمانی کرنے والا اور ان پر شفقت نہ کرنے والا اور ان کی عزت و احترام نہ کرنے والا ایسا شخص بھی جنت میں داخل نہ ہوگا۔

''مُدْمِنُ خَمْرٍ'' لفظ ''مدمن'' ''اَدْمَنَ یُدْمِنُ اِدْمَانًا'' کا اِسم فاعل ہے۔ ''اِدْمَانٌ'' کا معنی ہے ایک کام کو ہمیشہ کرنا۔ لہٰذا ''مُدْمِنُ خَمْرٍ'' کا معنی ہوگا ہمیشہ شراب پینے والا یعنی جس نے شراب پینے کی عادت بنالی کہ ہمیشہ شراب پیتا ہے یا جب بھی ملے پی لیتا ہے اور وہ بغیر توبہ کے مر گیا تو وہ جنت میں نہ جائے گا۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اگر یہ لوگ اسی حال میں مر گئے کہ توبہ نہ کی جب کہ ایمان پر مرے تو ایمان پر مرنے کی وجہ سے جنت میں ضرور جائیں یا تو اپنے کیے کی سزا بھگت کر یا شفاعت یا اللہ کے خاص فضل وکرم کی بنا پر معافی پا کر۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ

''اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ'' (النساء:۴۸)

بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ شریک کیا جائے اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دے۔

اس صورت میں مراد یہ ہے کہ یہ لوگ پہلے پہل جنت میں نہ جائیں گے یا سزا بھگت کر یا شفاعت یا اس کے خاص فضل وکرم کے حاصل ہونے کے بعد جا سکیں گے۔

اور یہ بخشش سزا دے کر بھی ہو سکتی ہے، نبی ﷺ کی شفاعت سے بھی اور اس کے خاص فضل وکرم سے بھی (کمافی المرقاۃ ۸/۶۶۷)

بہرصورت ماں باپ کی نافرمانی سے ضرور ضرور بچنا چاہیے کہ یہ عذاب الٰہی کا سبب ہے۔

﴿قریبی رشتہ داروں کے نام جاننا﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

''تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ اَرْحَامَكُمْ فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحْمِ مَحَبَّةٌ فِى الْاَهْلِ مَثْرَاةٌ فِى الْمَالِ مَنْسَاَةٌ فِى الْاَثَرِ''

(رواہ الترمذی ومشکوٰۃ: حدیث نمبر۴۹۳۴)

تم اپنے نسبوں میں سے وہ جانو سیکھو جس سے تم اپنے رشتے جوڑو کیوں کہ رشتے جوڑنا ان کا حق ادا کرنا خاندان میں محبت (بڑھاتا) ہے اور مال میں برکت کا سبب ہے اور عمر لمبی ہونے کا باعث ہے۔

یہ بھی ماں باپ کے حقوق میں سے ہے کہ اولاد کو ان کے قریبی رشتہ داروں کے نام معلوم ہوں اور یہ کہ وہ کہاں رہتے ہیں اور کس حال میں ہیں ان کے حقوق کو ادا کرنا ان کے ساتھ رشتہ جوڑنا ان کی ہر ممکن مدد کرنا تا کہ ماں باپ کا دل خوش ہو ضروری ہے اور فرمایا اس سے تمہاری روزی اور عمر میں برکت ہوگی کہ وہ خوش ہو کر دعائیں دیں

گے اور دعاؤں سے روزی میں برکت ہوتی ہے بلائیں دور ہوتی ہیں عمر بڑھتی ہے۔

محبت

صلہ رحمی (رشتوں کو جوڑنا انہیں قائم رکھنا) باہمی محبت کو بڑھاتا ہے اور باہمی محبت اخلاقی نظام اور معاشرتی نظام کو مضبوط کرنے کا ذریعہ ہے باہمی محبت سے بڑی مشکلیں آسان ہوتی ہیں اور ہمدردیاں بڑھتی ہیں۔

''**مَثْرَاة**'' مثراۃ ''ثرٰی یثْرِیَ ثَرْیًا'' سے ماخوذ ہے اور ''اَثْرٰی یُثْرِیُ اِثْرَاءً'' دونوں کا معنی ہے بہت مال دار ہونا۔ ''مَثْرَاۃٌ'' کے معنی کثرت کے ہیں اور ''مَثْرَاۃ فی المال'' کا معنی ہے: مال میں کثرت ہونا یعنی ماں باپ کے رشتہ داروں سے رشتہ جوڑنا اور رشتہ کو قائم رکھنا اور حق ادا کرنا کثرت مال اور رزق میں برکت کا باعث ہے۔

''**مَنْسَاَۃ**'' ''منساۃ'' ہمزہ کی زبر (فتح) کے ساتھ۔ یہ ''نَسَاٌ'' سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے دیر کرنا۔ اس سے مراد عمر میں تقویت اور تادیر زندہ رہنا ہے۔

مطلب یہ کہ جو شخص ماں باپ کے قریبی رشتہ داروں کا پاس رکھے گا' ان کے حقوق ادا کرے گا اور ان کی ہر ممکن مدد کرے گا ان کی دعاؤں سے بڑی عمر پائے گا۔

گناہ کا کفارہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ

اے اللہ کے رسول! مجھ سے بہت بڑا گناہ ہوا ہے تو کیا میرے لیے توبہ ہے یعنی میری توبہ قبول ہو جائے گی؟

آپ نے فرمایا:

''وَ هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ''

کیا تمہاری ماں ہے؟

اس نے عرض کی:

نہیں وہ زندہ نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا:

''وَهَلْ لَكَ مِنْ خَالَةٍ؟''

اور کیا تمہاری خالہ ہے؟

اس نے عرض کی:

ہاں خالہ ہے۔

آپ نے فرمایا:

''فَبِرَّهَا''

تو تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو اس پر احسان کرو! اس سے بھلائی کے ساتھ پیش آؤ اور اس کی خدمت کرو!

''ذَنْبِ عظیم''

اس نے عرض کی تھی کہ یا رسول اللہ! مجھ سے ''ذَنْبِ عظیم'' سرزد ہوا۔ ذنب کا معنی ہے: گناہ۔ اس کی جمع ''ذُنُوب'' آتی ہے اور ''عظیم'' کا معنی ہے: بہت بڑا۔

یعنی یا رسول اللہ! مجھ سے بہت بڑا گناہ ہوا ہے۔ کیا میرے لیے توبہ کی گنجائش ہے؟

آپ ﷺ نے اس سے نہ پوچھا کہ تجھ سے کون سا گناہ سرزد ہوا تاکہ اس کا پردہ رہ جائے۔ بلاشبہ کسی کا پردہ رکھنا بڑے ثواب کا کام ہے۔ اس میں ہمارے لیے سبق ہے کہ کسی کے گناہوں یا غلطیوں کی تلاش میں نہیں پڑنا چاہیے جہاں تک ممکن ہو پردہ پوشی کرنا چاہیے۔ یہی سنت نبوی ہے۔ یہی حسن اخلاق ہے اس سے انسان بڑا انسان بنتا ہے۔

حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ماں باپ کے قریبی رشتہ داروں سے حسن سلوک ایسے ہے جیسے ماں باپ سے حسن سلوک اور یہ کہ ماں باپ کے دنیا سے پردہ کرنے

کے بعد ان کے قریبی رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا چاہیے ان سے حسن سلوک ماں باپ کے ساتھ ہی حسن سلوک ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ماں باپ کے ساتھ اور ان کے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک گناہوں کا کفارہ ہے جب کہ انسان اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور ماں باپ کے ساتھ اور یہ کہ ان کے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے نہ صرف یہ کہ توبہ قبول ہوگی بلکہ گناہوں کی جگہ نیکیاں لکھی جائیں گی۔ چناں چہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلاً صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ''

مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ان لوگوں کے گناہ اللہ نیکیوں سے بدل دے گا۔

﴿ماں باپ کے لیے دعا و استغفار﴾

حضرت اسید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی سلمٰی قبیلہ کا ایک شخص اچانک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ

یارسول اللہ! کیا میرے ماں باپ کی بھلائیوں میں سے کوئی بھلائی باقی ہے جو میں ان کی موت کے بعد ان سے کروں؟

فرمایا:

''اَلصَّلٰوةُ عَلَيْهِمَا وَ الْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَ اِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا وَ صِلَةُ الرَّحْمِ الَّتِيْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا وَ اِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا'' (رواہ ابو داؤد و ابن ماجہ و مشکوٰۃ: ص ۴۲۰)

ان کے لیے دعائے رحمت، ان کے لیے بخشش کی دعا، ان کے بعد ان کے وعدے پورے اور ان رشتوں کو جوڑنا جو انہی کی وجہ سے جوڑے جاتے ہیں اور ان کے دوستوں کا احترام کرنا۔

پانچ باتیں

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں باپ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ان کے ساتھ بھلائی کرنے سے متعلق پانچ باتیں فرمائیں:

ایک بات ان کے بعد ان کے لیے دعا کرتے رہنا۔ لفظ "صلوٰۃ" کے بعد جب لفظ "علیٰ" آجائے تو اس کے معنی دعائے خیر کرنے کے ہوتے ہیں۔ یعنی جب صلوٰۃ کی نسبت بندوں کی طرف ہو تو دعائے خیر کا معنی ہوگا جیسا کہ نماز جنازہ کو "صلوٰۃ الجنازہ" کہا جاتا ہے کہ اس میں دعا کی جاتی ہے۔

دوسری ان کے لیے اللہ سے بخشش کی دعا کرنا کہ اے اللہ! تو میرے ماں باپ کو بخش دے، معاف کر دے۔

تیسری بات یہ کہ انہوں نے اگر اپنی زندگی میں کسی سے کسی کام کا عہد و پیمان کیا۔ وعدہ کیا جسے پورا نہ کر سکے تو ان کے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرنا اولاد کے لیے ماں باپ سے حسن وسلوک میں شمار ہوتا ہے۔

چوتھی ماں باپ کے قریبی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا ان سے بھلائی کے ساتھ پیش آنا۔

پانچویں یہ کہ ان کے بعد ان کے دوستوں سے اچھی طرح پیش آنا ان کا احترام کرنا بھی ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا ایک حصہ ہے۔

رضائی ماں کا ادب

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام جعرانہ میں گوشت بانٹتے دیکھا۔ اس دوران ایک عورت آئی اور آپ کے قریب ہوگئی:

"فَجَلَسَتْ عَلَيْهِ"

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے احترام میں اپنی چادر مبارک زمین پر بچھا دی جس پر

وہ بیٹھ گئی۔اس کے چلے جانے کے بعد میں نے پوچھا:
یہ کون خاتون تھی جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر ادب واحترام فرمایا؟''
صحابہ کرام نے کہا:
''هِيَ اُمُّهُ الَّتِي اَرْضَعَتْهُ''(رواہ ابو داؤد ومشکوٰۃ ص۴۲۰)
یہ آپ کی وہ ماں ہے جس نے آپ کو دودھ پلایا۔
بہ طور وضاحت یہ ہے کہ اس حدیث سے ہمیں کئی ایک سبق ملے:
ایک یہ کہ رضاعی ماں کا ادب واحترام سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔
دوسرے یہ کہ پرانے حقوق و احسانات کا بھی خیال کرنا چاہیے انہیں بھلا نہیں دینا چاہیے۔
تیسرے یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے باوجود کہ امام الانبیا اور حبیب خدا ہیں مگر تواضع و انکساری کا یہ کمال کہ اپنی چادر مبارک جس کے ایک ٹکڑے کے لیے صحابہ ترستے تھے تاکہ اسے کفن میں رکھ کر قبر میں ساتھ لے جائیں جس کے طفیل نجات پائیں، اسے معزز رضاعی ماں کے نیچے بچھا رہے ہیں، ایسی تواضع دنیا کے امراء وحکام اور بادشاہوں میں دکھائی نہیں دیتی جو لوگ آپ کے پاؤں کے نیچے کی خاک مبارک کے برابر بھی نہیں ہیں۔اللہ اللہ کیا ہی شانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔
یہی حضرت حلیمہ سعدیہ جنگ حنین کے دن آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئیں۔آپ نے انھیں رضاعی ماں کی حیثیت سے بڑی عزت دی۔ان کا استقبال فرمایا اور ان کے لیے چادر مبارک بچھائی جس پر وہ تشریف فرما ہوئیں۔
اسی طرح آپ اپنی رضاعی ماں ثویبہ، جو ابولہب کی لونڈی تھیں، کا ادب فرماتے تھے حتی کہ جب آپ کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہوئی۔حضرت ثویبہ آپ کے گھر تشریف لائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ادب سے پیش آتے اور حضرت خدیجہ بھی ان کا بڑا ادب کرتی تھیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے ان کی طرف کپڑے اور کچھ نقد رقم بھیجا

کرتے تھے حتیٰ کہ فتح خیبر کے بعد ان کا وصال ہو گیا۔ رضی اللہ عنہا۔

حضرت امام ابن عون

حضرت امام ابن عون رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ ماں کا بے حد ادب کرتے تھے۔ یہ بہت بڑے امام ہوئے۔ بزرگوں میں ان کا نام بڑا بلند ہے۔ آپ تابعین میں سے ہیں یعنی آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی نہ صرف زیارت کی بلکہ ان سے فیض بھی حاصل کیا۔ ۱۵۱ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے والد کا پہلے انتقال ہو گیا تھا۔ والدہ صاحبہ حیات تھیں۔ آپ اپنی والدہ صاحبہ کا بے حد ادب کرتے تھے۔ ''صفۃ الصفوہ'' میں لکھا ہے کہ

''نَادَتْهُ اُمُّهٗ فَاَجَابَهَا فَعَلَا صَوْتُهٗ صَوْتَهَا فَاَعْتَقَ رَقَبَتَيْنِ''

(صفۃ الصفوۃ: امام ابن جوزی ۳/۳۱۰)

ایک مرتبہ آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ نے آواز دی یعنی بلایا تو آپ نے جواب دیا تو آپ کی آواز والدہ کی آواز سے اونچی ہو گئی۔ آپ کو محسوس ہوا اور خیال آیا کہ میری ماں کی آواز سے میری آواز اونچا ہونا کہیں ماں کی بے ادبی میں شمار ہو کر میرے لیے گناہ نہ ٹھہرے چناں چہ اس کی تلافی کے لیے آپ نے دو غلام آزاد کیے تا کہ یہ اس غلطی کا کفارہ ہو جائے۔''

سبحان اللہ! کیسے پاکیزہ لوگ تھے کہ ان کو اس قدر بات بھی پسند نہ تھی اور گوارا نہ تھی کہ ان کی آواز بھی ماں باپ کی آواز سے اونچی ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کا نام ''تصوف'' ہے کہ ہر ایک کا ادب اس کی شان کے لائق بجالایا جائے۔

تین آدمیوں کی عجیب کہانی

مشکوٰۃ شریف میں صحیح مسلم وغیرہ کے حوالہ سے حدیث مروی ہے وہ یہ ہے کہ

''عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَتَمَاشَوْنَ اَخَذَهُمُ الْمَطَرُ، فَمَالُوْا اِلٰى غَارٍ فِي الْجَبَلِ،

فَانْحَطَتْ عَلٰی فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ، فَاَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: انْظُرُوْا اَعْمَالًا عَمِلْتُمُوْهَا لِلّٰهِ صَالِحَةً، فَادْعُوا اللّٰهَ بِهَا لَعَلَّهُ يَفْرُجُهَا، فَقَالَ اَحَدُهُمْ: اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ كَانَ لِیْ وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ، وَ لِیْ صَبِيَّةٌ صِغَارٌ كُنْتُ اَرْعٰی عَلَيْهِمْ فَاِذَا رَحْتُ عَلَيْهِمْ فَحَلَبْتُ بَدَاْتُ بِوَالِدَیَّ اَسْقِيْهِمَا قَبْلَ وَلَدِیْ، وَ اِنَّهُ قَدْ نَایَ بِیَ الشَّجَرُ، فَمَا اَتَيْتُ حَتّٰی اَمْسَيْتُ، فَوَجَدتُّهُمَا قَدْ نَامَا، فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ اَحْلَبُ، فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ، فَقُمْتُ عِنْدَ رُؤُوْسِهِمَا اَكْرَهُ اَنْ اُوْقِظَهُمَا، وَ اَكْرَهُ اَنْ اَبْدَاَ بِالصَّبِيَّةِ قَبْلَهُمَا وَ الصَّبِيَّةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمِیْ، فَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ دَابِیْ وَ دَابِهِمْ حَتّٰی طَلَعَ الْفَجْرُ۔ فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ لَنَا فُرْجَةً نَرٰی مِنْهَا السَّمَآءَ، فَفَرَجَ اللّٰهُ لَهُمْ حَتّٰی يَرَوْنَ السَّمَآءَ۔

قَالَ الثَّانِیْ: اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ كَانَتْ لِیْ بِنْتُ عَمٍّ اُحِبُّهَا كَاَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَآءَ، فَطَلَبْتُ اِلَيْهَا نَفْسَهَا، فَاَبَتْ حَتّٰی اٰتِيَهَا بِمِائَةِ دِيْنَارٍ، فَسَعَيْتُ حَتّٰی جَمِعْتُ مِائَةَ دِيْنَارٍ فَلَقِيْتُهَا بِهَا، فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا، قَالَتْ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ! اِتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تَفْتَحِ الْخَاتِمَ، فَقُمْتُ عَنْهَا۔ اَللّٰهُمَّ فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ لَنَا فُرْجَةً، فَفَرَجَ لَهُمْ فُرْجَةً

وَ قَالَ الْاٰخِرُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ كُنْتُ اسْتَاْجَرْتُ اَجِيْرًا بِفَرْقِ اَرُزٍّ، فَلَمَّا قَضٰی عَمَلَهُ قَالَ: اَعْطِنِیْ حَقِّیْ، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَقَّهُ، فَتَرَكَهُ وَ رَغِبَ عَنْهُ، فَلَمْ اَزَلْ اَزْرَعُهُ حَتّٰی جَمِعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَّ رَاعِيَهَا، فَجَآءَنِیْ فَقَالَ: اِتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تَظْلِمْنِیْ وَ اَعْطِنِیْ حَقِّیْ

فَقُلْتُ: اِذْهَبْ اِلٰی ذٰلِكَ الْبَقَرِ وَ رَاعِیْهَا، فَقَالَ: اِتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تَهْزَاْ بِیْ، فَقُلْتُ: اِنِّیْ لَا اَهْزَاُ بِكَ فَخُذْ ذٰلِكَ الْبَقَرِ وَ رَاعِیْهَا فَاَخَذَهُ فَانْطَلَقَ بِهَا۔ فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اِنِّیْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ لَنَا فُرْجَةً مَا بَقِیَ فَفَرَجَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔"

(متفق علیہ: مشکوۃ شریف حدیث نمبر: ۴۹۳۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب کہ تین آدمی چل رہے تھے کہ انہیں بارش نے آلیا تو وہ پہاڑ کی ایک غار میں چلے گئے تو ان کے منہ پر پہاڑ کی ایک چٹان آگری تو اس نے انہیں ڈھک لیا (اور اندر ہی بند ہو گئے) تو انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ

اپنے ان نیک عملوں پر غور کرو (انہیں یاد کرو) جو تم نے محض اللہ کی رضا کے لیے کیے ہوں ان کے وسیلہ سے اللہ سے دعا کرو تا کہ اللہ اس غار کے منہ کو کھول دے!

تو ان میں سے ایک بولا:

اے اللہ! میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے اور میرے بچے چھوٹے تھے میں جانور چرا کران کی آمدنی کی رقم ان پر خرچ کرتا تھا جب میں شام کو ان کے پاس آتا تو ان کا دودھ دوہتا تو اسے پلانے کی ابتدا اپنے ماں باپ سے کرتا تھا کہ انہیں اپنے بچوں سے پہلے دودھ پلاتا تھا اور ایک مرتبہ ایک درخت مجھے دور لے گیا (کہ قریب مجھے کوئی درخت نہ ملا جس کے پتے جھاڑ کر بکریوں کو کھلاتا تو میں نہ لوٹا یہاں تک کہ شام ہو گئی پھر میں (گھر پہنچا تو میں) نے ان کو سویا ہوا پایا تو میں نے دودھ دوہا جیسا کہ دوہا کرتا تھا پھر میں نے دودھ لایا تو ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا میں ان کو جگانا پسند نہ کرتا تھا اور یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ ماں باپ سے پہلے بچوں کو

پلانے کی ابتدا کروں بچے بھوک سے میرے قدموں کے پاس رو رہے تھے میرا اور ان کا یہی حال رہا حتیٰ کہ صبح ہوگئی۔

اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ تیری رضا کی تلاش کے لیے کیا تو غار کے منہ کو اتنا کھول دے جس سے ہم آسمان دیکھ لیں چناں چہ اللہ تعالیٰ نے غار کا منہ اتنا کھول دیا کہ وہ آسمان دیکھنے لگے۔

دوسرا بولا:

الٰہی! میری ایک چچازاد (چچا کی بیٹی) تھی جس سے میں بہت محبت کرتا تھا جیسے مرد عورتوں سے محبت کرتے ہیں میں نے اس سے اس کے نفس کو طلب کیا یعنی اس سے کہا کہ

وہ زنا کے لیے اپنے آپ کو میرے حوالے کر دے اس نے انکار کر دیا یہاں تک کہ میں اسے ایک سو دینار دوں۔

تو میں نے محنت کی یہاں تک کہ سو دینار جمع کر لیے پھر میں انہیں اس کے پاس لایا تو اس نے اپنے آپ کو میرے حوالے کر دیا۔ جب میں اس کے دونوں پاؤں کے درمیان زنا کرنے کو بیٹھا تو وہ بولی:

اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر! مُہر نہ کھول!

(مجھ پر اللہ کا خوف طاری ہوا) تو میں اس کے درمیان سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

الٰہی! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا کی تلاش کے لیے کیا تو تو غار کا منہ اور زیادہ کھول دے تو اللہ تعالیٰ نے غار کا منہ اور زیادہ کھول دیا۔

تیسرا بولا:

الٰہی! میں نے چاول کے ایک پیمانے پر ایک مزدور رکھا تھا جب اس نے اپنا کام پورا کر لیا تو بولا کہ میرا حق مجھے دے دو، میں نے اس کا حق اس کو پیش کر دیا تو وہ اسے چھوڑ کر چلا گیا میں ان چاولوں کو زمین میں بوتا

(کاشت کرتا) رہا یہاں تک کہ میں نے ان کی آمدنی سے کئی گائے، بیل
اور ان کے چرواہے جمع کر لیے۔ پھر وہ میرے پاس آیا۔ بولا:
اللہ سے ڈر! میرا حق مجھے دے دے!
میں نے اس سے کہا:
ان گایوں بیلوں اور چرواہوں کی طرف جا (اور ان کو لے جا! یہ تیرا حق ہے)
وہ بولا:
اللہ سے ڈر! مجھ سے مذاق نہ کر!
میں نے اس سے کہا کہ میں تیرے ساتھ مذاق نہیں کر رہا تو یہ سارے
گائے، بیل لے لے! یہ تیرے ہیں۔ تو اس نے ان کو قبضہ میں لے لیا۔
یا اللہ! تو اگر جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا کی تلاش کے لیے کیا تو
غار کا باقی ماندہ منہ بھی کھول دے۔
پھر رب تعالیٰ نے ان کے لیے غار کا منہ کھول دیا (تو وہ باہر چلے گئے)
ان تین بزرگوں کے واقعہ میں جو ایک بزرگ کی یہ بات اللہ کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ وہ اپنے بچوں سے پہلے اپنے ماں باپ کو دودھ پلاتا تھا اس کے اس عمل کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا کہ غار کا منہ کھول دیا۔ اس میں ہمارے لیے یہ سبق ہے کہ ماں باپ کو اولاد پر ترجیح دیتے ہوئے ان کی ضروریات اولاد کی ضروریات سے پہلے پوری کریں۔

جہاد سے بہتر ماں باپ کی خدمت

حضرت معاویہ بن جاھمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان والد حضرت جاھمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی:
اے اللہ کے رسول! میں جہاد کرنا چاہتا ہوں یعنی مجاہدین میں شامل ہو کر
جہاد میں جانا چاہتا ہوں۔ اس سلسلے میں آپ کا مشورہ چاہتا ہوں۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سوال کیا:

''هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ؟''

کیا تیری ماں (زندہ) ہے؟

اس نے عرض کی کہ

ہاں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''فَالْزَمْهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا''

(مشکوٰۃ: ص ۴۲۱ بحوالہ مسند امام احمد ونسائی وشعب الایمان: امام بیہقی)

تو تم اپنی ماں کی خدمت نہ چھوڑو! یقیناً جنت ماں کے پاؤں کے پاس ہے۔

باپ کے حکم پر بیوی کو طلاق

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میری ایک بیوی تھی جس سے میں محبت کرتا تھا اور میرے باپ حضرت عمر اسے پسند نہیں کرتے تھے اور مجھے حکم دیا کہ اسے طلاق دے دو لیکن میں نے اسے طلاق دینے سے انکار کر دیا آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کا ذکر کیا۔

''فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: طَلِّقْهَا''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اسے طلاق دے دو!

(ترمذی وابن ماجہ ومشکوٰۃ: ص ۴۲۱)

یعنی باپ کا حکم مانو جیسے وہ چاہتے ہیں ویسے کرو تو میں نے اسے طلاق دے دی۔ اس سے واضح ہوا کہ ہر مسلمان ماں باپ کو بیوی اور بچوں سے زیادہ اہمیت دے اور ان کی ہر جائز خواہش کی پیروی کرے۔

ماں باپ کا حق

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا:

اے اللہ کے رسول! بچے پر ماں باپ کا کیا حق ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا کہ

''هُمَا جَنَّتُكَ وَ نَارُكَ'' (ابن ماجہ ومشکوٰۃ، ص ۴۲۱)

ماں باپ تیری جنت اور دوزخ ہیں۔

یعنی ماں باپ تیرے لیے جنت یا دوزخ میں جانے کا سبب ہیں کہ ان کو خوش رکھنا ان کی خدمت کرنا تجھے جنت میں لے جائے گا اور ان کی نافرمانی کرنا اور ان کو ناراض کرنا تجھے دوزخ میں لے جائے گا لہٰذا ان کی اطاعت سے جنت کما اور ان کی نافرمانی سے بچ کر دوزخ سے محفوظ ہو جا!

ماں باپ کے لیے دعائے بخشش

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''اِنَّ الْعَبْدَ لَيَمُوْتُ وَالِدَاهُ اَوْ اَحَدُهُمَا وَ اِنَّهٗ لَهُمَا لَعَاقٌ فَلَا يَزَالُ يَدْعُوْ لَهُمَا وَ يَسْتَغْفِرُ لَهُمَا حَتّٰى يَكْتُبَهُ اللّٰهُ بَارًّا''

(بیہقی فی شعب الایمان ومشکوٰۃ، ص ۴۲۱)

بے شک کوئی بندہ ایسا ہوتا ہے کہ اس کے ماں باپ یا ان میں سے ایک کا انتقال ہو جاتا ہے اور وہ بندہ (ان کا یا اس کا) نافرمان ہوتا ہے تو (ان کی یا اس کی وفات کے بعد) ان کے لیے دعا کرتا اور بخشش مانگتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ (اللہ تعالیٰ کے ہاں) ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا لکھا جاتا ہے۔

بعض اوقات بچے سے ماں باپ دونوں یا ان میں سے ایک کی نافرمانی سرزد ہو جاتی ہے اس حال میں اس کے ماں باپ دونوں یا ان میں سے ایک کا انتقال ہو جاتا ہے ان کے انتقال کے بعد وہ اس کے لیے اللہ سے دعا کرتا ہے اور اس طرح استغفار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ خوش ہو جاتا ہے اور ماں باپ کی روح بھی اس کی دعا سے خوش ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نافرمانی کے گناہ کو مٹا کر اس کی بخشش کر دیتا

ہے اور اس کو ماں باپ سے حسن سلوک کرنے والا لکھ دیتا ہے۔

ایک شخص اپنے ماں باپ دونوں کا یا ان میں سے ایک کا ان کی زندگی میں نافرمان ہوتا ہے پھر ان کے مرنے کے بعد اپنی غلطی پر نادم و پشیمان ہوتا اور پچھتاتا ہے اور توبہ کرکے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہے پھر ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائے رحمت کرتا اور ان کے گناہوں یا خطاؤں کی بخشش مانگتا ہے اور یہ سلسلہ جاری رکھتا ہے حتیٰ کہ ایک وقت آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی غلطی معاف کرکے ماں باپ کے لیے دعائے رحمت کرنے اور ان کے لیے بخشش مانگنے کی وجہ سے اسے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا لکھ دیتا ہے۔ چناں چہ قرآن مجید میں ہے:

''اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ'' (سورۂ ہود آیت:۱۱۴)

بلاشبہ نیکیاں گناہوں کو بہا لے جاتی ہیں یعنی مٹا دیتی ہیں۔

اور حدیث شریف میں ہے:

''اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ'' (ابن ماجہ ۴۲۵۰)

اپنے گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

ہم نے توبہ کی شرط اس لیے لگائی کہ ماں باپ کی نافرمانی اللہ کے حقوق سے ہے جس سے توبہ ضروری ہے۔ (مرقاۃ ۸/۶۶۸)

جنت اور دوزخ کے دو دروازے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مَنْ اَصْبَحَ مُطِيْعًا لِّلّٰهِ فِيْ وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ الْجَنَّةِ وَ اِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا، وَ مَنْ اَصْبَحَ عَاصِيًا لِّلّٰهِ فِيْ وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ النَّارِ، اِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا، قَالَ رَجُلٌ وَ اِنْ ظَلَمَاهُ؟ قَالَ: وَ اِنْ ظَلَمَاهُ وَ اِنْ ظَلَمَاهُ وَ اِنْ ظَلَمَاهُ'' (بیہقی فی شعب الایمان، مشکوۃ حدیث نمبر ۴۹۴۳)

یعنی جو اللہ کے لیے اپنے ماں باپ کا اطاعت گذار و فرماں بردار ہو تو اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اگر ان میں سے ایک کا ہو تو ایک دروازہ اور جو اپنے والدین کے متعلق اللہ کا نافرمان ہو اس کے لیے آگ کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اگر ایک کا ہو تو ایک دروازہ۔ ایک شخص نے عرض کی:

اگر چہ وہ ظلم کریں۔

فرمایا:

اگر چہ وہ اس پر ظلم کریں، اگر چہ وہ ظلم کریں، اگر چہ وہ ظلم کریں۔

یاد رہے کہ ماں باپ کی فرماں برداری دراصل ان کی نہیں اللہ کی نافرمانی ہے۔ اسی طرح ان کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی اور ان کو ایذا و تکلیف پہنچانا اللہ کو تکلیف پہنچانا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

''اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ'' (احزاب:۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ کو اور اس کے رسول کو ایذا و تکلیف پہنچاتے ہیں انہیں اللہ نے لعنت فرمائی دنیا میں اور آخرت میں۔

اس میں اللہ و رسول کو ایذا پہنچانے کا بیان ہے جبکہ رسول کو تو ایذا پہنچانا ممکن ہے مگر اللہ تعالیٰ تو اس قدر بلند و بالا ذات ہے کہ وہاں تک تو کسی کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا تو اسے ایذا پہنچانا ممکن ہی نہیں لہٰذا اس بات کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چوں کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و ادب کو فرض ٹھہرایا اور ان کی نافرمانی و بے ادبی سے منع فرمایا تو اس کی خلاف ورزی کرنا گویا اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانا ہے ایسے ہی ماں باپ کا مسئلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جائز کام میں ان کی فرماں برداری اور ان کا ادب فرض ٹھہرایا اور ان کی نافرمانی اور بے ادبی سے منع فرمایا اور انہیں تکلیف پہنچانے سے بھی روکا تو اس حکم الٰہی کی بجا آوری کرتے ہوئے ماں باپ کی فرماں برداری کرنا اللہ

کی فرماں برداری کرنا ہے اور ان کی نافرمانی کرنا اللہ کی نافرمانی کرنا ہے۔

حج مقبول کا ثواب

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ اِلٰى وَالِدَيْهِ نَظْرَ رَحْمَةٍ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَبْرُوْرَةً''

جو ماں باپ کا فرماں بردار بچہ اپنے ماں باپ کی طرف شفقت و رحمت کی ایک نظر سے دیکھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے حج مقبول کا ثواب لکھ دیتا ہے۔

(بیہقی فی شعب الایمان و مشکوٰۃ: ص ۴۲۱)

صحابہ کرام نے عرض کی کہ

اگر چہ وہ ہر روز سو بار دیکھے؟

آپ نے فرمایا کہ

''نَعَمْ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ اَطْيَبُ''

ہاں، اللہ سب سے بڑا اور سب سے پاکیزہ ہے۔

نیک اولاد ہمیشہ اپنے ماں باپ کو عزت و احترام اور رحمت و شفقت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ نظر رحمت سے مراد محبت و شفقت ہے یعنی ماں باپ کو ہمیشہ محبت و شفقت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے ان کے پاس روزانہ بیٹھنا اور ان پر نظر محبت و شفقت ڈالتے رہنا چاہیے جس سے حج مقبول کا ثواب ملتا ہے جتنی بار محبت و شفقت کی نظر ماں باپ پر ڈالیں گے۔

اتنی بار حج مقبول کا ثواب پائیں گے۔ اس سے بڑھ کر اور خوش قسمتی کیا ہوگی کہ جتنی بار ماں باپ کو نظر محبت و شفقت سے دیکھیں گے اتنی بار حج مقبول کا ثواب پائیں گے۔

ماں باپ کے نافرمان کی سزا

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"كُلُّ الذُّنُوْبِ يَغْفِرُ اللّٰهُ مِنْهَا مَا يَشَآءُ اِلَّا عُقُوْقَ الْوَالِدَيْنِ فَاِنَّهٗ يُعَجِّلُ لِصَاحِبِهٖ فِى الْحَيَاةِ قَبْلَ الْمَوْتِ"

(بیہقی فی شعب الایمان ومشکوٰۃ: حدیث نمبر ۴۹۴۵)

ہر گناہ میں سے اللہ جو چاہتا ہے معاف کرتا ہے سوائے ماں باپ کی نافرمانی کے کہ بلاشبہہ ماں باپ کی نافرمانی کے گناہ کی سزا نافرمان کو اس کی زندگی میں موت سے پہلے دے دیتا ہے۔

اس حدیث میں ان لوگوں کے بڑی عبرت ہے اور بڑا سبق ہے جو ماں باپ کی نافرمانی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نافرمان کو ماں باپ کی نافرمانی کی سزا اس کی زندگی میں موت سے پہلے ہی دے دیتا ہے۔

ایک احتمال یہ بھی ہے کہ نافرمان کو اس کے ماں باپ کی موت سے پہلے ان کی زندگی میں ہی اس کی نافرمانی کی سزا دیتا ہے۔ ہاں اگر وہ توبہ کرے اور ماں باپ کو راضی کرے تو سزا سے بچ سکتا ہے۔

اِس حدیث سے ماں بات کی شان خوب واضح ہو رہی ہے۔

بڑے بھائی کا حق

حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"حَقُّ كَبِيْرِ الْاِخْوَةِ عَلٰى صَغِيْرِهِمْ حَقُّ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهٖ"

(بیہقی فی شعب الایمان ومشکوٰۃ: حدیث نمبر ۴۹۴۶)

بڑے بھائی کا حق چھوٹے بھائیوں پر ایسے ہے جیسے باپ کا حق اولاد پر۔

یہ حدیث حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو عظیم الشان صحابی رسول ہیں۔ ہجرت کے سال پیدا ہوئے۔ آپ اشراف قریش میں سے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جن صحابہ سے قرآن لکھوایا ان میں آپ بھی شامل تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں کوفہ کے گورنر بھی رہے۔ آپ نے طبرستان کو فتح

کیا۔ ۵۹ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

اس حدیث میں بڑے بھائی کا وہی ادب بتایا گیا ہے جو باپ کا ہے۔ لہٰذا چھوٹے بھائی کو اپنے بڑے بھائی کا باپ کی طرح ادب کرنا چاہیے اور بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر اولاد کی طرح نگاہِ شفقت ورحمت کرنا چاہیے اور ان کی ضروریات کا ایسے ہی خیال رکھنا اور سوچنا چاہیے جیسے اپنی ضروریات کا خیال رکھتا ہے کبھی ایسا کام نہ کرے جس سے چھوٹے بھائی کے دل میں یہ خیال آئے کہ میرے بڑے بھائی کے دل میں وہ رحمت ومحبت وشفقت نہیں ہے جو ابا جان کے دل میں ہے، یا ہوتی تھی۔

﴿باپ سے اچھا سلوک﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی:

یا رسول اللہ! میرے لیے کیا حکم ہے؟

آپ نے فرمایا:

''بِرَّ اُمَّكَ''

ماں کے ساتھ بہتر سلوک کرو!

پھر اس نے پوچھا:

اس کے بعد میرے لیے کیا حکم ہے؟

فرمایا:

''بِرَّ اُمَّكَ''

ماں سے بہتر سلوک کرو!

پھر اس نے یہی سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بِرَّ اَبَاكَ''

اپنے باپ سے بہتر سلوک کرو! (مسند امام احمد بن حنبل ۲/۴۰۲)

آمین آمین آمین!!!

"عن ابی هریرة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صعد المنبر فقال: آمین قیل: یا رسول الله! انك صعدت المنبر فقلت آمین آمین آمین فقال ان جبریل اتانی فقال لی من ادرك شهر رمضان فلم یغفر له فدخل النار فابعده الله قل آمین فقلت آمین و من ادرك ابویه او احدهما فلم یبرهما فمات فدخل النار فابعده الله قل فقلت آمین و من لم یصل علیك فمات فدخل النار فابعده الله قل آمین فقلت: آمین"

(موارد الظمآن ۳۴۸/۶، الاحسان ۳۱/۲، مسند الموصلی ۱۳۱/۲، مسند البزار ۴۹/۴ز، جامع الاصول ۷۰۲/۱۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر چڑھے تو فرمایا:

آمین آمین آمین!

عرض کی گئی:

یارسول اللہ! آپ نے منبر پر تشریف فرما ہوتے ہوئے تین بار آمین فرمائی۔

فرمایا:

میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور مجھ سے کہا:

(میں تین دعائیں کرتا ہوں آپ آمین فرمائیں) جس نے ماہ رمضان کو پایا پھر اس کی بخشش نہ ہوئی (روزے نہ رکھے) پس وہ دوزخ میں داخل ہو گیا۔ اللہ اسے اپنی رحمت سے دور کرے!

میں نے کہا:

آمین!

(پھر دعا کی کہ) جس نے اپنے ماں باپ کو پایا یا ان میں سے ایک کو پایا

پھران سے اچھا سلوک نہ کیا پھر مر گیا تو دوزخ میں داخل ہو گیا اُسے اللہ اپنی رحمت سے دور کرے!

میں نے کہا:

آمین!

(پھراس نے دعا کی کہ) جس کے پاس آپ کا ذکر ہوا پھراس نے آپ پر درود نہ بھیجا پھر مر گیا اور دوزخ میں داخل ہوا۔ اللہ اسے اپنی رحمت سے دور کرے آپ فرمایئے آمین!

تو میں نے کہا:

آمین!

اِس حدیث سے واضح ہوا کہ جو شخص ماہِ رمضان کے روزے بلا عذر شرعی نہ رکھے وہ دوزخی ہے۔ نیز جو شخص ماں باپ دونوں کو یا ان میں سے ایک کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرے وہ بھی دوزخی ہے اور ہر جائز بات ماں باپ کی فرماں برداری فرض ہے اگر خدا نخواستہ ماں باپ کسی کو غیر شرعی بات کا حکم کریں تو نہ مانے کیوں کہ اللہ ورسول کی فرماں برداری ماں باپ کی فرماں برداری سے پہلے ہے۔ چناں چہ حدیث شریف میں ہے:

''لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِی مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ''

کسی انسان کی ایسی بات نہ مانیں جس سے اللہ ورسول کی نافرمانی لازم آتی ہو۔

تیسرا وہ شخص بھی دوزخی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک سنے پھر آپ پر درود نہ بھیجے۔

کافر باپ سے بھی حسن سلوک کرے

''عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَی ابْنِ سَلُوْلٍ وَ هُوَ فِیْ ظِلِّ اَجَمَّةٍ فَقَالَ قَدْ غَبَّرَ عَلَیْنَا ابْنُ اَبِیْ

كُبْشَةَ فَقَالَ ابْنُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدُ اللّٰهِ وَ الَّذِیْ اَكْرَمَكَ وَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ لَئِنْ شِئْتَ لَآتِيَنَّكَ بِرَاْسِهٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم، لَا، وَ لٰكِنَّ بِرَّ اَبَاكَ وَ اَحْسَنَ صُحْبَتِهٖ''

(موارد الظمآن ۳۳۹/۶ - صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۲۸ - مسند البزار ۲۶۰/۳ - مجمع الزوائد ۱۸/۹ - المستدرک ۵۸۸/۳، ۵۸۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا (رئیس المنافقین) عبداللہ بن اُبَی بن ابی سلول سے گذر ہوا اور ایک گھنے سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھا تھا، کہنے لگا:

ابو کبشہ (یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادوں میں سے ہیں) کے بیٹے نے ہم پر غبار و مٹی اُڑائی۔

اس کی یہ بات اس کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ (جو صحابی تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال عشق ومحبت رکھتے تھے) نے سن لی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ

یارسول اللہ! اگر آپ چاہیں تو میں اپنے بےادب رئیس المنافقین باپ کی گردن کاٹ کر آپ کے پاس لے آؤں؟

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نہیں، لیکن تم اپنے باپ سے اچھا سلوک کرو اور اس سے بھی اسی طرح نباہ کرو!

سبحان اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کس قدر حلم و بردباری اللہ تعالیٰ نے رکھی تھی، یہ آپ کے سچے نبی ہونے کی ایک نشانی ہے کہ آپ نے بےادب اور گستاخانہ الفاظ برداشت فرمائے، ناراضگی اور غصہ کا اظہار نہ فرمایا اور اس کی بے ادبی سے درگذر فرماتے ہوئے بیٹے کو اپنے کافر باپ سے حسن سلوک کرنے اور اچھی طرح نباہ کرنے کا سبق دیا اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مسلمان کے ماں باپ کافر ہوں تب بھی اسے

ان کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

ادلے کا بدلہ

حضرت جابر و حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''بِرُّوْا اٰبَآءَکُمْ تَبِرُّکُم اَبْنَآءُکُمْ وَ عِفُّوْا عَنِ النِّسَآءِ تَعِفُّ نِسَآءُکُمْ'' (کنز العمال ۱۶/۳۶۶، ۳۶۷)

تم اپنے باپ کا اِحترام کرو! تمہارے بیٹے تمہارا اِحترام کریں گے، تم غیر عورتوں سے اپنے آپ کو پاک رکھو! تمہاری بیویاں اپنے آپ کو غیر مردوں سے پاک رکھیں گی۔

''بِرّ و عفّت''

اِس حدیث پاک میں دو اہم باتیں ارشاد فرمائی گئیں:

ایک ''بِرِّ اٰباء'' یعنی ماں باپ سے حسن سلوک کرنا یعنی ان کے ساتھ ادب و اِحترام سے پیش آنا اور ان کا ہر جائز فرمان خوش دلی کے ساتھ ماننا۔

فرمایا گیا کہ تم اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو تو تمہاری اولاد بھی تمہارے ساتھ حسن سلوک کرے گی وہ تم سے سیکھے گی جو تم کرو گے وہ دیکھ دیکھ کر سبق حاصل کرے گی اور تمہارے ساتھ وہی حسن سلوک کرے گی یہ ادلے کا بدلہ کہلاتا ہے۔ تمہاری اولاد دیکھے گی کہ تم اپنے ماں باپ کے ہاتھ چومتے اور ان کا کمال ادب کرتے ہو تو وہ تمہارے ہاتھ چومے گی اور تمہارا کمال ادب کرے گی، یہی عقلمند اولاد سے توقع رکھی جاتی ہے۔

اور دوسری بات ''عفت'' ہے یعنی پاکیزگی۔ فرمایا گیا کہ تم غیر عورتوں سے بچو یعنی زنا و بدکاری سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو تو تمہاری بیویاں بھی تم سے پاکیزگی سیکھیں گی اور غیر مردوں سے دور رہیں گی اور بدکاری سے اپنے آپ کو پاک رکھیں گی۔

سب کچھ باپ کا

امام طبرانی نے حضرت سمرہ وابن مسعود رضی اللہ عنہما اور امام بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے باپ کی شکایت کی کہ یا رسول اللہ! میں گھر سے باہر ہوتا ہوں تو میرے والد میرے گھر آتے ہیں جو دل کرے اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ کیا ان کو ایسا کرنا جائز ہے؟

تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا:

''اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ''

تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہی ہے۔ (کنز العمال:۱۶/۴۶۶)

یعنی تو دنیا میں اپنے باپ کے ذریعے آیا، تجھے وجود تیرے باپ کے ذریعے نصیب ہوا، پھر اُس نے تجھے پالا پوسا، جوان کیا، تجھ میں کمانے کی قوت بھی تیرے باپ کے ذریعے آئی لہٰذا تو بھی اپنے باپ کا ہے اور تیری کمائی کی بنیاد بھی تیرا باپ ہے لہٰذا اسے حق ہے کہ تیری کمائی سے وہ فائدہ اُٹھائے۔

جہاد کے بدلے والدین کی خدمت

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''بِرُّ الْوَالِدَيْنِ يُجْزِئُ مِنَ الْجِهَادِ'' (کنز العمال ۱۶/۴۶۶)

جہاد کے بدلے ماں باپ کی خدمت کافی ہے۔

اِس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے ماں باپ بوڑھے ہوں کہ انہیں خدمت اولاد کی ضرورت ہو تو اولاد کو چاہیے کہ وہ جہاد کو جانے کی بجائے اپنے ماں باپ کی خدمت کریں یہی ان کے لیے جہاد بلکہ جہاد سے بھی بہتر ہے۔ اور یہ کہ ماں باپ کی خدمت کرنے والی اولاد افضل جہاد اور بہتر جہاد کا ثواب حاصل کرتی ہے۔ علما نے لکھا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے کہ ماں باپ مسلمان ہوں اور اگر وہ کافر ہوں تو

جہاد کے لیے ان سے اجازت لینا ضروری نہیں۔ اسی طرح اگر کافر حملہ کرنے کے لیے سامنے آ جائیں اس وقت بھی اجازت لینا ضروری نہیں کہ دفاع کر کے اپنے آپ کو بچانا فرض ہے۔ اس کی پوری تفصیل ہماری کتاب ''اسلامی جہاد'' میں دیکھیے۔

جہادی تنظیموں کا عمل

لیکن ہمارے پاکستان کی نام نہاد جہادی تنظیموں کا عمل اس کے برعکس ہے کہ وہ احکام شریعت سے بے خبر نوجوانوں کو جہاد کے نام پر بہلا پھسلا کر ماں باپ سے جدا کر دیتے ہیں اور انہیں مروا کر ان کی لاشوں کی کمائی کھاتے ہیں۔ لاشوں کے حوالے سے قوم سے چندے لیتے ہیں۔ ان تنظیموں نے بڑی بڑی زمینیں خرید کر وہاں اپنے شہر آباد کر رکھے ہیں۔

مسلم ٹاؤن لاہور کے ایک بوڑھے آدمی میرے پاس آئے اور مجھے اپنا واقعہ سنایا کہ ان کا ایک ہی بیٹا ہے جو ایک جہادی تنظیم کے ہتھے چڑھ گیا اور گھر سے ان کے ساتھ چلا گیا، بڑی تلاش کے بعد پتہ چلا کہ اس جہادی تنظیم کا اسلام آباد میں ایک دفتر ہے جس کے بیسمنٹ میں وہ نوجوانوں کو جہاد کے لیے ٹریننگ دیتے ہیں اور میرا بیٹا بھی وہاں ہے۔ میں وہاں گیا۔ وہ مجھے بیٹے سے ملنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ میں پولیس کو ساتھ لے کر گیا جنہوں نے مجھے اس سے ملوا دیا، میں نے بیٹے کو گھر چلنے کو کہا لیکن اس نے گھر چلنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ

وہ کشمیر میں جا کر جہاد کرے گا اور شہید ہوگا۔

میں غم کے مارے رو پڑا اور اس سے کہا کہ

تم ہمارے اکیلے بیٹے ہو اور تمہارے بوڑھے ماں باپ ہیں ہمیں تمہاری خدمات کی بڑی شدید ضرورت ہے، تمہارے بغیر ہم دنیا میں زندہ نہیں رہنا چاہتے اگر تم نے کشمیر جہاد پر جانا ہی ہے تو گھر چل پہلے ہمیں شہید کر دو اس کے بعد کشمیر چلے جاؤ تا کہ ہم نے تمہارے بغیر جو دکھ اُٹھانے ہیں

ہم ان دکھوں سے آزاد ہو جائیں گے اور تم بھی بے فکر ہو کر جہاد کرو۔

اس پر اُس کا دل بھر آیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور بولا:

ابا! اب میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں مگر یہ جہادی مجھے نہیں جانے دیں گے۔

میں نے ان کے امیر سے بات کی تو اس نے کہا:

یہ نہیں جا سکتا۔

میں نے کہا کہ

میں اس کا باپ ہوں اور یہ میرا بیٹا ہے۔ میرا اس پر تمہاری نسبت بڑا حق ہے۔

انہوں نے ضد کی تو میں نے پولیس کی مدد سے بیٹے کو اس نام نہاد جہادی تنظیم سے آزاد کرایا اور گھر لے آیا۔

یہ ہے ان نام نہاد تنظیموں کی کارگزاری کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اولاد کو یہ سبق دے رہے ہیں کہ جہاد کی بجائے ماں باپ کی خدمت کرو مگر یہ نوجوان کو اس کے برعکس تعلیم دے کر گمراہ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔ آمین!

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے جس کے ماں باپ بوڑھے تھے جہاد پر جانے کی اجازت مانگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اَلْوَالِدَیْنِ''

تیرا جہاد یہ ہے کہ تو اپنے ماں باپ کی خدمت کر! (کنزالعمال ۱۶/۴۶۷)

﴿ عمر میں برکت ﴾

امام ابوالشیخ نے ''توبیخ'' میں اور امام ابن عدی نے ''الکامل'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''بِرُّ الْوَالِدَیْنِ یَزِیْدُ فِی الْعُمُرِ وَ الْکِذْبُ یَنْقُصُ الرِّزْقَ وَ الدعاءُ یَرُدُّ الْقَضَآءَ وَ لِلّٰهِ فِیْ خَلْقِهٖ قَضَآءَان: قَضَآءٌ نَافِذٌ وَ قَضَآءٌ مُحْدَثٌ و لِلْاَنْبِیَآءِ عَلَی الْعُلَمَاءِ فَضْلُ دَرَجَتَیْنِ وَ لِلْعُلَمَآءِ عَلَی الشُّهَدَآءِ فَضْلُ دَرَجَةٍ'' (کنزالعمال ۱۶/۴۶۶)

ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا عمر کو بڑھاتا ہے اور جھوٹ بولنا رزق کو کم کرتا ہے اور دعا تقدیر کو ٹال دیتی ہے اور اللہ کی مخلوق میں دو تقدیریں ہیں: ایک وہ تقدیر جو ہر صورت ہو کر رہتی ہے اور دوسری اسباب کے ساتھ معلق ہے جو دعا وغیرہ سے ٹل جاتی ہے اور نبیوں کو علما پر دو درجہ فضیلت (برتری) ہے اور علما کو شہیدوں پر ایک درجہ فضیلت ہے۔

علما کا درجہ شہیدوں سے اونچا ہے

جہاں اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ ماں باپ کی خدمت و فرماں برداری سے اللہ تعالیٰ عمر میں برکت فرماتا ہے لہٰذا ماں باپ کی زیادہ سے زیادہ خدمت و فرماں برداری کرنا چاہیے اور یہ کہ جھوٹ اس قدر بُری چیز ہے کہ اس سے انسان کی روزی تنگ ہوتی ہے۔ لہٰذا ہر انسان کے لیے ضروری ہے کہ جھوٹ سے بچے۔

جھوٹ کی قسمیں

تفسیر ''سراج منیر'' میں زیرِ آیت کریمہ ''وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ (البقرۃ:۱۰) انہی (منافقوں) کے لیے دردناک عذاب ہے اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے'' کے تحت لکھتے ہیں کہ

جھوٹ کی چار قسمیں ہیں:

۱-مباح (جائز) ۲-مستحب (باعث ثواب)

۳-واجب ۴-حرام

فرماتے ہیں کہ

''لِاَنَّ الْکَلَامَ وَسِیْلَةٌ اِلَی الْمَقْصُوْدِ فَکُلُّ مَقْصُوْدٍ مَحْمُوْدٌ اِنْ اَمْکَنَ التَّوَصُّلُ اِلَیْهِ بِالصِّدْقِ فَالْکِذْبُ فِیْهِ حرامٌ وَ اِنْ لَمْ یُمْکِنْ اِلَّا بِالْکِذْبِ فَهُوَ مُبَاحٌ، اِنْ کَانَ الْمَقْصُوْدُ مُبَاحًا و مَنْدُوْبٌ اِنْ

كَانَ الْمَقْصُودُ مَنْدُوبًا وَاجِبٌ إِنْ كَانَ الْمَقْصُودُ وَاجِبًا''

کیوں کہ گفتگو مقصد کے حاصل کرنے کا وسیلہ وذریعہ ہے تو جس اچھے مقصد کو سچ کے ذریعے حاصل کرنا ناممکن ہو اس میں جھوٹ بولنا حرام ہے۔ ہاں اگر سچ کے ذریعے ممکن نہ ہو بلکہ جھوٹ کے ذریعے ممکن ہو تو اس میں جھوٹ بولنا مباح وجائز ہے۔ اگر مقصود ایک اچھا کام و مستحب کام ہو تو اس کو حاصل کرنے کے لیے جھوٹ بولنا مستحب ہے اور اگر مقصود واجب شرعی ہو تو اس کے حصول کے لیے جھوٹ بولنا بھی واجب ہے۔

۱- طبرانی کی ''معجم کبیر'' کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''كُلُّ الْكِذْبِ يُكْتَبُ عَلَى ابْنِ آدَمَ إِلَّا ثَلَاثًا الرَّجُلُ يَكْذِبُ فِي الْحَرْبِ فَإِنَّ الْحَرْبَ خدعَةٌ وَ الرَّجُلُ يَكْذِبُ عَلَى الْمَرأةِ فَيُرْضِيهَا وَ الرَّجُلُ يَكْذِبُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ فَيُصْلِحُ بَيْنَهُمَا''

یعنی ہر جھوٹ کا اِنسان پر وبال ہے سوائے تین شخصوں کے ایک وہ شخص مجاہد جو جہاد کی حالت میں دشمن اسلام سے جھوٹ بولے تاکہ اس پر فتح حاصل کرے یا اپنی جان بچائے بے شک لڑائی ایک دھوکا ہے جس سے دشمن اِسلام پر فتح حاصل کی جاسکتی ہے دوسرا وہ شخص جو اپنی بیوی کو راضی کرنے کے لیے جھوٹ بولے تاکہ گھر میں لڑائی نہ ہو تیسرا وہ شخص جو دو شخصوں کے درمیان جھوٹ بول کر ان میں صلح کرادے۔

۲- امام طبرانی کی ''اوسط'' کے حوالہ سے حدیث لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اَلْكِذْبُ كُلُّهُ إِثْمٌ إِلَّا مَا نَفَعَ بِهِ مُسْلِمٌ أَوْ دَفَعَ بِهِ عَنْ دِيْنِهِ''

(تفسیر سراج منیر ۱/۲۴)

ہر جھوٹ گناہ ہے سوائے اس کے جس سے مسلمان (کسی کو نقصان پہنچائے بغیر) نفع حاصل کرے فائدہ اُٹھائے یا مسلمان اس جھوٹ کے ذریعے دین وایمان کی حفاظت کرے دین وایمان کو بچالے۔

۳- امام دیلمی نے کتاب الفردوس میں سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''اَلْعَبْدُ الْمُطِيْعُ لِوَالِدَيْهِ فِيْ اَعْلٰى عِلِّيِّيْنَ'' (کنزالعمال ۱۶/۴۶۷)

وہ بندہ جو اپنے ماں باپ اور اپنے رب کا فرماں بردار ہے اعلیٰ علیین میں ہے۔

اعلیٰ علیین عرش کے نیچے ایک عالی شان نورانی جگہ ہے جہاں انتقال کے بعد مومنوں کی روحیں لے جائی جاتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ماں باپ کا فرماں بردار اور اللہ تعالیٰ کا بھی فرماں بردار ہے کہ نمازوں کا پابند ہے روزے رکھتا ہے۔ مال دار ہے تو زکوٰۃ دیتا ہے اور اللہ کی راہ میں اس کے دین کی ترقی اور غریبوں کی مدد کے لیے اپنا مال خرچ کرتا ہے برے کاموں سے بچتا اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتا ہے مرنے کے بعد اس کی روح کو اعلیٰ علیین میں لے جایا جائے گا جس سے اس کی آخرت کا درجہ بلند قرار پاتا ہے اور اس کی شان کا اونچا ہونا ظاہر ہوتا ہے اور اس سے اسے اللہ تعالیٰ کا خوش ہونا معلوم ہوتا ہے۔

جنت کے دروازے

امام ابن عساکر نے ''تاریخ دمشق'' میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مَنْ اَصْبَحَ مُطِيْعًا لِلّٰهِ فِيْ وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا'' (کنزالعمال ۱۶/۴۶۷)

جو شخص اللہ کی رضا کے لیے اپنے ماں باپ کا فرماں بردار ہو گیا اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور جو ان میں سے ایک کا فرماں بردار ہو گیا اس کے لیے جنت کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔

یعنی جس کے دونوں ماں باپ زندہ ہوں اور وہ اللہ کی رضا کے لیے دونوں کا فرماں بردار اور خدمت گار اور ساتھ ہی اللہ کے احکام کا بھی پابند ہو گیا اس کے لیے

جنت کے دو دروازے کھول دیے جاتے ہیں جن میں سے وہ جس سے چاہے گذر جائے گا یا بہ طور کرامت ایک ہی وقت میں دونوں دروازوں سے گذرے گا جیسے امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے "فتاویٰ حدیثیہ" میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک حدیث کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں جنت کے آٹھ دروازوں سے گزریں گے اور ہر دروازہ سے گذرنے کی ایک الگ شان ہوگی۔

اور جس کے دو ماں باپ میں سے ایک کا پہلے انتقال ہو گیا اور اس نے ان میں سے ایک ہی کو پایا اور اس کی خوب خدمت اور فرماں برداری کی اس کے لیے جنت کا ایک ہی دروازہ کھل گیا جس سے وہ جنت میں داخل ہوگا یہ ماں باپ کی خدمت کا عظیم الشان انعام وبدلہ ہے۔

﴿جنت کے قریب﴾

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ بغداد" میں سند کے ساتھ حضرت عمرو بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ

ابو مسلم نامی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی تھا۔ اس نے آپ سے عرض کی:

یا رسول اللہ! مجھے ایسا کام بتائیں جسے کر کے میں جنت میں داخل ہوں۔

اس کا والد نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ

کیا تیری والدہ زندہ ہے؟ اگر زندہ ہے تو تم اس کی خدمت کرو جنت کے قریب ہو جاؤ گے۔

الفاظ حدیث یہ ہیں:

"اَحَیَّۃٌ وَالِدَتُکَ؟ فَبَرَّھَا فَتَکُوْنَ قَرِیْبًا مِنَ الْجَنَّۃِ"

وہ کہتے ہیں: میں نے عرض کی:

نہیں میری والدہ بھی زندہ نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''فَاَطْعِمِ الطَّعَامَ وَ طِيبِ الْكَلَامَ'' (کنزالعمال ۱۶/۵۵،۵۶)

تو کھانا کھلاؤ اور میٹھا بول بولو!

یعنی اگر تمہارے ماں باپ زندہ نہیں ہیں تو غریبوں اور مسکینوں اور ضرورت مندوں کو کھانا کھلاؤ اور ہر ایک کے ساتھ میٹھا بول بولو، تلخ کلامی اور کڑوی باتیں نہ کرو، شیریں کلامی اور میٹھی زبان بولا کرو! جیسا کہ کہتے ہیں ''میٹھے بول میں جادو ہے''

چچا اور بڑا بھائی

جیسا کہ ہم نے پہلے بھی احادیث کے حوالوں سے لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اَلْعَمُّ وَالِدٌ'' (کنزالعمال ۱۶/۳۶۶)

چچا والد (کی طرح محترم) ہے

اور دوسری حدیث میں ہے کہ

''اَلْاَكْبَرُ من الْاِخْوَةِ بِمَنْزِلَةِ الْاَبِ'' (کنزالعمال ۱۶/۳۶۶)

بڑا بھائی باپ کی جگہ ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ

''حَقُّ كَبِيْرِ الْاِخْوَةِ عَلٰى صَغِيْرِهِمْ كَحَقِّ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهٖ''
(کنزالعمال ۱۶/۳۶۶)

بڑے بھائی کا حق چھوٹے بھائیوں پر ایسا ہے جیسے باپ کا حق اولاد پر۔

لہٰذا چھوٹے بھائیوں کو بڑے بھائیوں کا باپ کی طرح ادب کرنا اور بڑے بھائی کو چھوٹے بھائیوں پر انتہائی شفیق و مہربان ہونا چاہیے چھوٹوں کو محسوس ہو اور نظر آئے کہ ہمارا بڑا بھائی ہم پر واقعی ہمارے باپ کی طرح ہم پر مہربان ہے۔ اس طرح کرنے سے بھائیوں میں کمال محبت پیدا ہوگی اور کمال اتحاد و اتفاق بھی باقی رہے گا جس سے لوگ انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے اور ان کا احترام بھی کریں گے اور ان کی ہر جگہ لوگ مثالیں پیش کریں گے اور تعریفیں کریں گے اور اس کے برعکس الگ

الگ ہونے اور اپنی اپنی میں لگ جانے سے نہ صرف وہ نقصان میں پڑیں گے، اتحاد واتفاق کی برکتوں سے محروم ہو جائیں گے بلکہ ان کی طاقت وقوت بھی کم ہو جائے گی، ان کا رعب ختم ہو جائے گا اور لوگ ان پر انگلیاں اٹھالیں گے پھر ماں باپ کی روح بھی ان سے ناراض ہوگی، بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ بھی ان سے ناخوش ہوں گے۔ جیسے دھاگے کو دیکھ لیجیے اگر دھاگے الگ الگ ہوں تو معمولی سے زور سے ٹوٹ جاتے ہیں اور دھاگے اکٹھے ہو جائیں تو انہیں توڑنا مشکل ہو جاتا ہے یہی بھائیوں کے اتفاق وناتفاقی کی مثال کافی ہے۔

سب سے بہتر عمل

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ

یارسول اللہ!

''اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ؟ قَالَ: صَلِّ الصَّلٰوۃَ لِمَوَاقِیْتِھَا، قُلْتُ: ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ: بِرُّ الْوَالِدَیْنِ، قُلْتُ: ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ: ثُمَّ الْجِھَادُ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ''

(مسند امام احمد بن حنبل ۱/۴۲۱ - صحیح ترمذی حدیث: ۱۷۳ - صحیح مسلم حدیث: ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹)

اللہ کے نزدیک کون سا عمل بہتر ہے؟

فرمایا:

نمازوں کو ان کے وقت پر پڑھنا۔

میں نے عرض کی:

پھر کون سا عمل؟

فرمایا:

ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

میں نے عرض کی:

پھر؟

فرمایا:

پھر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔

اس حدیث شریف میں بتایا گیا ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کریں کہ نماز فرض پانچ وقتی کی پابندی کرنا اس کے بعد ماں باپ کی خدمت وفرماں برداری اور ان سے اچھا سلوک کرنا۔

ماں باپ کی خدمت نفلی نماز وروزے سے بہتر ہے

دوسری حدیث میں ہے کہ

"بِرُّ الْوَالِدَيْنِ اَفْضَلُ مِنَ الصَّلٰوةِ وَ الصَّوْمِ"

(المغنی العراقی ۲/۲۱۶-اتحاف السادۃ المتقین ۶/۳۱۴)

ماں باپ سے حسن سلوک کرنا نماز اور روزے سے بہتر ہے۔

یہاں صلوٰۃ وصوم سے مراد نفلی نماز وروزہ ہے۔

خدمتِ والدین جہاد سے افضل

"بِرُّ الْوَالِدَيْنِ ثُمَّ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ"

ماں باپ کی خدمت کرنا پہلے نمبر پر اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا دوسرے نمبر پر ہے۔ (مسند امام احمد ۱/۴۱۸ و معجم کبیر طبرانی ۱۰/۲۷)

جو لوگ ماں باپ کی اجازت کے بغیر یا اولاد کی خدمت کے ضرورت مند ماں باپ کو چھوڑ کر جہاد کو نکل جاتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں۔ پھر جہاد بھی وہی ہے جو اسلامی حکومت کی طرف سے ہو ناں کہ خود ساختہ تنظیموں کی طرف سے جنہوں نے فقرہ جہاد کو اپنی آمدنی کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔ عوام کو ان سے ہوشیار رہنا چاہیے اور ان کی غلط حرکات سے دونوں ایٹمی ممالک کئی بار جنگ کے کنارے پر پہنچ چکے ہیں۔ اس کی بڑی

مثال ممبئی شہر پر حملے ہیں۔

ماں باپ کی اطاعت ہجرت سے بھی مقدم

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی:

یا رسول اللہ! میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ خدا کی راہ میں ہجرت کے لیے آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں اور میں اپنے ماں باپ کو روتا ہوا چھوڑ آیا ہوں کیوں کہ وہ نہیں چاہتے کہ میں ان کو چھوڑ کر کہیں جاؤں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ

"فَارْجِعْ اِلَيْهِمَا فَاَضْحِكْهُمَا كَمَا اَبْكَيْتَهُمَا"

(المستدرک للحاکم: کتاب البر والصلۃ ۷۹/۵)

تم ان کی طرف واپس جاؤ اور انہیں ہنساؤ جیسے تم نے انہیں رلایا۔

سبحان اللہ! حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسی پیاری تعلیم ہے کہ آپ نے ہر ایک کے حقوق کا تحفظ وادائیگی کی تعلیم دی اور حکم فرمایا۔ اس وقت مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت کا حکم الٰہی ہو چکا تھا مگر آپ نے نہ چاہا کہ کوئی شخص ماں باپ کو روتا یا ناخوش چھوڑ کر ہجرت کرے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اولاد کو حج وہجرت جیسے فریضہ میں بھی ماں باپ کی اجازت اور خوشی حاصل کرنا ضروری ہے ورنہ حج وہجرت کے ثواب کی بجائے گناہ ہوگا۔

ماں باپ کے نافرمان پر لعنت

اِمام حاکم نے "مستدرک" میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ

"لَعَنَ اللّٰهُ الْعَاقَّ لِوَالِدَيْهِ" (المستدرک للحاکم ۸۰/۵)

یعنی ماں باپ کے نافرمان پر اللہ کی لعنت۔

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ہر جائز کام میں ماں باپ کی فرماں برداری فرض ہے بلکہ انتہائی اہم فریضہ ہے کہ اس کی خلاف ورزی اللہ تعالیٰ کو اس قدر ناپسند ہے کہ اس کی خلاف ورزی کرنے والے پر لعنت فرمائی گئی ہے لہٰذا اولاد کو چاہیے کہ ہر جائز کام میں دل و جان سے ماں باپ کی فرماں برداری کرے۔

ماں باپ کی نافرمانی کا عذاب

امام حاکم نے ''مستدرک'' میں حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''كُلُّ الذُّنُوْبِ يُؤَخِّرُ اللّٰهُ مَا شَآءَ مِنْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا عُقُوْقَ الْوَالِدَيْنِ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعَجِّلُهٗ لِصَاحِبِهٖ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا قَبْلَ الْمَمَاتِ'' (۸۲/۵)

یعنی سارے گناہوں سے جس کی سزا اللہ چاہے قیامت تک پیچھے کر دے مگر ماں باپ کی نافرمانی کی سزا انسان کو موت سے پہلے دنیا کی زندگی میں ہی مل جاتی ہے۔

جس گناہ سے انسان نے توبہ نہ کی وہ اس کے عمل نامہ میں رہتا ہے پھر اللہ چاہے تو انسان کو اس کی سزا دنیا میں دے دے یا اسے پیچھے کر دے اور روز قیامت دے لیکن ماں باپ کی نافرمانی ایک ایسا گناہ ہے جس کی سزا دنیا میں ہی مل کر رہتی ہے لہٰذا اولاد کو ماں باپ کے ساتھ مخلص ہونا اور ظاہر و باطن ان کا فرماں بردار ہونا اور انہیں ہر صورت خوش رکھنا چاہیے۔

حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو 11 نصیحتیں

امام حاکم نے ''مستدرک'' میں حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ

یا رسول اللہ! مجھے کچھ نصیحت فرمائیں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ (11) باتوں کی مجھے نصیحت فرمائی:

۱- اَقِمِ الصَّلٰوۃَ	نماز پنج گانہ کی پابندی رکھو!
۲- وَ اٰتِ الزَّکٰوۃَ	زکوٰۃ ادا کرتے رہو!
۳- وَ صُمْ رَمَضَانَ	ماہ رمضان کے روزے رکھا کرو!
۴- وَ حُجَّ الْبَیْتَ	بیت اللہ کا حج کرو!
۵- وَ اعْتَمِرْ	اور عمرہ کرو!
۶- وَ بِرَّ الْوَالِدَیْنِ	ماں باپ کے فرماں بردار بنو!
۷- وَ صِلْ رَحِمَكَ	رشتہ داروں سے تعلق قائم رکھو ان کا حق ادا کرو!
۸- وَ اَقْرِ الضَّیْفَ	مہمان کی خدمت کیا کرو!
۹- وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ	لوگوں کو نیکی کی تلقین کیا کرو!
۱۰- وَ انْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ	بری باتوں سے منع کیا کرو!
۱۱- وَ زُلْ مَعَ الْحَقِّ حَیْثُ زَالَ	جدھر حق ہو ادھر ہو جایا کرو!

(مستدرک للحاکم ۵/۵۸)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا بھی ہیں اور رضائی بھائی بھی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے لیے نصیحتیں اور ہدایتیں طلب کر رہے تھے۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ نصیحتیں فرمائیں کہ

نماز کی پابندی

نماز کی پابندی اللہ تعالیٰ کا حق ہے نماز سے انسان ایک اچھا اور لائق انسان بنتا ہے نماز کی برکت سے انسان کو ذمہ داریوں کو برداشت کرنے اور ان کو وقت پر ادا کرنے کی قوت و عادت ہو جاتی ہے۔ نماز سے انسان میں برائیوں سے بچنے کا جذبہ و شوق پیدا ہو جاتا ہے اور شرم و حیا کی صفت پیدا ہو جاتی ہے۔

زکوٰۃ

زکوٰۃ مال دار پر فرض ہے مال میں زکوٰۃ کا چالیسواں یعنی اڑھائی فی صد حصہ ہے، زمین کی زکوٰۃ اس کی پیداوار کا دسواں حصہ ہے جب کہ زمین بارانی ہو اور بیسواں حصہ ہے جب کہ زمین نہری پانی سے سیراب ہوتی ہو۔

حضرت بابا فرید مسعود گنج شکر فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ پاک پتن شریف والے جو خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور وہ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے۔ تو ایک بار حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص نے آ کر پوچھا کہ

یا حضرت! زکوٰۃ کتنی ہے؟

فرمایا:

کون سی زکوٰۃ؟

شریعت کی یا طریقت کی یا معرفت کی؟

اس نے عرض کی:

تینوں بتا دیجئے!

فرمایا:

شریعت کی زکوٰۃ کل مال کا چالیسواں حصہ ہے یعنی ۳۹ اپنے پاس رکھو ایک اللہ کی راہ میں دے دو اور طریقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ ۳۹ اللہ کی راہ میں دو اور ایک اپنے پاس رکھو اور معرفت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ خود اللہ پر توکل کرو اور سارا مال اللہ کی راہ میں دے دو جیسے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا۔

ماہِ رمضان

ماہِ رمضان کے روزے سب پر فرض ہیں خواہ امیر ہوں یا غریب ہوں۔ روزے

سے انسان میں صبر کی صفت پیدا ہوتی ہے، صحت حاصل ہوتی ہے بیماریاں دور ہوتی ہیں، غریبوں سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے، فرائض و ذمہ داریوں کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

حج و عمرہ

بیت اللہ کا حج مال داروں پر فرض ہے۔ عمر میں ایک بار فرض ہے، بار بار نفلی حج سے بہتر غریبوں کی مدد کرنا ہے، دینی مدارس کے طلبہ جو دین کا علم حاصل کرتے ہیں ان کی مدد نفلی حج و عمرہ سے بہتر ہے۔

ماں باپ کی خدمت

پھر ماں باپ کی خدمت کا بڑا درجہ ہے۔ یہ نفلی حج و عمرہ سے بہتر ہے ماں باپ انسان کے دنیا میں آنے کا ذریعہ اور بڑی نعمت ہیں ان کی قدر کرنا اور ان کو خوش رکھنا سب سے بڑی نیکی ہے۔

صلہ رحمی

صلہ رحمی کا مطلب ہے ماں باپ دادا دادی اور نانا نانی کے ذریعے جو انسان کے رشتہ دار ہوتے ہیں درجہ بہ درجہ ان سے تعلق رکھنا ان سے ملتے رہنا ضرورت کے وقت ان کی حتی الامکان جائز مدد کرنا یہ بڑے ثواب کا کام ہے۔

مہمان نوازی

کوئی مہمان آئے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اسے کھانا پانی دینا اور اس کی جائز مدد کرنا یہ بھی ثواب کا کام ہے بلکہ سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ

''مَنْ اَکْرَمَ ضَیْفَهٗ فَقَدْ اَکْرَمَنِیْ''

جس نے مہمان کی تعظیم کی تو بے شک اس نے میری تعظیم کی۔

امر بالمعروف

معروف نیکی کو کہتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے نیک بندوں سے

محبت، نماز وروزہ، حج وزکوٰۃ، اچھے اخلاق، جہاد، بڑوں کا ادب و تعظیم چھوٹوں پر رحم و شفقت، مسلمان بھائی سے ہمدردی و بھائی چارہ، عدل و انصاف، سخاوت یعنی راہِ خدا میں خرچ کرنا، غریبوں کی مدد وغیرہ وغیرہ ان باتوں کا دوسروں کو حکم دینا، تلقین کرنا، امر بالمعروف کہلاتا ہے۔

﴿نہی عن المنکر﴾

نہی کا معنی ہے منع کرنا اور منکر کا معنی ہے ایسا بُرا کام جس کے برے ہونے میں کسی طرح کا شک وشبہہ نہیں یعنی جس کام کی شریعت نے اجازت نہیں دی بلکہ اس کام سے واضح اور صاف صاف طریقہ سے روکا ہے جیسے زنا، چوری، قتل، بہتان تراشی وشراب نوشی ڈاکہ لوٹ مار جھوٹ، غیبت، حسد، ریا، چغل خوری، کم تولنا اور دوسروں سے زیادہ تول لینا، ظلم کرنا، دوسرے کا ناحق مال کھانا، کسی کا حق مارنا، مرد کا داڑھی مونڈنا اور عورتوں کا اپنے بال مردوں کی طرح چھوٹے کرنا، باہر ننگے سر پھرنا، بلا عذر شرعی وعدہ خلافی کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سارے وہ بُرے کام ہیں جن سے شریعت نے بالکل واضح طور پر اور صاف صاف منع کیا ہے لیکن وہ کام جن کے بارے میں علما کا اختلاف ہے جیسے نماز میں رفع یدین، اِمام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا اور اونچی آواز سے آمین کہنا، خضاب لگانا، گھڑی کی لوہے والی چین پہننا، لاؤڈ اسپیکر پر نماز، خواتین کے چہرہ کا پردہ، ٹیلیفون کے ذریعے رویت ہلال اور ہلالِ عید کا ثبوت و مسئلہ جواز تصویر ایسے مسائل ہیں۔

اِختلاف کے باوجود علمائے کرام کو ایک دوسرے پر مہربان، ایک دوسرے سے ایسے ہی محبت ہونا چاہیے کہ قرآن کے فرمان "رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ" کی یاد تازہ ہو جائے آپس میں مہربان ونرم ہونا چاہیے۔ صحابہ کرام کا بھی آپس میں بہت سے مسائل میں اختلاف تھا اس کے باوجود آپس میں ایک تھے، ایک دوسرے پر مہربان تھے، ایک دوسرے کے مددگار تھے، ان کے اختلاف کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لیے رحمت

فرمایا۔ چناں چہ حدیث شریف میں ہے:

''اِخْتِلَافُ اَصْحَابِیْ لَکُمْ رَحْمَۃٌ''

(کشف الخفاء للعجلونی ۱/۶۸ - المغنی عن حمل الاسفار للعراقی ۱/۲۸ - تذکرۃ العلامہ الہندی ۹۰ - تاریخ امام ابن عساکر (مختصراً) ۶/۲۸۵)

میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔

رحمت اس لیے ہے کہ اسی سے دین میں وسعت ہوئی ہے اور دین اسلام دوسرے ادیان ومذاہب کی نسبت اپنے ماننے والوں کے لیے زیادہ وسیع اور آسان ہو گیا۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کے درمیان فقہی اختلاف کو حضور ﷺ نے نہ صرف برداشت کیا بلکہ اسے امت کے لیے رحمت ٹھہرایا بلکہ فرمایا کہ

میرے سارے صحابہ عدُول ہیں حق والے ہیں۔

اور فرمایا:

ستاروں کی مانند ہیں تم میرے جس صحابی کے پیچھے چلو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ (مشکوۃ)

اور دوسری حدیث میں ہے:

''اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ''

میری امت کے علما کا آپس میں فقہی اختلاف میری امت کے لیے رحمت ہے۔

(اتحاف السادۃ المتقین ۱/۲۰۴، ۲۰۵ - المغنی عن حمل الاسفار للعراقی ۱/۲۸ - کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۶۸۶)

لہٰذا جس بات میں علما کا اِختلاف ہو اس بات سے نہ کسی کو روکا جائے اور نہ کسی کو اس کے کرنے کا حکم دیا جائے جیسا کہ علامہ امام عبدالغنی نابلسی نے رحمۃ اللہ علیہ جو علامہ شامی کے شیخ الشیخ ہیں، ''الحدیقۃ الندیہ شرح طریقہ محمدیہ'' جلد ثانی صفحہ ۱۵۱ پر لکھا ہے:

''البتہ جس بات کے حرام وناجائز ہونے پر علمائے امت کا اجماع و اتفاق ہو اس سے لوگوں کو منع کیا جائے۔ یہی 'نہی عن المنکر' کہلاتا ہے۔''

حق کا ساتھ دینا

انسان کو چاہیے کہ ہمیشہ حق اور سچ کا ساتھ دے اپنے اور پرائے کا خیال نہ کرے اگر کوئی اپنا ہے اور وہ حق پر نہیں ہے تو اس کا ساتھ نہ دیں اور اگر کوئی پرایا ہے مگر وہ حق پر ہے تو اس کا ساتھ دیں، حق کا ساتھ دینے والا دنیا اور آخرت میں کام یاب ہو گا اور جھوٹ کا ساتھ دینے والا دنیا و آخرت میں ناکام ہو گا۔

ماں کا حق

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی:

یارسول اللہ!

''مَنْ اَعْظَمُ النَّاسِ حَقًّا عَلَى الْمَرْاَةِ؟ قَالَ: زَوجُهَا، قُلْتُ: مَنْ اَعْظَمُ النَّاسِ حَقًّا عَلَى الرَّجُلِ؟ قَالَ: اُمُّهٗ'' (المستدرک للحاکم ۵/۱۰۰)

عورت پر سب لوگوں سے زیادہ کس کا حق ہے؟

فرمایا:

اس کے خاوند کا۔

میں نے عرض کی:

مرد پر سب لوگوں سے زیادہ کس کا حق ہے؟

فرمایا:

اس کی ماں کا۔

اطاعت والدین

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ

ماں باپ کی فرماں برداری کس حد تک ضروری ہے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا کہ

''بِرَّ وَالِدَیْكَ وَاِنْ اَمَرَاكَ اَنْ تَخْرُجَ الخ''

(مسانید ۲/۳۸۳-المستدرک ۴/۱۵۹)

تم اپنے ماں باپ کا حکم مانو اگرچہ وہ تمہیں گھر سے نکل جانے کا حکم دیں۔

گھر سے نکل جانا کس قدر ناگوار ہے بچہ جس گھر میں پلا ہو پوسا ہو جوان ہوا ماں باپ کی شفقتوں سے پروان چڑھا، کون سے ماں باپ ہیں جو اپنی پیاری اولاد کو گھر سے نکل جانے کا حکم دیں ماں باپ کی اس قدر شفقتوں کی جو اولاد قدر نہ کرے۔ ماں باپ کی نافرمانی کو اپنی عادت بنالے تو ایسی حالت میں ماں باپ کا پیار ایسی اولاد سے ختم ہو جاتا ہے بلکہ ایسی اولاد ماں باپ کے لیے مصیبت بن جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ ہر شخص مصیبت سے بچتا اور جان چھڑاتا ہے۔ لہٰذا ایسا وقت آسکتا ہے کہ ماں باپ تنگ آکر ایسی اولاد کو گھر سے نکل جانے کا حکم دیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اولاد کو ہر صورت ماں باپ کی اطاعت و فرماں برداری کرنی چاہیے اور یہاں تک نوبت نہیں آنے دینا چاہیے کہ ماں باپ کہیں کہ گھر سے نکل جاؤ۔ ماں باپ راضی تو اللہ تعالیٰ بھی راضی اس لیے اولیاء اللہ نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے بعد ماں باپ کو راضی اور خوش رکھنے کی کوشش اور بلند درجوں پر فائز ہوتے رہے اور آج سب لوگ ان سے محبت کرتے ہیں۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایسے بزرگان دین کے فیض یافتہ ہیں۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جب زیارت مدینہ سے فارغ ہوئے اور والدہ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے شہر کے لوگ آپ کے استقبال کے لیے پہنچ گئے لیکن اس وقت آپ کو یہ پریشانی ہوگئی کہ اگر لوگوں سے ملاقات کرتا رہوں تو یادِ الٰہی میں غفلت ہوگی اور والدہ کی خدمت میں حاضر ہونے میں دیر ہو جائے گی۔ لہٰذا آپ نے ان لوگوں کو اپنے آپ سے متنفر کرنے کے لیے یہ ترکیب کی کہ رمضان کے باوجود دکان سے کھانا خرید کر کھانا شروع کر دیا۔ یہ دیکھتے ہی تمام عقیدت مند واپس

ہو گئے اور آپ نے فرمایا:

میں نے اجازت شرعی پر عمل کیا لیکن لوگ مجھے بُرا سمجھ کر منحرف ہو گئے۔

جب سفر سے واپسی میں مکان کے دروازے پر پہنچے اور دروازے سے کان لگا کر سُنا تو والدہ وضو کرتے ہوئے کہہ رہی تھیں کہ

یا اللہ! میرے مسافر کو راحت سے رکھنا اور بزرگوں سے اس کو خوش رکھ کر اچھا بدلہ دینا۔

یہ سن کر پہلے تو آپ روتے رہے پھر دروازے پر دستک دے دی تو والدہ نے پوچھا:

کون ہے؟

عرض کیا کہ

آپ کا مسافر۔

چناں چہ انہوں نے دروازہ کھول کر ملاقات کرتے ہوئے فرمایا کہ

تم نے اِس قدر طویل سفر اِختیار کیا کہ روتے روتے میری بصارت ختم ہو گئی اور غم سے کمر جھک گئی۔

آپ نے فرمایا:

جس کام کو میں نے بعد کے لیے چھوڑا تھا وہ پہلے ہی ہو گیا اور وہ میری والدہ کی خوش نودی تھی۔

والدہ کی برکت

آپ فرمایا کرتے تھے کہ

مجھے جتنے بھی روحانی و دنیاوی مراتب حاصل ہوئے سب میری والدہ کی اطاعت سے حاصل ہوئے۔

ایک مرتبہ میری والدہ نے رات کو پانی مانگا، لیکن اتفاق سے اس وقت گھر میں قطعاً پانی نہیں تھا۔ چناں چہ میں گھڑا لے کر نہر سے پانی لایا، مگر میری

آمد و رفت کی تاخیر کی وجہ سے والدہ کو پھر نیند آ گئی اور میں رات بھر پانی لیے کھڑا رہا حتی کہ شدید سردی کی وجہ سے وہ پانی پیالے میں منجمد ہو گیا اور جب والدہ کی بیداری کے بعد میں نے انہیں پانی پیش کیا تو انہوں نے فرمایا کہ

تم نے پانی رکھ دیا ہوتا اتنی دیر کھڑے رہنے کی کیا ضرورت تھی؟

میں نے عرض کیا کہ

محض اس خوف سے کھڑا رہا کہ مبادا آپ کہیں بیدار ہو کر پانی نہ پئیں اور آپ کو تکلیف پہنچے۔

یہ سن کر انہوں نے مجھے دعائیں دیں۔

اسی طرح ایک رات والدہ نے فرمایا کہ

دروازے کا ایک پٹ کھول دو، لیکن میں رات بھر اسی پریشانی میں کھڑا رہا کہ نہ معلوم داہنا پٹ کھولوں یا بایاں کیوں کہ اگر ان کی مرضی کے خلاف غلط پٹ کھل گیا تو حکم عدولی میں شمار ہوگا۔

انہیں خدمتوں کی برکت سے یہ مراتب مجھ کو حاصل ہوئے۔"

(تذکرۃ الاولیا ۱۰۸، ۱۰۹)

حضرت امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام محمد بن سیرین کے مکمل حالاتِ زندگی ہماری کتاب "مجموعہ حیات اولیا" میں دیکھیے! آپ کے والد ماجد صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے گویا آپ تابعین میں سے ہیں۔

ماں کی خدمت

امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ اپنی ماں کے بڑے مطیع و خدمت گزار تھے ان کی بہن کا بیان ہے کہ ماں حجازی تھیں اس لیے انہیں رنگین اور نفیس کپڑوں کا بڑا شوق تھا۔ امام

اِبن سیرین رحمۃ اللہ علیہ ماں کی خواہش کا اِس قدر اہتمام کرتے تھے کہ جب کپڑا خریدتے تو محض کپڑے کی لطافت اور خوب صورتی دیکھتے اس کی مضبوطی کا کچھ بھی خیال نہ کرتے، اپنی ماں کے کپڑے خود دھویا کرتے اس خدمت میں اپنے بہن بھائی کو شریک نہ ہونے دیتے۔ ماں کے مقابلہ میں اپنی آواز بلند نہ کرتے، جب ماں سے باتیں کرتے تو اس آہستگی کے ساتھ جیسے کوئی رازکی بات کر رہے ہوں۔

ابن عون کا بیان ہے کہ

ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ جس وقت اپنی ماں کے سامنے ہوتے تو ان کی آواز اتنی پست ہوتی تھی کہ ناواقف آدمی انہیں بیمار خیال کرتا۔

(اکیس جلیل القدر تابعین ۲۱۴، ۲۱۵)

جریج عابد کا واقعہ

"صحیح مسلم شریف" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

جریج بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو اپنے عبادت خانہ میں عبادت کر رہا تھا اتنے میں اس کی ماں آئی۔ اس کی ماں نے اپنا ہاتھ اپنے ابرو پر رکھا اور جریج کو پکارنے کو اپنا سر اوپر اُٹھایا تو بولی:

اے جریج! میں تیری ماں ہوں مجھ سے بات کر!

جریج اس وقت نماز میں تھا۔ وہ بولا: (اپنے دل میں)

یا اللہ! میری ماں پکارتی ہے اور میں نماز میں ہوں۔

پھر وہ اپنی نماز میں رہا۔ اس کی ماں لوٹ گئی۔ دوسرے دن پھر آئی اور بولی:

اے جریج! میں تیری ماں ہوں مجھ سے بات کر!

وہ (دل میں بولا) کہنے لگا:

اے رب! میری ماں پکارتی ہے اور میں نماز میں ہوں۔

آخر وہ نماز پڑھتے گئے۔ وہ بولی:

یا اللہ! یہ جریج ہے اور میرا بیٹا ہے، میں نے اس سے بات کی لیکن اس نے بات کرنے سے انکار کیا۔ اے اللہ! اسے موت نہ دینا جب تک کہ یہ بدکار عورتوں کو نہ دیکھ لے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اگر وہ دعا کرتی جریج کسی فتنہ میں پڑے تو ضرور البتہ پڑ جاتا (پر اس نے صرف اسی قدر دعا کی کہ بدکار عورتوں کو دیکھے)

ایک چرواہا تھا بھیڑوں کا جو جریج کے عبادت خانہ کے پاس ٹھہرا کرتا تھا تو گاؤں سے ایک عورت باہر نکلی، چرواہے نے اُس سے زنا کیا۔ اس کو حمل ہو گیا تو اس نے ایک لڑکا جنا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا:

یہ لڑکا کہاں سے لائی؟

وہ بولی:

اس عبادت خانہ میں جو رہتا ہے اس کا لڑکا ہے۔

یہ سن کر (بستی کے لوگ) اپنی کدالیں اور پھاوڑے لے کر آئے اور جریج کو آواز دی۔ وہ نماز میں تھا۔ اس نے بات نہ کی۔ لوگ اس کا عبادت خانہ گرانے لگے۔ جب اس نے یہ دیکھا تو اُترا۔ لوگوں نے اس سے کہا:

اس عورت سے پوچھ! کیا کہتی ہے؟

جریج ہنسا اور اس نے لڑکے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور پوچھا:

تیرا باپ کون ہے؟

وہ بولا:

میرا باپ بھیڑوں کا چرواہا ہے۔

جب لوگوں نے نوزائدہ بچے کے منہ سے بات سنی تو کہنے لگے:

جتنا عبادت خانہ ہم نے تیرا گرایا ہے وہ سونے اور چاندی سے بنا دیتے ہیں۔

جریج نے کہا:
نہیں، مٹی ہی سے درست کر دو جیسا پہلے تھا۔
پھر عبادت خانہ کو چڑھ گیا (اور جا کر عبادت میں مصروف ہو گیا)
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے کہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
کوئی لڑکا جھولے میں (یعنی پالنے میں) نہیں بولا، مگر تین لڑکے: ایک تو حضرت سیّدنا عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام، دوسرے جریج کا ساتھی (تیسرے حضرت سیّدنا یوسف علیہ السلام کا گواہ جیسا کہ سورۂ یوسف میں ہے) اور جریج کا قصہ یہ ہے کہ وہ ایک عابد شخص تھا۔ سو اس نے عبادت خانہ بنایا۔ اسی میں رہتا تھا۔ اس کی ماں آئی۔ وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ ماں نے پکارا:
او جریج!
وہ بولا:
اے رب! میری ماں پکارتی ہے اور میں نماز میں ہوں۔
آخر وہ نماز ہی میں رہا۔ اس کی ماں واپس چلی گئی۔ پھر جب دوسرا دن ہوا پھر آئی اور پکارا:
او جریج!
وہ بولا:
یا اللہ! میری ماں پکارتی ہے اور میں نماز میں ہوں۔
آخر وہ نماز ہی میں رہا۔ اس کی ماں بولی:
یا اللہ! اس کو مت ماریو جب تک بدکار عورتوں کا منہ نہ دیکھے۔
پھر بنی اسرائیل میں ایک بدکار عورت تھی جس کی خوب صورتی کی لوگ مثال دیتے تھے، وہ بولی:
اگر تم لوگ کہو تو میں جریج کو بلا کر گناہ میں ڈال دوں!
پھر وہ عورت جریج کے سامنے گئی لیکن جریج نے اس کی طرف خیال بھی نہ

کیا۔ آخر وہ ایک چرواہے کے پاس آئی جو جریج کے عبادت خانہ کے پاس ٹھہرا کرتا تھا اور اجازت دی اس کو اپنے سے صحبت کرنے کی۔ اُس نے صحبت کی۔ وہ پیٹ سے ہوئی۔ جب بچہ جنا تو بولی کہ

یہ بچہ جریج کا ہے۔

لوگ یہ سن کر جریج کے پاس آئے اور اس سے کہا:

اُتر!

اور اس کا عبادت خانہ گرا دیا اور اس کو مارنے لگے۔

وہ بولا:

کیا ہوا تم کو؟

انہوں نے کہا:

تو نے زنا کیا ہے اس بدکار عورت سے اور اس نے ایک بچہ بھی جنم دیا ہے تجھ سے۔

جریج نے کہا:

وہ بچہ کہاں ہے؟

لوگ اس کو لائے۔ جریج نے کہا:

ذرا مجھ کو چھوڑ و میں نماز پڑھ لوں۔

پھر نماز پڑھی اور پھر آیا اس بچہ کے پاس اور اس کے پیٹ کو ایک ٹھوکا دیا

اور بولا:

اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟

وہ بولا:

فلاں چرواہا ہے۔

یہ سن کر لوگ دوڑے جریج کی طرف اور اس کو چومنے چاٹنے لگے اور کہنے لگے:

تیرا عبادت خانہ ہم سونے سے بنا دیتے ہیں۔

وہ بولا:

نہیں، مٹی سے پھر بنا دو جیسا تھا۔

لوگوں نے اسی طرح دوبارہ بنا دیا۔

تیسرا ایک بچہ تھا جو اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا۔ اتنے میں ایک سوار نکلا عمدہ جانور پر ستھری پوشاک والا۔ اس کی ماں نے کہا:

یا اللہ! میرے بیٹے کو ایسا کرنا!

بچے نے یہ سن کر دودھ پینا چھوڑ دیا اور اس سوار کی طرف دیکھا اور کہا:

یا اللہ! مجھ کو ایسا نہ کرنا!

پھر دودھ پینے لگ گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

گویا میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم اس بچہ کو دودھ پینے کی نقل کرتے تھے اس طرح پر کہ کلمہ کی انگلی اپنے منہ میں ڈال کر چوستے تھے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

پھر لوگ ایک لونڈی کو لے کر نکلے جس کو مارتے جاتے تھے اور کہتے تھے:

تو نے زنا کرایا اور چوری کی ہے۔

وہ کہتی تھی:

اللہ مجھے کفایت کرتا ہے اور وہی میرا وکیل ہے۔

بچہ کی ماں بولی:

یا اللہ! میرے بچہ کو اس لونڈی کی طرح نہ بنائیو!

یہ سن کر بچے نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور اس لونڈی کی طرف دیکھا اور کہنے لگا:

یا اللہ! مجھ کو اس لونڈی کی طرح بنائیو!

اس وقت ماں اور بیٹے میں گفتگو ہوئی۔ ماں نے کہا:

او سر منڈے! جب ایک شخص اچھی صورت کا نکلا اور میں نے کہا: یا اللہ!

میرے بیٹے کو ایسا کرنا! تو تُو نے کہا: یا اللہ! مجھ کو ایسا نہ کرنا! اور یہ لونڈی کو لوگ مارتے جاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں: تو نے زنا کیا، چوری کی۔ تو میں نے کہا: یا اللہ! میرے بچے کو اس کی طرح نہ کرنا! تو تُو کہتا ہے: یا اللہ! مجھ کو اس کی طرح کرنا! (یہ کیا بات ہے؟)

بچہ بولا:

وہ سوار ایک ظالم شخص تھا۔ میں نے دعا کی کہ یا اللہ! مجھ کو اس کی طرح نہ کرنا اور اس لونڈی پر لوگ تہمت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں: تو نے زنا کیا، چوری کی حالاں کہ نہ اس نے زنا کیا ہے اور نہ چوری کی ہے۔ تو میں نے کہا: یا اللہ! مجھ کو اس کے مثل کرنا!

شارحِ صحیح مسلم حضرت امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت جریج کی حدیث سے کئی فائدے نکلے:

ایک تو والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی فضیلت۔

دوسرے ماں کے حق کی تاکید۔

تیسرے یہ کہ ماں جب بلاوے تو جواب دینا چاہیے۔

چوتھے یہ کہ جب دو امر جمع ہوں تو ضروری کو پہلے کرنا چاہیے۔

پانچویں یہ کہ مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے لیے راہ نکال دیتا ہے۔

اور دعا کے وقت نماز پڑھنا اور نماز سے پہلے وضو کرنا مستحب ہے اور وضو ہم سے پہلی امتوں میں بھی تھا اور کرامات اولیا حق ہیں اور یہی مذہب ہے اہل سنت کا۔ انتہیٰ مختصراً۔ (شرح صحیح مسلم)

ماں باپ کے دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک

"صحیح مسلم شریف" میں ہے کہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ایک گنوار ملا مکہ کی راہ میں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کو سلام کیا اور جس گدھے پر خود سوار ہوتے تھے اُس پر سوار کیا اور اپنے سر کا عمامہ اس کو دیا۔ عبداللہ بن دینار نے کہا:

خدا تم سے نیکی کرے! گنوار تھوڑے میں خوش ہو جاتے ہیں (اس کو اس قدر دینا کیا ضروری تھا)

حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا:

اس کا باپ دوست تھا (میرے باپ) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کا اور میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:

بڑی نیکی یہ ہے کہ لڑکا اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ سلوک کرے۔

نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بڑی نیکی یہ ہے کہ لڑکا اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ احسان کرے۔

(صحیح مسلم شریف)

نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ جب مکہ کو جاتے تو ایک گدھا رکھتے اپنے ساتھ تفریح کے لیے۔ اس پر بھی سواری کرتے تھے جب اونٹ کی سواری سے تھک جاتے اور ایک عمامہ رکھتے جو سر میں باندھتے۔ ایک دن وہ گدھے پر جا رہے تھے۔ اتنے میں ایک گنوار نکلا۔ عبداللہ نے کہا:

تو فلاں کا بیٹا ہے فلاں کا پوتا؟

وہ بولا:

ہاں۔

عبداللہ نے اس کو گدھا دے دیا اور کہا:

اس پر سوار ہو جا اور عمامہ بھی دے دیا اور کہا:

اپنے سر پر باندھ!

عبداللہ کے بعض ساتھی بولے:

تم نے اپنی تفریح کا گدھا دے دیا اور عمامہ بھی دے دیا جو اپنے سر پر باندھتے تھے۔ اللہ تم کو بخشے۔

انہوں نے کہا:

میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ آپ فرماتے تھے:

بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی سلوک کرے اپنے باپ کے دوستوں سے باپ کے مرجانے کے بعد۔

اور اس گنوار کا باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دوست گنوار (گاؤں کے رہنے والے) کو گدھا اور عمامہ دے کر اپنے باپ کی حق شناسی کا ثبوت دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کر کے ایک سچے مسلمان ہونے کا ثبوت دیا اور ساتھ ہی آنے والی نسلوں کو یہ سبق دیا کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کی زندگی میں اور ان کے مرنے کے بعد ان کے دوستوں سے محبت کرے اور جہاں تک ہو سکے ان کی خدمت اور ان پر احسان کرے۔

بچہ ماں کا

حدیث شریف میں ہے کہ

ایک مرد اور ایک عورت طلاق کے بعد ایک بچے کے بارے میں جھگڑتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مرد نے عرض کی:

یارسول اللہ! بچہ میں رکھوں گا کیوں کہ یہ میری پشت سے پیدا ہوا

اور عورت نے عرض کیا:

یارسول اللہ! یہ بچہ اس کی پشت میں رہا اسے محسوس تک نہ ہوا اور اس نے اسے میرے پیٹ میں شہوت اور مزے کے ساتھ منتقل کیا جب کہ میں نے اس بچہ کو بڑی مشقتوں کے ساتھ نو ماہ تک پیٹ میں اُٹھائے رکھا پھر

بڑے سخت درد و تکلیف کے ساتھ اسے جنا پھر راتوں کو جاگ جاگ کر اسے دو سال تک دودھ پلایا۔ اب آپ ہی فیصلہ فرمائیں کہ بچہ کس کے پاس ہونا چاہیے؟

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ماں کے پاس۔'' (وبالوالدین احسانا:۱۷)

دوسری حدیث میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ طلاق ہو جانے پر ایک مرد اور ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑتے ہوئے آئے۔ عورت نے عرض کی:

یارسول اللہ! یہ میرا بیٹا ہے۔ میرا پیٹ اس کی جگہ رہا میری گود اس کا گھوارہ رہی۔ میری چھاتی اس کے لیے فوارہ رہی۔ اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی اور بچے کو مجھ سے چھیننا چاہا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اَنْتِ اَحَقُّ بِهٖ مَا لَمْ تَنْكِحِيْ'' (رواہ احمد وابوداؤد)

تم اس کی زیادہ حق دار ہو جب تک کہ نکاح دوسرا نہ کرو۔

ماں کی شکایت

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنی ماں کی بداخلاقی کی شکایت کرنے لگا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ

''لَمْ تَكُنْ سَيِّئَةً حِيْنَ اَرْضَعَتْكَ حَوْلَيْنِ؟''

کیا تیری ماں اُس وقت بداَخلاق نہ تھی جب اُس نے تجھے دو سال دودھ پلایا؟

اس نے پھر کہا کہ

یارسول اللہ! میری ماں بداخلاق ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ

''لَمْ تَکُنْ کَذٰلِکَ حِیْنَ اَسْهَرَتْ لَیْلَهَا وَ اَظْمَاَتْ نَهَارَهَا؟''

کیا تیری ماں اُس وقت ایسی نہ تھی جب وہ تیرے لیے رات کو جاگتی اور دن کو پیاسی رہتی؟

اس نے عرض کی کہ

میں نے ماں کو اس کا بدلہ چکا دیا۔

حضور ﷺ نے اس سے پوچھا کہ

تو نے کیا کیا؟

آدمی نے کہا کہ

میں نے ماں کو اپنے کندھے پر بٹھا کر حج کرایا۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

''مَا جَزَیْتَهَا وَ لَوْ بِطَلْقَةٍ وَّاحِدَةٍ''

تو نے اس کا حق ادا نہیں کیا اگرچہ ایک بار کے درد کے بدلے ہو۔

''طَلْق'' بچہ جننے کے وقت ہونے والے درد کو کہتے ہیں اور طلقة ایک بار کا درد۔ (لسان العرب ۱۰/۲۲۵)

مطلب یہ ہے کہ عورت کا جب بچہ جننے کا وقت آتا ہے تو دردیں شروع ہوتی ہیں۔ کسی کو دن بھر اور رات بھر، کسی کو دو دن اور کسی کو تین تین دن تک دردیں رہتی ہیں اور یہ بہت ہی دُکھ پہنچانے والی دردیں ہوتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری ماں نے تمہیں جننے کے وقت جو کئی کئی بار دردیں برداشت کیں تمہارا اسے اپنے کندھوں پر بٹھا کر حج کرانا ان دردوں میں سے ایک درد کا بدلہ بھی نہیں ہو سکتا۔

ایک اور شخص کا واقعہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی کہ

میں اپنی ماں کی ایسے خدمت کرتا ہوں جیسے اس نے بچپن میں میری

خدمت کی تو کیا اس سے میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا؟

آپ نے فرمایا:

نہیں۔

اس نے عرض کی:

کیوں نہیں؟

آپ نے فرمایا:

اس نے تمہاری خدمت کی اور تمہیں دعائیں دیتی تھی کہ میرے بیٹے کے مقدر بھلے ہوں، میرا بیٹا جوان ہو اور بڑی زندگی پائے جب کہ تمہاری اپنی ماں کے بارے میں ایسی آرزوئیں نہیں ہیں۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے اولیاء اللہ میں سے گذرے ہیں، فرماتے ہیں:

جو شخص محبت کے ساتھ اپنی ماں کی باتیں سننے کو اس کے قریب ہوتا ہے وہ اس شخص سے افضل ہے جو تلوار سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔

پھر فرمایا:

''وَ النَّظْرُ اِلَيْهَا اَفْضَلُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ''

اور ماں کو محبت کی نگاہ سے دیکھنا ہر نیکی سے افضل ہے۔

حج و عمرہ و جہاد

امام ابویعلی اور امام طبرانی نے ''معجم صغیر'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میں جہاد کرنا چاہتا ہوں مگر اس پر قدرت نہیں رکھتا

معذور ہوں۔

آپ نے اس شخص سے سوال کیا کہ

''هَلْ بَقِیَ مِنْ وَالِدَیْكَ اَحَدٌ؟''

کیا تیرے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟

اس نے عرض کی کہ

ہاں میری ماں زندہ ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''قَابِلِ اللّٰهَ فِیْ بِرِّهَا فَاِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ فَاَنْتَ حَاجٌّ وَ مُعْتَمِرٌ وَ مُجَاهِدٌ'' (دبالوالدین احسانا:۱۸)

تُو ماں کو خوش کر کے اس کی خدمت کر کے اللہ سے جا مل! تو جب تُو ایسا کرے گا تو تُو حاجی بھی ہے، عمرہ کرنے والا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا بھی ہے۔

یہ ماں کی خدمت کا صلہ ہے کہ جو شخص ماں کی خدمت کر کے اسے خوش رکھے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں حاجی (حج کرنے والا) اور عمرہ کرنے والا اور اس کی راہ میں جہاد کرنے والا لکھا جائے گا۔

ایک یمنی شخص

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک یمنی شخص یمن سے ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور آپ سے جہاد میں جانے کی اجازت چاہی۔

آپ ﷺ نے اس سے سوال فرمایا کہ

کیا یمن میں تیرا کوئی ہے؟

عرض کی:

ہاں میرے ماں باپ ہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
کیا انہوں نے تجھے اجازت دی؟
عرض کی:
نہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
''فَارْجِعْ اِلَیْھِمَا فَاسْتَاْذِنْھُمَا فَاِنْ اَذِنَاکَ فَجَاھِدْ وَ اِلَّا فَبِرھُمَا''

(وبالوالدین احسانا:۲۴)

پھر تو ان کی طرف لوٹ جا اور ان سے اجازت مانگ پھر اگر وہ تجھے اجازت دیں تو جہاد کر ورنہ ان کے پاس رہ کر ان کی خدمت کر!

جیسا کہ پہلے بھی گزرا اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ ماں باپ سے حسن سلوک کرنا اور انہیں خوش رکھنا اور ان کی خدمت کرنا جہاد فی سبیل اللہ سے افضل عبادت ہے کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو حکم فرمایا کہ وہ جہاد کو چھوڑ کر ماں باپ کی خدمت کرے۔

جیسا کہ پہلے حدیث میں گذرا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی خوشی ماں باپ کی خوشی میں ہے اسی طرح اس کی ناراضگی ماں باپ کی ناراضگی میں ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ان کی ناراضگی ہے تو ان کی ناراضگی انسان کی نیکیوں کے ضائع ہونے کا بھی سبب ہے کہ جب تک وہ ناراض ہے اولاد کی کوئی نیکی قبول نہیں بلکہ ایسی اولاد کے مرتے وقت ایمان کے بھی چھن جانے کا خطرہ ہے جن سے ان کے ماں باپ ناراض ہوں اور یہ چیز حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے بھی ثابت ہوتی ہے۔

واقعہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک جوان تھا جس کا نام علقمہ تھا جو نماز روزہ کا

بہت پابند اور نہایت نیک وصالح تھا اللہ کی راہ میں بہت خرچ کرتا تھا وہ سخت بیمار ہو گیا اس قدر کہ اس کا آخری وقت آ گیا مگر اس کی جان نہیں نکل رہی تھی سخت تکلیف میں آ گیا۔ اس کی بیوی نے حضور ﷺ کو پیغام بھیجا کہ اس کا خاوند علقمہ پر موت کا وقت ہے اور وہ سختی اور تکلیف میں ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت عمار بن یاسر و حضرت صہیب و حضرت بلال رضی اللہ عنہم کو اس کے ہاں بھیجا اور فرمایا کہ

علقمہ کو کلمۂ شہادت پڑھنے کی تلقین کریں تا کہ اس کا ایمان پر خاتمہ ہو۔

یہ تینوں حضرت علقمہ کے پاس پہنچے۔ ان کی جان نہیں نکل رہی تھی، تکلیف میں تھے۔ ان تینوں صحابہ کرام نے ان کو کلمہ شہادت پڑھنے کی تلقین کی مگر ان پر تلقین کا اثر ہی نہ ہوا کہ ان کی زبان سے کلمہ شہادت نہ نکلا۔ انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ذریعے حضور ﷺ کو اس کی اطلاع بھیجی کہ اس کی زبان سے کلمہ شہادت نکل ہی نہیں رہا ہمیں خطرہ ہے کہ وہ کلمۂ شہادت پڑھے اور ایمان کی دولت کو ساتھ لیے بغیر ہی دنیا سے نہ چلا جائے۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ

''هَلْ لَهُ اَبَوَانِ؟''

اس کے ماں باپ زندہ ہیں؟

جواب آیا کہ اس کے والد تو پہلے فوت ہو چکے ہیں، البتہ اس کی ماں زندہ ہے جو بہت ہی بوڑھی ہے۔

حضور ﷺ نے حضرت بلال کو اس کی ماں کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ

اسے جا کر میرا اسلام کہیں اور پوچھیں کہ اگر وہ چل کر میرے پاس آ سکتی ہے تو آ جائے ورنہ میں اس کے پاس جاؤں گا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اسے جا کر حضور ﷺ کا سلام اور پیغام پہنچایا۔ اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ پر میری جان قربان، میں چل کر حاضر ہوں گی۔

اور حاضر ہوئی اور حضور ﷺ کے سامنے آ کر بیٹھ گئی۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ

مجھے سچ سچ بتانا! اگر جھوٹ بولے گی تو اللہ کی وحی آجائے گی اور علقمہ کا سارا حال بتادے گی۔ اب تم اس کا خود ہی حال بتادو!

اس کی ماں نے عرض کی کہ

یارسول اللہ! وہ نماز وروزہ کا پابند تھا اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا تھا جو پاس ہوتا راہ خدا میں دے ڈالتا یہ نہ دیکھتا کہ کیا ہے اور کتنا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

یہ بتا کہ اُس کا تیرے ساتھ معاملہ کیسا تھا؟ تو اُس سے خوش ہے یا ناراض؟

اُس نے عرض کی:

یارسول اللہ! میں تو اس سے خوش نہیں ہوں بلکہ ناراض ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کیوں ناراض ہے؟

اس نے عرض کی کہ

وہ اپنی بیوی کو مجھ پر فوقیت دیتا تھا اس کی ہر بات مانتا مگر میری کوئی بات نہ مانتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا:

''سَخَطُ اُمِّہٖ حَجَبَ لِسَانَہ عَنْ شَھَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ''

اس کی ماں کی ناراضی اس کی زبان پر کلمہ شہادت کے آنے سے رُکاوٹ ہوگئی ہے۔

اس کے بعد آپ نے حضرت بلال سے فرمایا:

جاؤ! بہت سی لکڑیاں جمع کروتا کہ میں علقمہ کو آگ لگا کر جلا دوں۔

اس کی ماں بولی:

اے اللہ کے رسول! میرا بیٹا میرا جگر گوشہ ہے۔ کیا آپ اسے میرے سامنے جلائیں گے؟ یہ بات میرا دل کیسے گوارا کرے گا؟

آپ نے فرمایا کہ

''یَا اُمَّ عَلْقَمَةَ فَعَذَابُ اللّٰهِ اَشَدُّ وَ اَبْقٰی فَاِنْ سَرَّكِ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهٗ فَارْضِی عَنْهُ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا تَنْفَعُهُ الصَّلٰوةُ وَ لَا الصَّدَقَةُ مَا دُمْتِ عَلَیْهِ سَاخِطَةً''

اے علقمہ کی ماں! پس اللہ کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ پس اگر تجھے یہ بات اچھی لگے کہ اللہ اسے بخش دے تو تُو اس سے راضی ہو جا! پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب تک تو اس سے ناراض رہے گی اسے نہ نماز عذاب سے چھڑا سکے گی اور نہ صدقہ وخیرات۔

یہ سن کر اس کی ماں نے ہاتھ اُٹھا کر عرض کی:

اے اللہ کے رسول! میں اللہ کو اور آپ کو اور سب حاضرین کو گواہ بناتی ہوں کہ میں نے علقمہ کو معاف کیا اور اس سے راضی ہو گئی۔

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ

اے بلال! جاؤ دیکھو کہ علقمہ کی زبان پر کلمہ شہادت 'اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' جاری ہوا ہے؟ شاید اس کی ماں نے محض میری وجہ سے اوپر اوپر سے اسے معاف کیا ہو دل سے نہ کیا ہو۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ گئے، جوں ہی دروازہ پر پہنچے ان کے کانوں میں حضرت علقمہ کی کلمہ شہادت کے پڑھنے کی آواز آئی وہ کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے انتقال کر گئے۔ حضرت بلال نے وہاں موجود لوگوں کو بتایا کہ علقمہ پر موت سخت اور اس کی زبان بند کر دی گئی تھی کیوں کہ اس کی ماں اس سے ناراض تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علقمہ کی تجہیز و تکفین کرائی پھر اس کی نماز جنازہ خود پڑھائی پھر اس کی قبر پر کھڑے ہو کر حاضرین سے فرمایا کہ

”یَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ مَنْ فَضَّلَ زَوْجَتَهٗ عَلٰی اُمِّهٖ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ لَا یُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَ لَا عَدْلٌ“

(تنبیہ الغافلین ٦٦-رواہ الشوکانی فی الفوائد المجموعۃ ٢٣١ بروایۃ امام عقیلی عن عبد اللہ بن ابی اوفٰی)

اے مہاجرین وانصار کا گروہ! سن لو! جس نے اپنی بیوی کو اپنی ماں پر فوقیت دی تو اس پر اللہ کی لعنت ہو نہ تو اس کے نوافل قبول ہیں اور نہ ہی فرائض۔

ایک حدیث میں اس قدر الفاظ بھی ہیں کہ

”اگر وہ ماں باپ کی نافرمانی سے توبہ کرے اور ان کا فرماں بردار ہو جائے تو اس کی سابقہ خطا معاف ہو جائے گی۔“

اولاد کو اس پر غور کرنا چاہیے اور خاص کر تبلیغ کے نام پر بُرے عقیدوں کو پھیلانے والے رائے ونڈ کے حضرات اس کام کے لیے گھر سے نکل جانے والے جن کے ماں باپ پیچھے بوڑھے ہیں اور انہیں ان کی خدمت کی بھی حاجت ہے یا بیوی بچے ہیں جو باپ کا سایہ چاہتے ہیں بیوی خاوند کی عدم موجودگی میں طرح طرح کی مشکلات میں مبتلا ہوتی ہے اور بچے بھی باپ کی تربیت سے محروم رہتے ہیں اسی طرح تبلیغ کے نام پر سال ہا سال کے لیے نکلنے والے شرعاً اللہ کے ہاں کوئی اچھا نہیں کرتے کہ جس کا ایسے لوگوں کو ثواب ملے۔

﴿دس حقوق﴾

ماں باپ کے اولاد پر دس حق ہیں:

ایک یہ کہ انہیں کھانے کی ضرورت ہو تو انہیں کھانا دے۔

دوسرے یہ کہ اگر انہیں کپڑے کی حاجت ہو تو اپنی توفیق کے مطابق انہیں کپڑے دے۔ چناں چہ حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کے فرمان ”وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا“ (سورۂ لقمان:١٥) کی تفسیر میں مروی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ

"اَلْمُصَاحَبَةُ بِالْمَعْرُوْفِ اَنْ یُّطْعِمَهُمَا اِذَا جَاعَا وَ یَکْسُوْهُمَا اِذَا عَرِیَا"

ماں باپ کے ساتھ بہتر نباہ کرنے میں یہ بھی شامل ہے کہ جب انہیں بھوک لگے تو انہیں کھانا دیا جائے اور جب انہیں کپڑوں کی حاجت ہو تو انہیں کپڑے پہنائے جائیں۔

تیسرا یہ کہ جب انہیں خدمت کی ضرورت ہو تو ان کی خدمت کریں۔

چوتھا یہ کہ جب وہ انہیں بلائیں تو ان کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔

پانچواں یہ کہ ہر جائز بات میں ان کے حکم کی تعمیل کریں (جائز بات سے وہ بات مراد ہے جس سے اللہ و رسول ﷺ نے منع نہ فرمایا ہو)۔

چھٹا یہ کہ ان کے ساتھ بڑے ادب کے ساتھ اور نرم لب و لہجے میں بات کریں، ان سے ایسی بات نہ کریں اور کوئی ایسا لفظ نہ بولیں جس سے وہ ناخوش ہوں یا ان کا دل دُکھے یا ان کی شان کے لائق نہ ہو۔

ساتواں یہ کہ ان کے آگے نہ چلیں یعنی ان کو پیٹھ نہ کریں اس لیے کہ ان کے پیچھے چلیں تاکہ انہیں پیٹھ کرنے سے بچیں۔

آٹھواں یہ کہ انہیں نام لے کر نہ بلائیں! ابو جی اور امی جی کہہ کر بلائیں۔

نواں یہ کہ ان کے لیے وہی پسند کریں جو اپنے لیے پسند کریں، جو آرام اور جو سہولتیں اور جو دیگر فائدے کی چیزیں اپنے لیے پسند کریں وہی ماں باپ کے لیے پسند کریں۔

دسواں یہ کہ جب اپنے لیے اللہ سے دعائے مغفرت مانگیں تو ماں باپ کے لیے ضرور مانگیں۔ چناں چہ قرآن کی سورۂ نوح آیت: ۲۸ میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعا مذکور ہے:

"رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ"

اے اللہ! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بخش دے۔

اِسی طرح حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے:

"رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَاءِ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ" (ابراہیم:۴۰،۴۱)

اے ہمارے پروردگار! میری دعا قبول فرما! اے ہمارے پروردگار! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب ایمان والوں کو جس روز حساب قائم ہو یعنی قیامت کو۔ (تنبیہ الغافلین:۶۷)

حق ادا کر دیا

بعض تابعین کرام سے مروی ہے کہ

جس نے ہر دن کی پانچوں نمازیں ادا کیں اس نے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کر دیا اور جس نے ہر دن پانچ بار ماں باپ کے لیے دعائے مغفرت کو اپنا معمول بنالیا اس نے ان کا حق ادا کر دیا۔ (تنبیہ الغافلین:۶۷)

ترکِ دعا

بعض صحابہ کرام سے مروی ہے کہ

ماں باپ کے دعا نہ کرنے سے اولاد کی روزی تنگ ہوتی ہے۔

ان سے عرض کی گئی کہ

کیا ماں باپ کو وفات کے بعد راضی اور خوش رکھنا ممکن ہے؟

انہوں نے کہا:

ہاں ممکن ہے اور وہ اس طرح کہ ایک تو اولاد نیک ہو یعنی نیکی کے کام کرے، پانچوں نمازوں کی پابندی کرے، اپنے پرائے کا حق ادا کرے، حسب توفیق اللہ کی راہ میں خرچ کرے، دینی کاموں میں، دینی خدمات میں دل چسپی لے، علمائے دین کا احترام اور دین میں ان کی مدد کرے ان

کی صحبت اختیار کرے کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرے۔ کیوں کہ ایسی اولاد سے ماں باپ کا دل خوش ہوتا ہے اور وہ قبر میں ایسی اولاد کو نیک دعائیں دیتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ اپنے ماں باپ کے دوستوں سے محبت وتعلق کا سلسلہ قائم رکھے اور تیسرا یہ کہ ان کے لیے پانچوں نمازوں میں بخشش کی دعا کرے اور حسب توفیق صدقہ وخیرات (اللہ کی راہ میں مال خرچ) کر کے اس کا ثواب انہیں بخشے۔ (تنبیہ الغافلین:۶۷)

نیک اولاد صدقہ جاریہ

حدیث شریف میں ہے جسے امام مسلم وترمذی ونسائی وابوداؤد واحمد ودارمی نے صحیح سندوں کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جسے صاحبِ مشکوۃ شریف نے مشکوۃ میں بھی نقل کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ اِلَّا مِنْ ثَلَاثَةِ اَشْيَآءَ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهُ''

(مشکوۃ: کتاب العلم رقم الحدیث:۲۰۳)

جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے مگر تینوں چیزوں سے (اُس کے لیے ثواب کا سلسلہ جاری رہتا ہے) ایک صدقہ جاریہ سے، دوسرے اس علم سے جس سے نفع اُٹھایا جاتا ہے، تیسرے اس نیک اولاد سے جو اپنے ماں باپ کے لیے دعا مانگا کرے۔

جب اِنسان فوت ہو جاتا ہے تو وہ جو نیک کام کیا کرتا تھا وہ رُک جاتے ہیں۔ ظاہر ہے جب کرنے والا ہی دنیا میں نہ رہا تو اس کے نیک کام بھی ختم ہو گئے۔ مگر تین کام ایسے ہیں جو کوئی انہیں کر جائے یا ان میں سے ایک کر جائے تو مرنے کے بعد بھی اس کے لیے ثواب کا سلسلہ جاری رہتا ہے کبھی ختم نہیں ہوتا:

ایک صدقہ جاریہ، صدقہ جاریہ وہ کام ہے جس کا نفع ہمیشہ کے لیے جاری رہے جیسے اللہ کے لیے زمین وقف کرنا مسجد کے لیے یعنی دینی درس گاہ کے لیے یا گھر وقف

کرنا یا دُکان وقف کرنا۔

دوسرا اپنے پیچھے علم چھوڑنا جس سے لوگ ہمیشہ فائدہ اُٹھائیں۔ علم سے مراد دین کا علم ہے۔ قرآن وسنت کے تراجم وتفاسیر وعقائد کی کتب چھوڑنا دین کی لائبریری چھوڑ جانا، علما ودینی طالب علموں کو کتابیں دینا، ان کا خرچہ برداشت کرنا تا کہ وہ عالم ہوکر دین کی خدمت کریں اس ثواب میں اس کا برابر حصہ ہوگا جو قیامت تک اسے قبر میں پہنچتا رہے گا، قرآن کے ترجمے جو اہل سنت کے ہیں یا حدیثوں کے یا کتبِ عقائد انہیں خرید خرید کر مفت تقسیم کرنا۔

اپنے پیچھے نیک اولاد چھوڑ جانا جو اپنے ماں باپ کے لیے دعا کرتے رہیں۔ علما نے لکھا ہے کہ نیک اولاد جو پانچوں نمازوں کی پابند ہے سنت رسول ﷺ پر عمل پیرا ہے اس کی ہر نیکی کا ثواب ماں باپ کو اتنا ہی ملتا ہے جتنا اولاد کو خواہ وہ دعا مانگے یا نہ مانگے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۱/۴۵۳،۴۵۴)

اس لیے ماں باپ کو چاہیے کہ بچپن سے ہی اپنی اولاد کو قرآن وحدیث واسلام کے احکام کی تعلیم دے نماز کا پابند بنائے سخاوت کرنا سکھائے، علما کی صحبت میں بٹھائے تا کہ اولاد دین سیکھ کر دین پر چلے اور ماں باپ کے لیے صدقہ جاریہ بن جائے۔

﴿ماں باپ کا خرچہ﴾

جیسا کہ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ اولاد کو اپنی استطاعت کے مطابق ماں باپ کو خرچہ دینا ان کی ضرورت کو پورا کرنا حسب توفیق واجب ہے اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کا علاج کرانا اور ان کو ہر قسم کی جسمانی وذہنی تکلیف وفکر سے بے نیاز رکھنا حتیٰ کہ ان کی جان کو اپنی جان سے بھی عزیز سمجھنا اور پیارا ٹھہرانا ضروری ہے۔

﴿باپ، بیٹا﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی:

''یا رسول اللہ! اِنَّ اَبِیْ اَخَذَ مَالِیْ''

اے اللہ کے رسول! میرے باپ نے میرا مال لے لیا ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ نے اسے فرمایا کہ

''فَأْتِنِیْ بِاَبِیْكَ''

اپنے باپ کو میرے پاس لے آؤ!

اس کے بعد آپ کی خدمت میں سیدنا جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کی: اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ جب اس کا والد آپ کی خدمت میں حاضر ہو تو اس کی گزارشات توجہ سے سننا اور اس کے دل کی آواز ہو گی جو اس کے دل نے کیں اور اس کے کانوں نے سنیں۔

تو جب اس کا بزرگ باپ حضورِ اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو حضور ﷺ نے اس سے پوچھا کہ

''مَا بَالُ ابْنِكَ یَشْكُوْكَ؟ اَتُرِیْدُ تَاْخُذُ مَالَهٗ''

کیا وجہ ہے کہ تیرا بیٹا تیرا شکوہ کرتا ہے تم اپنے بیٹے کا مال لینا چاہتے ہو؟

اس نے عرض کی:

یا رسول اللہ! آپ میرے بیٹے سے پوچھیں کہ کیا میں اس کا مال لے کر اس کی پھوپھی یا خالہ کو جا کر دیتا ہوں یا اپنے اوپر خرچ کرتا ہوں؟

پھر عرض کی:

یا رسول اللہ! یہ بچہ تھا، کمزور تھا اور میں جوان اور طاقت ور تھا، اس کے پاس کچھ نہ تھا میرے پاس سب کچھ تھا میں اس پر اپنا مال خرچ کرتا اور اس کا ہر مطالبہ پورا کرتا لیکن آج یہ جوان ہے اور میں کمزور، یہ مال دار اور میں محتاج، اب یہ مجھ پر خرچ کرنے میں کنجوسی اور بخیلی کرتا ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ یہ سن کر رو پڑے اور اس کے بیٹے سے فرمایا:

صرف میں ہی نہیں، جس جس چیز نے بھی تیرے باپ کی یہ بات سنی وہ روری ہے۔

پھر اس کے بیٹے سے فرمایا:

''اَنْتَ وَ مَالُكَ لِاَبِيْكَ''

سن! تو اور جو کچھ تیرا مال ہے، سب تیرے باپ کا ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دوبار فرمایا۔

''تفسیر قرطبی'' میں ہے کہ

اس باپ نے اپنے بیٹے کی موجودگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور جاہلیت کے زمانہ کے مشہور شاعر امیہ بن ابی صلت ثقفی کے درج ذیل اشعار پڑھے جو اس نے اپنے نافرمان بیٹے کو مخاطب کر کے کہے تھے:

۱-غَزَوْتُكَ مَوْلُوْدًا وَّ مُنتكَ يافعا
تُعَلُّ بِمَا اَجْنِيْ عَلَيْكَ و تُنْهَلُ

میں نے تجھے بچپن میں کھلایا پلایا اور تیری جوانی میں پھر کفالت کی اور اس غذا سے جو میں کما لاتا اور تو اول بار کھلایا جاتا یعنی پہلے ہم تمہیں کھلاتے بعد میں ہم کھاتے۔

۲-اِذَا لَيْلَةٌ ضَافَتْكَ بِالسُّقْمِ لم اَبِتْ
لِسُقْمِكَ اِلا ساهرا ا تَمَلْمَلُ

اور جب کسی رات تو بیمار ہوتا تو میں تیری بیماری کی وجہ سے رات کو جاگ کر بے چین ہو کر گذارتا۔

۳- كَاَنِّيْ اَنَا الْمَطْرُوْقُ دُوْنَكَ بِالَّذِيْ
طُرِقْتَ بِهٖ دُوْنِيْ فَعَيْنِيْ تَهْمَلُ

اور گویا میں ہی مصیبت زدہ ہوتا تیری اس مصیبت سے جس میں تو میرے

سامنے ہوتا اور میری آنکھ آنسو بہاتی تھی۔

۴-تَخَافُ الرَّدٰی نَفْسِیْ عَلَیْكَ وَ اِنَّهَا
لَتَعلمُ اَنَّ الْمَوْتَ مُؤَجَّلُ

میرا دل تیری ہلاکت کا خوف کرتا حالاں کہ میرا دل جانتا تھا کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے۔

۵-فَلَمَّا بَلَغْتَ السِّنَّ وَ الْغَایَةَ الَّتِیْ
اِلَیْهَا مُدٰی مَا كُنْتُ فِیْكَ اَوْمَلُ

اور جب تو سنِ کمال کو پہنچا جو تیرے معاملہ میں میری نیک اُمید کی انتہا تھی یعنی جس میں تجھ سے اچھی خدمت کی اُمید کرتا تھا۔

۶-جَعَلْتَ جَزَائِیْ غِلْظَةً وَّ فَظَاظَةً
اَنْتَ الْمُنْعِمَ الْمُتَفَضِّلُ

تو تم نے مجھے سخت مزاجی سے اس کا بدلہ دیا تو اب تو مجھ پر اِنعام واحسان کرنے والا ہے۔

۷-فَلَیْتَكَ اِذْ لَمْ تَرْعَ حَقَّ اُبُوْتِیْ
فَعَلْتَ كَمَا الْجَارُ الْمُصَاقِبُ یَفْعَلُ

جب کہ تو نے میرے حق پدری کی رعایت نہ کی کاش تو میرے ساتھ ایسا تو کرتا جیسے قریب کا ہم سایہ کرتا ہے۔

۸-فَاَوْلَیْتَنِیْ حَقَّ الْجِوَارِ وَ لَمْ تَكُنْ
عَلَیَّ بِمَالٍ دُوْنَ مَالِكَ تَبْخَلُ

تو تم میرے ساتھ ایک پڑوسی کا سا ہی سلوک کرتے اور میرے ساتھ اپنے مال کے بارے میں بخل و کنجوسی نہ کرتے۔

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جوان کا گریبان پکڑ کر کھینچا اور فرمایا:

''اَنْتَ وَ مَالُكَ لِاَبِيْكَ''

تو اور تیرا مال تیرے باپ کا حق ہے۔'' (تفسیر الامام القرطبی ۲۳۵/۱۰)

چار زبردست فائدے

جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے، ان کی خدمت کرنے، ان کی دل و جان سے فرماں برداری اور انہیں خوش رکھنے سے بلاشبہ درج ذیل چار فائدے حاصل ہوتے ہیں:

۱- روزی میں برکت ہوتی ہے۔

۲- عمر میں برکت ہوتی ہے یعنی عمر لمبی ہوتی ہے۔

۳- مصیبتیں دور ہوتی ہیں۔

۴- جنت ملے گی، جنت ماں باپ کے قدموں کے نیچے ہے۔

اسرائیلی نوجوان

امام ابو محمد حسین بن مسعود فرا البغوی متوفی ۵۱۶ھ رحمۃ اللہ علیہ تفسیر ''معالم التنزیل'' میں اللہ تعالیٰ کے فرمان ''وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ'' (سورۂ بقرہ آیت: ۶۷) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

بنی اسرائیل میں ایک نیک مرد تھا جس کا ایک بیٹا تھا اور اس نیک مرد کے پاس ایک بچھیا یعنی گائے کی بچھڑی تھی جسے وہ جنگل میں لایا اور یوں دعا کی:

''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَوْدِعُكَ هٰذِهِ الْعِجْلَةَ لِابْنِیْ حَتّٰی یَكْبُرَ''

اے اللہ! میں اس بچھڑی کو اپنے بیٹے کے لیے اس جنگل میں تیرے پاس امانت چھوڑتا ہوں یہاں تک کہ وہ بڑا ہو جائے۔

اس کے بعد وہ نیک مرد وفات پا گیا اور وہ گائے کی بچھڑی کئی سال تک جنگل میں چرتی پھرتی رہی اور وہ دیکھنے والوں سے دور بھاگ جاتی تھی تو جب اس کا بیٹا جوان ہو گیا اور وہ ماں کا انتہائی فرماں بردار تھا حتیٰ کہ وہ

رات کو تین حصوں میں تقسیم کرتا تھا۔ رات کی ایک تہائی اللہ کی عبادت کرتا اور دوسری تہائی آرام کرتا اور تیسری تہائی ماں کی خدمت میں اس کے سرہانے بیٹھا رہتا اور صبح کو جنگل میں جا کر لکڑیاں اکٹھی کر کے ان کا بھاری گٹھا اپنی پیٹھ پر اُٹھا کر آتا اور اسے بازار میں جا کر فروخت کرتا اور جو آمدنی ہوتی اس کے تین حصے کرتا ایک حصہ اپنے خرچہ کے لیے رکھ لیتا ایک حصہ راہ خدا میں دے ڈالتا اور ایک حصہ اپنی ماں کے ہاتھ میں دے دیتا۔

ایک روز اس کی ماں نے اسے کہا کہ

تمہارے باپ نے تمہارے لیے ایک بچھڑی وراثت میں چھوڑ دی جسے اس نے فلاں جنگل میں اللہ کے سپرد کر کے چھوڑ دیا تو تم اس جنگل میں جاؤ اور وہاں جا کر حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل و حضرت اسحاق علیہم السلام کے رب سے دعا کرو کہ وہ بچھڑی جو اَب بڑی ہو چکی ہوگی تمہیں مل جائے اور اس بچھڑی کی نشانی یہ ہے کہ جب تم اسے دیکھو گے کہ تمہیں ایسے محسوس ہوگا کہ اس کے چمڑے سے سورج کو شعاعیں نکل رہی ہیں۔ وہ اپنے حسن سُنہرے رنگ کی وجہ سے مذھبہ (سنہری بچھڑی) کہلاتی ہے اب تو وہ گائے ہو چکی ہوگی۔

چناں چہ ماں کی ہدایت پر وہ جوان اس جنگل میں گیا تو اسے وہ گائے چرتی نظر آئی نوجوان نے اسے پکارا اور کہا کہ

میں تجھے ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب علیہم السلام کے پروردگار کی قسم دیتا ہوں تو میرے پاس آجا!

تو وہ گائے دوڑتی ہوئی اس نوجوان کے پاس آگئی۔ تو اس نے اسے پکڑ لیا اور ساتھ لے کر آنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے گائے کو بولنے کی توفیق دی۔ وہ بولی:

اے اپنے ماں باپ کے فرماں بردار نوجوان! مجھ پر سوار ہو جاؤ! یہ تمہارے لیے آسانی ہے۔

نوجوان نے گائے کو جواب دیا کہ

میری ماں نے مجھے نہیں کہا تھا کہ میں تجھ پر سوار ہو کر آؤں، ماں نے مجھے کہا تھا کہ اس کی گردن پر ہاتھ رکھ کر اسے ساتھ لے آنا۔

گائے بولی:

مجھے بنی اسرائیل کے خدا کی قسم! اگر تم اپنی ماں کی ہدایت کے برعکس کرتے اور مجھ پر سوار ہو جاتے تو تم مجھ پر کبھی بھی قابو نہ پاتے، تو اب چلو تم نے اپنی ماں کی فرماں برداری کر کے اللہ کے ہاں وہ درجہ پایا ہے کہ اگر تم پہاڑ کو حکم کرتے کہ وہ تمہارے ساتھ چلے تو وہ ضرور تمہارے ساتھ چلنے لگتا۔

آخر وہ نوجوان اسے ماں کے پاس لے آیا۔ ماں نے اسے کہا کہ

تم غریب ہو تمہارے لیے کوئی مال نہیں ہے یہ تمہارے لیے مشکل کام ہے کہ روزانہ جنگل سے لکڑیاں اکٹھی کر کے پیٹھ پر رکھ کر لاتا اور بازار جا کر بیچنا اور روزی کمانا پھر رات کو جاگ جاگ کر عبادت کرنا، تو تم جا کر اس گائے کو بیچ آؤ!

بیٹے نے ماں سے پوچھا کہ

اسے کتنے میں بیچوں؟

ماں نے کہا:

تین دینار میں بیچ آؤ لیکن یاد رکھنا کہ مجھ سے مشورہ لیے بغیر نہ بیچنا۔

گائے کی قیمت تین دینار تھی۔ اسے وہ بازار لے گیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ انسانی شکل میں اس کے پاس بھیجا تا کہ وہ اپنا کمالِ قدرت دکھائے اور نوجوان کو آزمائے اور یہ ظاہر کرے کہ وہ ماں کا کس قدر فرماں بردار ہے اور اس فرماں برداری کا صلہ و انعام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے کیا ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ فرشتے نے نوجوان سے پوچھا

کہ گائے کتنے میں بیچو گے؟

اس نے کہا:

تین دینار میں مگر میری ماں کی رضامندی شرط ہے۔

فرشتے نے کہا کہ

میں اسے چھ دینار میں خریدوں گا لیکن تم اپنی ماں سے اجازت نہ مانگو!

نوجوان نے کہا کہ

اگر آپ مجھے اس کے برابر وزن سونا بھی دیں تب بھی میں ماں سے مشورہ و اجازت لیے بغیر اسے نہیں بیچوں گا۔

آخر وہ گائے کو اپنی ماں کے پاس لایا اور بتایا کہ ایک شخص اس کے چھ دینار دیتا ہے۔

ماں نے کہا کہ

جاؤ اسے چھ دینار میں بیچو، مگر مجھ سے مشورہ کر لینا!

وہ نوجوان گائے کو واپس لایا اور وہ فرشتہ اس کا انتظار کر رہا تھا۔ نوجوان نے کہا کہ

میری ماں نے اسے چھ دینار میں بیچنے کی اجازت دی ہے۔ تاہم اس سے پھر مشورہ کرنا ہوگا۔

فرشتے نے کہا:

میں اسے بارہ دینار میں خریدوں گا۔

نوجوان پھر ماں کے پاس آیا اور بتایا کہ

وہ شخص اب اس کے بارہ دینار دیتا ہے۔

وہ بولی کہ

مجھے معلوم ہوتا کہ یہ انسان نہیں ہے، یہ کوئی فرشتہ ہے جو تیری آزمائش کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ اب تم جاؤ جب وہ تمہیں

ملے تو اس سے عرض کرو کہ کیا آپ گائے کے بیچنے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں؟

نوجوان نے ایسا ہی کیا۔ تو فرشتے نے نوجوان سے کہا کہ

جاؤ! اپنی ماں سے کہو کہ اس گائے کو ابھی گھر پر رکھو! حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اِسرائیل کے ایک مقتول کے قاتل کا معلوم کرنے کے لیے اس گائے کو بنی اسرائیل سے خرید کروائیں گے تو اسے اس بات پر بیچنا کہ بنی اسرائیل اس کا چمڑا انھیں دیناروں سے بھر دیں۔

تو انہوں نے گائے کو روک لیا۔ ادھر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ

آپ اللہ سے پوچھ کر ہمیں بتاؤ کہ ہمارے آدمی کا قاتل کون ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی۔ جواب میں حکم ہوا کہ ایک ایسی گائے ذبح کریں جو درمیانہ عمر کی ہو اور نہایت زرد رنگ کی ہو جو دیکھنے والوں کو خوب صورتی کی وجہ سے خوش کر دے۔

اِس طرح کی گائے صرف اسی نوجوان کی ہی تھی۔ چناں چہ بنی اِسرائیل نے آ کر اس گائے کو خریدا اور اس کو ذبح کر کے اس کا چمڑا سونے کے دیناروں سے بھر کر اس نوجوان کے سپرد کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول کو ماریں۔

اُنھوں نے مارا تو مقتول زندہ ہو گیا اور بتایا کہ

اسے اس کے چچا کے بیٹے نے قتل کیا تا کہ وہ میری جائداد پر قبضہ کرے۔

یہ بتا کر وہ پھر مر گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے قاتل کو قصاص میں قتل کرا دیا اور حکم ہوا کہ قاتل کو کبھی بھی مقتول کی جائیداد کا وارث نہ کیا جائے۔

غرضے کہ اس نوجوان کو یہ صلہ اور یہ انعام ماں کی فرماں برداری اور خدمت کے بدلے ملا، لہٰذا اولاد اگر اپنے رزق و مال میں برکت اور اللہ تعالیٰ کی خوشی چاہتی ہو تو اپنے

ماں باپ کو نہ صرف خوش رکھے بلکہ ہر جائز بات میں ان کو فرماں برداری کیا کریں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا خط

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہارون رشید کو خط لکھا جس میں آپ نے اسے وصیت فرمائی کہ

''بِرَّ وَالِدَیْكَ و خُصَّھُمَا مِنْكَ بالدعاء فِیْ کُلِّ صَلوٰۃٍ وَ اَکْثِرْ لَھُمَا الْاِسْتِغْفَارَ وَ ابْدَاْ بِنَفْسِكَ قَبْلَھُمَا فَاِنَّ ابراھیمَ عَلیه السلام قَالَ: رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَ لِوَالِدَیَّ'' (سورۂ نوح:۲۸)

اپنے ماں باپ کی فرماں برداری کیجئے اور ہر نماز میں ان کے لیے خصوصی طور پر دعا کیا کیجئے اور ان کے لیے اللہ سے بہت ہی بخشش کی دعا کیا کیجئے اور ان کے لیے بخشش کی دعا کرنے سے پہلے اپنے لیے بخشش کی دعا کرلیا کریں جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی چناں چہ سورۂ نوح کی آیت:۲۸ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا مذکور ہے:

''رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَ لِوَالِدَیَّ''

اے اللہ! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہارون رشید رحمۃ اللہ علیہ کے خطِ وصیت میں یہ بھی لکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے یہ حدیث بھی پہنچی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یُّمَدَّ لَهٗ فی عُمُرِهٖ وَ یُزْدَادُ فِی رِزْقِهٖ فَلْیَبَرَّ وَالِدَیْهِ'' (رواہ احمد)

جسے یہ بات اچھی لگے کہ اس کی عمر لمبی اور روزی لمبی اور روزی میں ترقی ہو وہ اپنے ماں باپ کو خوش رکھے اور ان کی فرماں برداری اور ان سے اچھا سلوک کرے۔

حکمت

واضح ہو کہ یہاں اللہ تعالیٰ سے ماں باپ کے لیے بخشش کی دعا مانگنے سے پہلے اپنے لیے بخشش کی دعا کرنے میں حکمت یہ ہے کہ جب بچہ اپنے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا کر کے اپنے آپ کو بخشوالے گا تو ماں باپ کے حق میں اس کی دعا جلدی قبول ہوگی۔ اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے اپنے لیے پھر ماں باپ کے لیے بخشش کی دعا مانگتے تھے۔

خوش خبری

امام ابویعلی و امام طبرانی و امام ابونعیم اصبہانی رحمہم اللہ نے اپنی اپنی سندوں سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"مَنْ بَرَّ وَالِدَیْهِ طُوْبٰی لَهٗ زَادَ اللّٰهُ فِی عُمْرِهٖ" (دبالوالدین احسانا:۳۶)

جس نے اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا، ان کی خدمت کی، انہیں خوش رکھا اس کے لیے جنت کی خوش خبری ہے اور اللہ اس کی عمر بڑھائے گا۔

اس سے ثابت ہوا کہ عمر بڑھ بھی جاتی ہے یعنی اس کی عمر اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ پر جو لکھ دی ہے ماں باپ کی خدمت کی برکت سے اس کی اس لکھی ہوئی عمر میں اللہ تعالیٰ اضافہ و برکت ڈال کر اسے بڑھا دیتا ہے۔

رنج و بلا کا دفع ہونا

اسی طرح ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک و فرماں برداری اور خلوص دل سے خدمت گذاری کی برکت سے اولاد سے رنج و بلا اور مصائب و مشکلات بھی دور ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ غار کے تین اشخاص کا واقعہ صحیح مسلم شریف کے حوالہ سے گذرا کہ وہ شخص اپنے گھر والوں اور بچوں سے پہلے اپنے ماں باپ کو دودھ پلاتا تھا اس کی برکت سے اس کی مصیبت ٹل گئی۔

ماں باپ کی خدمت کا بدلہ جنت

یہ بھی گزرا کہ ماں باپ کی خدمت کا بدلہ جنت ہے اس سلسلہ میں کچھ مواد تو گذر چکا ہے، مزید یہ کہ حضرت عمرو بن مرہ جہنی سے مروی ہے کہ

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ

اے اللہ کے رسول! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں پانچوں نمازیں بلندی سے ادا کرتا ہوں اور اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہوں اور ماہ رمضان کے روزے رکھتا ہوں۔

حضور اکرم ﷺ نے یہ سن کر اسے فرمایا کہ

جو تو نے بیان کیا

''من مات علی ھذا کان مع النَّبِیّٖنَ و الصدیقین و الشھداء یوم القیامة ھکذا و نصب اصبعیہ ما لم یعق والدیه''

جو اِن اعمال کو کرتے ہوئے مرا وہ روز قیامت نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ اس طرح ہوگا (اور سمجھانے کے لیے اپنی دو مبارک انگلیوں کو اُٹھا کر آپس میں ملایا) جب تک کہ اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرے۔ (طبرانی شریف، وبالوالدین احسانا: ۳۸)

اس سے ثابت ہوا کہ اگر ایک شخص نماز و روزہ کا پابند ہے زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہے مگر ماں باپ کا نافرمان ہے وہ جنت میں نہ جائے گا بلکہ دوزخ میں ماں باپ کی نافرمانی کی سزا بھگت کر پھر جنت میں جائے گا۔

جنت ماں باپ کے قدموں کے نیچے

جیسا کہ پہلے بھی گزرا جنت ماں باپ کے قدموں کے نیچے ہے جنت میں جانا

ہے تو ماں باپ کے پاؤں پکڑیں، ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو چومیں ان سے کمال محبت کریں ان کو خوش دیکھیں جیسا کہ حدیث گذری کہ جس نے حضور ﷺ سے جہاد میں جانے کی اجازت چاہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اِلْزَمْهُمَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ اَرْجُلِهِمَا'' کہ انہیں نہ چھوڑو! بلاشبہ جنت ان کے پاؤں کے نیچے ہے۔ (طبرانی)

ان کے پاس رہ کر ان کی خدمت کرو! بلاشبہ جنت ان کے پاؤں کے نیچے ہے۔

جیسا کہ پہلے بھی گذرا کہ حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ

میرا باپ مجھے میری بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیتا ہے مجھے کیا کرنا چاہیے؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ

''اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَاِنْ شِئْتَ فَاَضِعْ هٰذَا الْبَابَ اَوْ اِحْفَظْهُ''

باپ جنت کے دروازہ میں سے درمیان کا دروازہ ہے اب تم اسے ضائع کرو یا اس کی حفاظت کرو! (ترمذی و ابن ماجہ، بالوالدین احسانا: ۳۸)

اس حدیث میں باپ کو جنت کے دروازوں میں سے درمیان کا دروازہ فرمایا۔ لفظ ''اَوْسط'' کا معنی درمیان کا ہے اور حدیث شریف میں ''خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا'' فرمایا گیا ہے کہ سب سے بہتر درمیانہ چیز ہوتی ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ باپ جنت کا بہترین دروازہ ہے۔ اس کی حفاظت کرنا چاہیے اور حفاظت و محبت اس کو اپنا مکمل خیر خواہ اور سب سے بہتر خیر خواہ سمجھ کر اس کی توقیر و تکریم میں کی جائے۔

جنت کی خوشبو سونگھیے

امام طبرانی نے ''معجم کبیر'' میں اپنی سند کے ساتھ حضرت طلحہ بن معاویہ سلمی رضی اللہ عنہ

سے حدیث روایت کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ

یا رسول اللہ! میں اللہ کی راہ میں جہاد کو جانا چاہتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا:

''اُمُّكَ حَيَّةٌ؟''

کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟

میں نے عرض کی کہ

ہاں میری ماں زندہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''اِلْزَمْ رِجْلَهَا فَثَمَّ الْجَنَّةَ''

ماں کے پاؤں پکڑ لو پھر جنت کی خوشبو سونگھو!

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جس کے ماں باپ زندہ ہیں اس کے لیے جہاد فی سبیل اللہ سے بہتر یعنی سب سے بڑا اور سب سے افضل جہاد ماں باپ کی خدمت کرنا اور ان کے پاؤں پکڑ کر ان کی خدمت کرنا ہے جو اپنے ماں باپ کے ساتھ ایسا کریں گے آگے ان کی اولاد بھی ان کے ساتھ ایسا ہی کرے گی۔

﴿یادداشت﴾

ایک تو یہ بات یاد رکھیے کہ ماں باپ کی فرماں برداری ہر جائز کام میں ضروری ہے' ناجائز میں نہیں۔ جائز کام اس کو کہتے ہیں جس کے کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہو یا اس سے منع کیا ہو۔ ایسے کام میں ماں باپ کی فرماں برداری ضروری ہوتی ہے جب کہ اس کا کرنا اولاد کے اختیار اور بس میں ہو۔

دوسری یہ بات بھی یاد رکھیے کہ ماں باپ اگرچہ کافر و مشرک ہوں' جائز کام میں ان کی بھی فرماں برداری ضروری ہے جب کہ اس کا کرنا اولاد کے اختیار و بس میں ہو۔

تیسری یہ بات بھی یاد رکھیے کہ ہر جائز کام میں ماں باپ کی فرماں برداری ضروری ہے اگر چہ وہ اولاد پر ظلم و زیادتی کرتے ہوں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام

چناں چہ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام کا واقعہ اختصار سے نقل ہوا ہے اس کی تفصیل صحیح بخاری شریف میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں مروی ہے کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے صاحب زادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ملنے کے لیے شام سے مکہ مکرمہ پہنچے تو وہ گھر پر نہ تھے آپ نے ان کی بیوی (اپنی بہو) سے پوچھا کہ

حضرت اسماعیل کہاں ہیں؟

وہ بولی کہ

وہ گھر سے روزی کی تلاش میں نکلے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے کہا کہ

بتاؤ تمہاری گزر اوقات کیسی ہے؟

وہ بولی کہ

ہمارا حال اچھا نہیں ہے، بڑی تنگ دستی اور پریشانی درپیش ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ

جب تمہارا خاوند اسماعیل علیہ السلام آئے تو اسے میرا پیغام دینا کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل دے!

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر تشریف لائے تو انہیں محسوس ہوا کہ گھر کوئی آیا تھا۔ بیوی سے پوچھا کہ

کیا کوئی ہمارے گھر آئے تھے؟

بیوی نے عرض کی کہ

ہاں ایک بزرگ تشریف لائے۔انہوں نے آپ کا پوچھا تو میں نے بتایا۔
حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بیوی سے پوچھا کہ کیا انہوں نے کوئی وصیت کی؟
وہ بولیں:
ہاں انہوں نے آپ کو سلام کہا اور یہ کہ آپ اپنے دروازہ کی چوکھٹ کو بدل دیں!
آپ نے بیوی سے فرمایا:
وہ میرے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے' انہوں نے مجھے آپ کو طلاق دینے کا اشارہ دیا لہٰذا جا اپنے ماں باپ کے گھر میں نے تجھے طلاق دی!
اس کے بعد آپ نے دوسری بیوی کی۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کو گھر پر نہ پایا تو ان کی بیوی (اپنی بہو) سے پوچھا۔اس نے عرض کی کہ
وہ گھر سے باہر کچھ روزگار کی تلاش میں نکلے ہیں۔
آپ نے اس سے پوچھا کہ
تمہاری گزراوقات کیسی جاری ہے؟
بہو نے عرض کی کہ
الحمد للہ ہم بہتر ہیں، ہمیں کسی قسم کی تنگی نہیں ہے اور نہ پریشان ہیں بلکہ خوش حال ہیں۔
آپ نے پوچھا:
تم لوگ کیا کھاتے ہو؟
اس نے عرض کی:
گوشت کھاتے ہیں۔
فرمایا:

کیا پیتے ہو؟

عرض کی:

پانی۔

آپ نے دُعا فرمائی کہ

''اللّٰهم بارك لهم فی اللحم و الماء''

یااللہ! ان کے گوشت اور پانی میں برکتیں فرما!

ایک روایت میں ہے کہ بہو نے عرض کی:

یا حضرت! آپ ہمارے ہاں سے کچھ کھا پی کر ہی تشریف لے جانا ہمیں خدمت کا موقع دیں جب کہ پہلی بیوی نے پانی تک نہ پوچھا تھا۔

آپ علیہ السلام نے پوچھا:

تمہارا کھانا پینا کیا ہے؟

اس نے عرض کی:

گوشت اور پانی۔

آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی اور فرمایا کہ

میں جا رہا ہوں جب اسماعیل (علیہ السلام) واپس آئیں ان سے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ تمہارے دروازہ کی چوکھٹ اچھی ہے اسے قائم رکھنا۔

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس آئے تو پوچھا کہ کوئی آیا تھا؟

عرض کی:

ہاں ایک خوب صورت شکل وصورت والے بزرگ تشریف لائے تھے۔

انہوں نے آپ کا پوچھا تو میں نے بتایا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا کہ

کیا انہوں نے کوئی ہدایت و وصیت فرمائی؟

بولیں کہ

ہاں۔ انہوں نے فرمایا کہ ان سے کہنا کہ تمہارے دروازہ کی چوکھٹ اچھی ہے اسے قائم رکھنا۔

آپ علیہ السلام نے بیوی سے فرمایا کہ

وہ میرے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور تم میرے دروازہ کی چوکھٹ ہو، وہ تم سے خوش ہوئے، وہ تم سے خوش ہو کر گئے اور مجھے ہدایت دے گئے کہ میں تمہارے ساتھ ہمیشہ نباہ کروں اور تمہیں کبھی نہ چھوڑوں۔

(وبالوالدین احسانا ص:۴۱،۴۲)

اس سے ثابت ہوا کہ اگر باپ بیٹے کو کہے کہ بیوی کو طلاق دو تو بیٹے کو باپ کا حکم ماننا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

میری ایک بیوی تھی جس سے میں بہت محبت کرتا تھا لیکن میرے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ آخر انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے طلاق دے دوں۔ تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ

"یَا عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَر طَلِّقْ اِمْرَاَتَكَ"

عبداللہ بن عمر! تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو! (ترمذی شریف)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ

خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ میرے بیٹے عبداللہ کی بیوی (میری بہو) مجھے پسند نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ اسے طلاق دے دے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ

تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو!

حدیث کے الفاظ ترمذی میں یہ ہیں:

''یَا عَبْدَ اللّٰہِ طَلِّقِ امْرَأَتَکَ''(رواہ الترمذی)

اے عبداللہ بن عمر! اپنی بیوی کو طلاق دے دو!

عبداللہ ابن ابی بکر رضی اللہ عنہما

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۹۷ھ نے اپنی کتاب ''ذم الہویٰ'' میں لکھا ہے کہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے ایک خاتون عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل سے شادی کی جو اِنتہائی حسین وجمیل اور انتہائی بااخلاق تھی۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر اپنی اس بیوی سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ اس سے جدا ہونا انہیں پسند نہ تھا جس کی وجہ سے وہ بعض غزوات (جنگوں) سے بھی رہ گئے جس کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بُرا منایا اور اپنے بیٹے عبداللہ کو اس بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیا اور فرمایا:

چوں کہ اس کی وجہ سے تم جہاد سے محروم رہ جاتے ہو لہٰذا اسے طلاق دے دو تا کہ تم آئندہ جہاد سے نہ رہ جاؤ!

اِس پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے غم زدہ ہو کر درج ذیل شعر کہے:

۱-یَقُوْلُوْنَ طَلِّقْھَا وَ خَیِّمْ مَکَانَھَا

مُقِیْمًا عَلَیْکَ الْھَمُّ اَحْلَامَ نَائِمٖ

وہ فرماتے ہیں کہ اسے طلاق دے دو اور گھر سے نکال دو! تم پر غم چھا جائے گا جیسے سونے والے پر خواب چھا جاتے ہیں۔

اپنے گھر والوں کے لیے بہ طورِ اِحترام جمع کا صیغہ ''یقولون'' لائے اور اپنے آپ سے فرمایا کہ اگر تو نے اسے طلاق دے دی تو جیسے سونے والے پر خواب چھا جاتے ہیں ایسے تجھ پر اس کی جدائی کا غم چھا جائے گا۔

۲-عَاتِكَ قَلْبِیْ كُلَّ یَوْمٍ وَ لَیْلَةٍ
لَدَیْكِ بِمَا تُخْفِی النُّفُوْسُ مُعَلَّقٌ

اے عاتکہ! میرا دل اس محبت کے باعث جسے دل چھپاتے ہیں ہر دن اور ہر رات تیرے پاس معلق ہے۔

۳-وَلَمْ اَرَمِثْلِیْ طَلَّقَ الْیَوْمَ مِثْلَهَا
وَ لَا مِثْلُهَا فِیْ غَیْرِ شَیْءٍ تُطَلَّقُ

اور نہ میرے جیسا آج کوئی ہوگا جس نے اس جیسی کو طلاق دی ہو اور نہ ہی کوئی اس جیسی ہوگی جسے بلا وجہ طلاق دی گئی ہو۔

۴-لَهَا خُلُقٌ جَزَلٌ وَ رَاْیٌ وَ مَنْصَبٌ
وَ خُلُقٌ سَوِیٌّ فِی الْحَیَاةِ و مُصَدَّقٌ

وہ بڑے اخلاق و رائے اور درجہ والی ہے اور زندگی میں ٹھیک سچ اخلاق والی ہے۔

اپنے صاحب زادے کے یہ شعر سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دل بھر آیا' غمگین ہوئے اور آپ نے انہیں حکم دیا کہ تم اپنی بیوی سے رجوع کر لو! چناں چہ وہ اسے واپس گھر لے آئے۔

بی بی عاتکہ رضی اللہ عنہا کی محبت

جیسے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو بی بی عاتکہ سے محبت تھی ایسے ہی بی بی عاتکہ کو بھی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے محبت تھی اس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طائف کے غزوہ (جہاد) میں شریک ہوئے تو انہیں ایک تیر لگا جس سے ان کے جسم مبارک میں اس قدر گہرا زخم ہو گیا کہ واپس مدینہ منورہ پہنچے تو اس زخم سے شہید ہو گئے تو بی بی عاتکہ نے اپنے خاوند کی جدائی میں روتے ہوئے یہ شعر کہے:

۱-رُزِئْتُ بِخَيْرِ النَّاسِ بعد نَبِيِّهِمْ
وَ بَعْدَ اَبِیْ بَكْرٍ وَ مَا كَانَ قَصَّرَا

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق کے بعد سب سے بہتر انسان سے نفع پایا اور اس نے کبھی کمی نہ کی۔

۲-فَآلَيْتُ لَا تَنْفَكُّ عَيْنِیْ حَزِيْنَةً
عَلَيْكَ وَ لَا يَنْفَكُّ جِلْدِیْ اَغْبَرَا

پس میں نے قسم کھالی کہ تیری جدائی پر میری آنکھ غم کے آنسو بہاتی رہے گی اور میرا جسم خاک آلودہ رہے گا۔

۳-فَلِلّٰهِ عَيْنًا مَنْ رَاٰى مِثْلَهٗ فَتٰى
اَكَرَّ وَ اَحْمٰى فِی الْهِيَاجِ وَ اَصْبَرَا

پس اللہ اس آنکھ کا بھلا کرے جس نے اس جیسا جوان دیکھا جو اسلام دشمنوں پر پلٹ پلٹ کر حملہ کرتا لڑائی میں بڑا ہی گرم جوش ہوتا اور (گھر میں) بڑا ہی صبر و تحمل اور حوصلہ والا تھا۔

۴-اِذَا شُرِعَتْ فِيْهِ الْاَسِنَّةُ خَاضَهَا
اِلَى الْمَوْتِ حَتّٰى يَتْرُكَ الرُّمْحَ اَحْمَرًا

جب اس میں نیزے پڑنے شروع ہوئے تو موت کی طرف بڑھتے ہوئے ان میں گھس جاتے یہاں تک کہ نیزوں کو اپنے خون سے سرخ کر کے چھوڑتے۔

قارئین کرام! اس سے اندازہ کریں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی بیوی سے اور بیوی کی ان سے کس قدر محبت تھی، پھر حضرت بی بی عاتکہ کے دل میں اپنے سسر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کس قدر احترام تھا اور عقیدت تھی کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہیں ہی سب سے بڑی محترم اور بہتر شخصیت قرار دے رہی ہیں پھر اپنے خاوند کو۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

نے اپنے صاحب زادے کو ایسی محبوب بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیا تو انہوں نے بیوی کی محبت کے مقابلہ میں باپ کے حکم کو فوقیت دیتے ہوئے طلاق دے دی۔ یہی نیک اولاد کا کام ہے اور ایسی فرماں بردار اولاد ہی دنیا و آخرت میں کام یاب رہے گی۔

(ذم الھویٰ: امام ابن الجوزی- و بالوالدین احسانا ص:۴۳)

ماں باپ کیا ہیں؟

جیسا کہ پہلے گزرا کہ جنت ماں کے قدموں کے پاس ہے اس کا مطلب ماں کا حق اور درجہ بتانا ہے ہر ماں کا نہیں، مسلمان ماں کا، مسلمان اولاد کے لیے۔ اگرچہ کافر ماں باپ کی بھی ہر جائز بات پوری کرنا اولاد کے لیے بہ شرط استطاعت واجب ہے تاہم یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ کافرہ ماں کے بھی جنت قدموں کے پاس ہے کیوں کہ کافرہ ماں تو دوزخی ہے اس کے پاؤں کے پاس جنت کہاں ہوگی البتہ اس کا حق اتنا ضرور ہے کہ اولاد کو بہ شرط استطاعت اس کی فرماں برداری کرنا چاہیے۔ جب کہ ان کی خواہش دین اسلام و احکام خدا اور رسول کے خلاف نہ ہو۔ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کے بارے میں فرمایا کہ اس کے قدموں کے پاس جنت ہے وہاں باپ کے بارے میں فرمایا کہ باپ جنت کا درمیانہ دروازہ ہے اب تم چاہو اس دروازہ کو ضائع کر دو چاہو تو اس کی حفاظت کرو۔

اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ اولاد کو اپنے ماں باپ کی مرضی کے خلاف کبھی نہیں چلنا چاہیے بلکہ ان کی ہر جائز خواہش کی تعمیل کرنا چاہیے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام

اس سلسلہ میں ہمیں حضرت اسماعیل علیہ السلام سے سبق سیکھنا چاہیے کہ وہ اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی خواہش پر اپنی جان دینے کے لیے تیار ہو گئے اللہ تعالیٰ نے اس کا صلہ ان کو یہ دیا کہ قرآن میں ان کی قربانی کا تذکرہ فرما کر قیامت تک ان کی اعلیٰ اور عمدہ تاریخ بنا کر ان کی قیامت تک کے لیے نیک شہرت اور نیک چرچا قائم فرما دیا۔ اس کی

تفصیل یوں ہے کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ فرمایا کہ مجھے اللہ کے ساتھ سب سے بڑھ کر محبت ہے پھر اپنے صاحب زادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو کمال محبت کے ساتھ دیکھا تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ اللہ سے محبت کا دعویٰ اور ادھر سے بیٹے کے ساتھ کمال محبت، گویا بیٹے کو اللہ کی محبت میں شریک کر کے محبت کو بانٹ دیا۔ تو اللہ نے انہیں ذی الحجہ کی آٹھویں کی رات کو خواب میں حکم دیا کہ اپنے بیٹے کو اللہ کے نام پر قربان کر دیں تا کہ عوام پر واضح ہو کہ ابراہیم علیہ السلام کو جیسی محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے ایسی محبت کسی سے بھی نہیں ہے حتیٰ کہ بیٹے سے بھی نہیں جبھی تو بیٹے کو اللہ کے نام پر قربان کرنے کو تیار ہو گئے۔ آپ دن بھر یہ سوچتے رہے کہ کیا یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے یا شیطان کی طرف سے ہے۔ اس لیے ذی الحجہ کی آٹھویں کا دن ''یوم الترویہ'' کہلاتا ہے پھر نویں ذی الحجہ کی رات کو سوئے تو پھر وہی خواب دیکھا تو ان کو پہچان گئے کہ یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس لیے نویں ذی الحجہ کو یوم عرفہ کہتے ہیں پھر ذی الحجہ کی دسویں کی رات کو وہی خواب دیکھا تو صبح کو بیٹے کو اللہ کے نام پر قربان کرنے کو تیار ہو گئے اس لیے اسے یوم النحر کہا جاتا ہے یعنی قربانی کا دن۔ آخر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ قربانی دنبے کی صورت میں قبول ہو گئی جب کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی طرف سے اپنے باپ کے حکم کی تعمیل میں کوئی کمی نہ کی۔

ایک اہم مسئلہ

یہاں ایک اہم مسئلہ ہے وہ یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام چوں کہ پیغمبر ہیں، اللہ کے نبی ورسول ہیں، اللہ کے نبی ورسول کا خواب اللہ کی وحی ہوتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ انبیا کا خواب وحی ہوتا ہے اس لیے وہ بیٹے کو قربان کرنے کو تیار ہو گئے لیکن اگر کسی امتی کو ایسا خواب آئے تو وہ اس خواب کو شیطانی خواب سمجھ کر اسے بھول جائے۔

ایک بار میں نے اخبار میں پڑھا کہ ایک جاہل شخص نے ایسا خواب دیکھا تو بیٹے کو ذبح کرڈالا، ایسے شخص کو سزائے دی جائے گی جو اس قسم کے شیطانی خواب پر عمل کرے۔ پیغمبروں کا معاملہ اور ہے وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ رابطہ میں ہوتے ہیں، ان کے پاس بیداری میں وحی آتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے بعد اب کوئی نیا نبی نہیں آئے گا نہ ہی اب کسی پر وحی اترے گی حضور ﷺ کے بعد نبوت و وحی آنے کا مدعی دین اسلام سے خارج ہے۔

﴿ کافرہ ماں ﴾

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری ماں جو کافرہ تھی مجھے ملنے آئی میں نے کئی بار کوشش کی کہ وہ اسلام قبول کرلے مگر وہ نہ مانی، جب وہ میری پاس آئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ میری کافرہ ماں مجھے ملنے میری پاس آئی ہے۔ کیا میں اس کی خدمت کروں یا نہ؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ضرور، اس کی خدمت کر!

امام ابن عیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

اِس پر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی:

''لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ'' (الممتحنہ:۸)

یعنی اللہ تمہیں ان کافروں کے ساتھ احسان کرنے اوران کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرنے سے نہیں روکتا جنھوں نے دین میں تم سے لڑائی نہ کی ہو تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (ترجمہ از عمدۃ البیان)
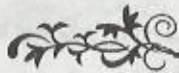
خودکش حملے

اِس آیت میں عموم ہے خواہ کافر ماں باپ ہوں یا کوئی اور ہوں ان سب کافروں سے رواداری اور بہتر سلوک کرنے کی اجازت دی گئی جو مسلمانوں سے نہ لڑے ہوں نہ انہیں ان کے وطن سے نکالا ہو ایسے صلح پسند اور امن پسند کافروں سے رواداری اور بہتر سلوک کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اسلام امن پسند دین ہے اس میں پر امن لوگوں پر خواہ کوئی ہو خودکش حملے کرنا قطعاً حرام اور ناجائز ہے بلکہ ظلم ہے ایسے خودکش حملے کرنے والے مسلمان نہیں، اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن اور دوزخی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا صرف اس قدر حکم ہے کہ اگر کافر یا مشرک تمہیں کفر یا شرک کرنے کا کہیں تو ان کا کہنا نہ مانو، مگر انسانی ہمدردی کے تحت ان سے رواداری اور اچھا سلوک کرو اور نہ ہی کسی کافر یا مشرک کو زبردستی مسلمان بناؤ، صرف اسلام کی دعوت دو، بس پھر ہر شخص کو اس کے حال پر چھوڑ دو، اگر کوئی اسلام لائے گا تو اپنے بھلے کو، اگر نہیں لائے گا تو اس کے بارے میں تم سے نہ پوچھا جائے گا۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے (ترمذی کے حوالہ سے) اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنی ماں کا بہت ہی فرماں بردار تھا تو میری خوش قسمتی کہ میں نے اسلام قبول کر لیا مگر میری ماں نے اسلام قبول نہ کیا بلکہ مجھ پر دباؤ ڈالا کہ میں اسلام چھوڑ دوں اور کہنے لگی کہ اسلام چھوڑ دو ورنہ میں نہ کھاؤں گی اور نہ پیئوں گی حتیٰ کہ مر جاؤں گی۔

حضرت سعد فرماتے ہیں کہ

مجھے بڑی پریشانی ہوئی کہ ماں ایسے مر گئی تو لوگ مجھے ماں کا قاتل کہیں

گے۔ میں ایک دو روز ایسے پریشانی میں رہا آخر ماں سے عرض کی:

اے میری ماں! اگر آپ کی سو جانیں ہوں اور آپ کی ایک ایک جان نکلتی چلی جائے تو نکلتی چلی جائے مجھے اس کی کوئی پروا نہیں میں اسلام ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ اگر آپ کا دل کرے تو کھائیں پئیں نہ کرے تو نہ کھائیں نہ پئیں مجھے آپ سے اسلام زیادہ عزیز ہے۔

جب ماں نے میری یہ بات سنی تو کھانا پینا شروع کر دیا۔ اس پر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی:

''وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حُسْنًا وَ اِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا الخ'' (العنکبوت:۸)

یعنی ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا اور یہ کہ اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرا جس کا تجھے علم نہیں (یا میری نافرمانی کا حکم دیں) تو ان کا کہنا نہ مان۔

(ترجمہ از عمدۃ البیان) (تفسیر قرطبی ۳۲۸/۷)

''تفسیر قرطبی'' میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ یہ آیت حضرت عیاش بن ابی ربیعہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ ابو ربیعہ، ابو جہل کے مادری بھائی تھے اور حضرت عیاش ابو جہل کے بھتیجے تھے جو اسلام لائے ان کی ماں نے ایسا کیا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''نَزَلَتْ فِیْ جَمِیْعِ الْاُمَّةِ''

یہ آیت ساری امت کے بارے میں نازل ہوئی کہ امت کے کسی مسلمان شخص کو اس کے کافر ماں باپ اسلام سے پھر جانے کا کہیں تو ان کی بات ہرگز نہ مانے۔

''تفسیر قرطبی''میں ترمذی شریف کے حوالہ سے یہ روایت بھی ہے کہ
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ان کی والدہ نے کہا کہ
میں اس وقت تک کھاؤں اور پیوں گی نہیں جب تک تم اسلام نہ چھوڑو گے بے شک میں زندہ مرہی جاؤں۔
حضرت سعد فرماتے ہیں کہ
میں نے کہا کہ امی جان! میں اسلام نہیں چھوڑوں گا خواہ آپ زندہ رہیں یا مر جائیں! چناں چہ اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا تو ہم لوگ ماں کا منہ زبردستی کھول کر اسے زبردستی کھلاتے پلاتے تھے، اسے بھوکا پیاسا نہیں چھوڑ دیتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا کہ
''وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا''
ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا تاکیدی حکم دیا۔

ماں باپ کا ظلم

ماں باپ کی عظمت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے ساتھ ہر صورت اچھا سلوک کرنے کا حکم ہے اگر چہ وہ اولاد پر ظلم وزیادتی کریں، اولاد کو بہتر بہر صورت اپنا فریضہ خدمت وحسن سلوک ادا کرتے رہنا چاہیے اور ان کی ہر جائز کام میں فرماں برداری کرتے رہنا چاہیے۔ چناں چہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
''مَنْ اَصْبَحَ مُطِيْعًا لِلّٰهِ فِيْ وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ الْجَنَّةِ وَ اِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدٌ وَ مَنْ اَمْسٰى عَاصِيًا لِلّٰهِ فِي وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ النَّارِ وَ اِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدٌ قَالَ رَجُلٌ: وَ اِنْ ظَلَمَاهُ؟ قَالَ: وَ اِنْ ظَلَمَاهُ وَ اِنْ ظَلَمَاهُ

وَ اِنْ ظَلَمَاهُ" (مصنف ابن ابی شیبہ وشعب الایمان: بیہقی)

جس نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ماں باپ کے ساتھ بھلائی اور اچھا سلوک کیا تو اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک ہے تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور جس نے اس حال میں شام کی کہ وہ اللہ کے حکم کے برخلاف ماں باپ کا نافرمان ہو گیا تو اس کے لیے دوزخ کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر ماں باپ دونوں میں سے ایک ہے اس کی نافرمانی کی تو اس کے لیے ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔

ایک شخص نے سوال کیا:

یارسول اللہ! اگر چہ اس کے ماں باپ اس پر ظلم کریں؟

فرمایا:

اگر چہ وہ اس پر ظلم کریں، اگر چہ وہ اس پر ظلم کریں، اگر چہ وہ اس پر ظلم کریں (تین بار فرمایا)۔

اسی طرح حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے۔

کمالِ ادب

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے "فتاویٰ عزیزی" میں ہے کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ اس کا والد اس پر بڑی زیادتی کرتا ہے کیا وہ اسے ظالم کہہ سکتا ہے؟ یعنی کیا یوں کہہ سکتا ہے کہ میرا باپ ظالم ہے؟

اس کے جواب میں شاہ صاحب نے فرمایا کہ باپ کیسا ہی ہو اسے ادب سے یاد کرنا چاہیے، اسے ظالم نہیں کہنا چاہیے۔ آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ میرا باپ مجھ پر پوری طرح شفیق و مہربان نہیں ہے۔ (فتاویٰ عزیزی)

نماز قبول نہیں ہوتی

حضرت امام ابو الحسن نے فضائل ابن ہاشم میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''لَا تُقْبَلُ صَلٰوۃُ السَّاخِطِ عَلَیْہِ اَبَوَاہُ غَیْرَ ظَالِمِیْنَ لَہٗ''

(وبالوالدین احسانا:۵۰)

اس شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی جس پر اس کے ماں باپ ناراض ہوں جب کہ وہ اس پر ظلم کرنے والے نہ ہوں۔ (یعنی بے جا ناراض نہ ہوں)

بے جا ناراضگی

بے جا ناراض نہ ہوں مثلاً ماں باپ اولاد کو کوئی ایسی فرمائش یا حکم کرے جسے پورا کرنا اولاد کی قوت وہمت میں نہ ہو یا ان کا حکم شریعت کے خلاف ہو جسے وہ کرنے سے پرہیز کر رہے ہوں تا کہ اللہ ورسول ناراض نہ ہوں ایسی صورت میں ماں باپ کی ناراضگی بے جا ہے اس سے اللہ ان کی اولاد پر ناراض نہ ہوگا۔

ماں باپ کی طرف سے نماز و روزہ، صدقہ خیرات و حج

امام دار قطنی علیہ الرحمہ نے اپنی سند کے ساتھ حدیث روایت کی کہ

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے ماں باپ جو تھے ان کی زندگی میں نے ان کی خوب خدمت کی اور مکمل ان کا فرماں بردار تھا۔ اب ان کی موت کے بعد میں ان کی کیسے خدمت کروں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''اِنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَالْمَوْتِ اَنْ تُصَلِّیَ لَھُمَا مَعَ صَلٰوتِکَ وَاَنْ تَصُوْمَ مَعَ صَوْمِکَ لَھُمَا مَعَ صِیَامِکَ'' (وبالوالدین:۶۳)

ماں باپ کے مرنے کے بعد ان سے حسن سلوک کا ایک یہ طریقہ بھی ہے کہ تم

اپنی نماز کے ساتھ ان کے لیے بھی نماز پڑھو اور اپنے روزے کے ساتھ ان کے لیے بھی روزے رکھو۔ مطلب یہ ہے کہ نفلی نماز پڑھ کر اور نفلی روزہ رکھ کر اس کا ثواب ان کو بخش دو!

روزہ کی قضا

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ
ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ
یا رسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی ہے اور اس کے ذمے ایک ماہ رمضان کے روزے ہیں جو وہ بیماری کی وجہ سے نہیں رکھ سکی تھی۔ تو کیا میں اس کی طرف سے روزوں کی قضا دے دوں تو وہ ان روزوں سے اللہ کے ہاں بری الذمہ ہو جائے گی؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے سوال فرمایا کہ
تم بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں کے ذمہ کسی کا قرضہ ہوتا اور وہ ماں کی طرف سے تم ادا کرتے تو کیا قرض ادا ہو جاتا؟
اس نے عرض کی:
ہاں قرض اتر جاتا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''فَدَيْنُ اللّٰهِ اَحَقُّ اَنْ يُّقْضٰى''
تو پھر اللہ کا حق زیادہ اس لائق ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔
اس کا مطلب یہ ہے کہ ماں باپ کے ذمے روزوں کی قضا ہو اور اولاد ان کی طرف سے روزے رکھے خواہ انہوں نے اس کی وصیت کی ہو یا نہ، اللہ وسیع فضل والا ہے۔
امام احمد و امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت فرمائی کہ

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ
یارسول اللہ! میرا باپ فوت ہو گیا اور اپنے پیچھے مال چھوڑ گیا اور کسی قسم کی وصیت نہیں کی تو کیا اگر میں اس کی طرف سے وہ مال راہ خدا میں خرچ کر دوں تو اس سے اس کی خطائیں معاف ہوں گی اور اس کی بخشش ہو گی؟
آپ ﷺ نے فرمایا:
ہاں۔
اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ایصال ثواب حق ہے اور اس کا جواز سنت سے ثابت ہوا اور یہ کہ اچھی اولاد وہ ہے جو اپنے ماں باپ کے مرنے کے بعد بدنی وقولی عبادت کے ثواب کے ساتھ مالی صدقات وخیرات کا ثواب بھی ان کو بخشے۔ (اس مسئلہ میں میری کتاب "مسئلہ ایصالِ ثواب" کا مطالعہ مفید ہو گا)

پانی کا ثواب

امام احمد وامام نسائی وامام ابوداؤد نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ
میری ماں کا انتقال ہو گیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ
یارسول اللہ! اپنی ماں کو صدقہ کا ثواب بخشنا چاہتا ہوں تو بہترین صدقہ کیا ہے؟
فرمایا:
"سَقْیُ الْمَاءِ"
پانی پلانا۔
حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کو ہمیشہ ثواب پہنچانے کے لیے ایک کنواں کھدوایا تاکہ وہاں سے لوگ پانی حاصل کریں اور اس کا ثواب ان کی ماں کو پہنچتا رہے۔ حضرت سعد نے اس کنویں کا نام ہی "بِئْرِ اُمِّ سَعَد"

رکھ دیا یعنی سعد کی ماں کا کنواں۔ (مشکوٰۃ شریف: ۱۶۹ باب فضل الصدقۃ)

مسئلہ نسبت

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنویں کو اپنی فوت شدہ ماں کی طرف منسوب کیا اور اس پر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی اعتراض نہ کیا کہ تم نے کنویں کو میت اور غیر اللہ کی طرف کیوں منسوب کیا یہ تو شرک ہو گیا اور کنواں حرام ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسی کوئی بات نہ کی اس سے معلوم ہوا کہ کھانے پینے کی کسی چیز کی نسبت بزرگوں کے نام سے کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں مثلاً غوث پاک کا بکرا، خواجہ غریب نواز کی نیاز۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ سب کچھ ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے البتہ اس کا ثواب ان بزرگوں کے لیے ہو گا جن کے نام سے ان چیزوں کو منسوب کیا۔

صدقہ جاریہ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کے لیے کنواں کھدوا کر صدقہ جاریہ کا سلسلہ کر دیا، مسلمانوں کے لیے پانی کا انتظام کرنا جس سے وہ ہمیشہ پانی لیتے رہیں۔ ان کے لیے مسجد کا انتظام کرنا جہاں وہ ہمیشہ نمازیں پڑھتے رہیں۔ دینی مدرسہ بنانا یا اس میں حصہ ڈالنا تا کہ وہاں بچے دین کی تعلیم حاصل کرتے رہیں، دینی لائبریری بنانا تا کہ وہاں سے اہل علم مطالعہ کر کے فائدہ اُٹھائیں دینی کتابیں لکھنا اور انہیں چھپوانا اور خرید کر مفت تقسیم کرنا یہ سب صدقہ جاریہ کے کام ہیں۔ اسی طرح زمین یا مکان دین کے لیے وقف کرنا بڑا ثواب اور ہمیشہ کا صدقہ جاریہ ہے جس کا ثواب تا قیامت وقف کرنے والے کو اور اس کے ماں باپ کو ملتا رہے گا۔

حج

''صحیح بخاری'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

بنو جہینہ کی ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور

عرض کی:

یارسول اللہ! میری ماں نے حج کرنے کی منت مانی تھی مگر وہ حج کرنے سے پہلے ہی فوت ہوگئی تو کیا میں اپنی ماں کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم اپنی ماں کی طرف سے حج کرو!

پھر فرمایا کہ

تم بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا اور تم ادا کرتی تو کیا وہ قرض ادا ہو جاتا؟

اس نے عرض کی:

ہو جاتا۔

فرمایا:

تو اللہ زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کا قرض اُتارا جائے۔

زیارتِ قبور

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ "شعب الایمان" میں حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"مَنْ زَارَ قَبْرَ وَالِدَيْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ غُفر لَهٗ وَ كُتِبَ بَرًّا"

جس نے اپنے ماں باپ یا ایک کی قبر کی ہر جمعہ زیارت کی وہ بخشا گیا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا لکھا جائے گا۔

اسی طرح امام طبرانی نے بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی۔

حضرت عثمان و حضرت حارثہ رضی اللہ عنہما

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

''میں نے اپنی والدہ کے چہرہ کو از راہ ادب غور کر کے نہیں دیکھا۔''

اور حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ اپنے ماں باپ کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتے تھے اور فرماتے ہیں کہ

''وہ جو حکم دیتے اس پر فوراً بلا چون وچرا عمل کرتا تھا۔''

(وبالوالدین احسانا بحوالہ التبصر ۱/۱۸۷۔۱۸۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میری ماں مشرکہ تھی۔ میں اسے اسلام لانے کی دعوت دیا کرتا تھا لیکن وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیتی تھی۔ گھر میں ایک دن میں نے اسے پھر اسلام لانے کی دعوت دی تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسے الفاظ کہے جو مجھے بُرے لگے۔ اس سے میں روتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا اور آپ سے درخواست کی کہ آپ اس کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ اسے اسلام لانے کی توفیق دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا فرمائی:

''اَللّٰھُمَّ اھْدِ اُمَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ''

یا اللہ! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے!

مجھے یقین ہو گیا کہ اب میری ماں اسلام قبول کر لے گی۔ یہ دعا سنتے ہی میں اپنی ماں کی طرف بھاگا کہ اسے جا کر خوش خبری دوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعا فرما دی ہے۔ جب گھر پہنچا تو گھر کا دروازہ بند تھا اور مجھے پانی کے گرنے کی آواز آئی اور میری ماں کو میرے دروازہ پر ہونے کا احساس ہو گیا تو انہوں نے مجھے آواز دی کہ ٹھہرو! انتظار کرو! تھوڑی دیر بعد دروازہ کھولا، میں اندر داخل ہوا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اپنا

لباس زیب تن کر چکی ہیں اور کلمہ شہادت پڑھ رہی ہیں:

''اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں خوشی کے مارے روتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آیا اور

آپ کو ماں کے اسلام قبول کرنے کی خوش خبری سنائی اور عرض کی:

یا رسول اللہ! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایمان والے بندوں کے دلوں

میں میری اور میری ماں کی محبت ڈال دے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

''اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ عُبَيْدَكَ هٰذَا وَ اُمَّهٗ اِلٰى عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ

حَبِّبْهُمْ اِلَيْهِمَا'' (صحیح مسلم شریف)

یعنی اے اللہ! تو اپنے اس بندے (ابو ہریرہ) اور اس کی ماں کو اپنے ایمان

والے بندوں کا محبوب بنا اور اپنے ایمان والوں کو ان دونوں کا محبوب بنا۔

ماں کے لیے کھجور

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھوک سے تنگ آ کر اپنے گھر سے

مسجد نبوی کی طرف آئے تو مسجد میں صحابہ کرام کی ایک جماعت کو موجود پایا۔ وہ مجھ

سے کہنے لگے:

اے ابو ہریرہ! اس وقت کیسے آنا ہوا؟

میں نے کہا:

مجھے بھوک گھر سے یہاں لائی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تھوڑی دیر ہم وہاں کھڑے ہوئے پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس

میں حاضر ہوئے۔

آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ
تم لوگ اس وقت کیوں آئے؟
ہم نے عرض کی:
یارسول اللہ! ہمیں بھوک یہاں لائی ہے۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
رسول اللہ ﷺ نے کھجور کا ایک تھال منگوایا اور ہم سب کو دو دو کھجوریں عطا فرمائیں اور فرمایا:
یہ کھجور کھا کر بعد میں پانی پیو! یہ آج کے دن کے لیے تمہیں کافی ہے (یہ حضور ﷺ کا معجزہ ہے کہ صرف دو دو کھجوروں سے ان کے پیٹ بھر گئے)
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
ان کھجوروں میں سے میں نے ایک کھجور کھالی اور ایک چھپالی۔ حضور ﷺ دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ
ابوہریرہ! یہ دوسری کھجور کیوں رکھ لی؟
میں نے عرض کی کہ
یہ میں نے اپنی ماں کے لیے رکھ لی ہے۔
آپ ﷺ نے فرمایا:
اسے کھالو! تمہاری ماں کے لیے ہم اور دو کھجوریں دیتے ہیں۔
تو میں نے وہ کھجور کھالی پھر حضور ﷺ نے مجھے میری ماں کے لیے دو کھجوریں اور عطا فرمائیں! (سیر اعلام النبلاء ۲/ ۵۹۳،۵۹۲)
اس سے کئی باتیں ثابت ہوئیں:
ایک یہ کہ اس واقعہ کے سارے صحابہ کرام اصحابِ صفہ تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ان میں سے تھے جنہوں نے اپنے آپ کو دین سیکھنے کے لیے وقف کر لیا تھا جو مسجد نبوی کے چبوترے میں رہتے قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کرتے تھے جن کی زیادہ

سے زیادہ تعداد چار سو اور کم از کم ستر تک ہوتی تھی۔ حضور ﷺ زکوۃ وصدقات سے ان کے کھانے پینے اور پہننے کا انتظام فرماتے تھے، جو بھوک پیاس برداشت کرتے تھے جس کی برکت سے وہ قرآن وسنت وفقہ کے امام بن کر تبلیغ دین وتدریس قرآن وسنت وقاضی (جج) بنا کر مختلف علاقوں میں بھیجے جاتے تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ دین سیکھنے والوں کو بھر پور جذبہ سے دین سیکھنا چاہیے اور اس سلسلے میں اگر مشکلات پیش آئیں تو انہیں خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہیے۔

تیسری بات یہ کہ ماں باپ کا خیال ہر موقع ومحل پر رکھنا چاہیے۔

ماں کی سلامی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حاکم مدینہ منورہ مروان بن حکم اُموی نے ذوالحلیفہ گاؤں کا قائم مقام (نگران افسر) مقرر کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ اس گاؤں کے آخر میں رہتی تھیں۔ حضرت ابو ہریرہ جب بھی اپنی ماں کے گھر سے گزرتے تو ماں کی خدمت میں حاضری دیتے اور ان الفاظ سے سلام عرض کرتے:

''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اُمَّتَاہ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ''

اور ماں اپنے بیٹے ابو ہریرہ کو ان الفاظ سے سلام کا جواب دیتی:

''وَ عَلَیْکَ السَّلَامُ یَا بُنَیَّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ''

پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے:

''رَحِمَکِ اللّٰہُ کَمَا رَبَّیْتِنِیْ صَغِیْرًا''

اے ماں! اللہ آپ پر مہربان ہو جیسا کہ آپ نے بچپن میں مجھے پالا۔

آپ کی والدہ آپ کو یوں جواب دیتی:

''رَحِمَکَ اللّٰہُ کَمَا بَرَرْتَنِیْ کَبِیْرًا''

اللہ آپ پر مہربان ہو جیسا کہ آپ نے بڑے ہو کر میرے ساتھ بہتر سلوک کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ماں کی خدمت میں ایسے مصروف رہے کہ جب تک وہ

زندہ رہیں اپنی والدہ ماجدہ کو اکیلا چھوڑ کر حج کرنے نہیں گئے۔

(تاریخ دمشق ابن عساکر ۵۱۷/۵۱۶/۱۷)

اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کو اپنے ماں باپ کے قریب رہنا اور بڑھ چڑھ کر خدمت کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہیے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ ان کے والد حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا تو والدہ پیچھے رہ گئیں۔ آپ بڑے ہوئے تو والدہ کی خدمت کو اپنا معمول بنالیا۔ آپ عالم و فاضل اور مفتی و فقیہ (علم فتویٰ کے ماہر) ہو گئے تو ماں کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ ماں اگر آپ سے کوئی فتویٰ پوچھتی تو آپ اس نیت سے کہ اگر میں نے جواب دیا تو ایسا نہ ہو کہ ماں کو وہ جواب ناگوار گزرے ماں کو اپنے گدھے پر بٹھا کر (کہ اس زمانے میں عام لوگ گدھے کی سواری کرتے تھے) اس علاقہ کے جید عالم و مفتی امام عمر بن ذر کے پاس لے جاتے تھے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ

فتویٰ کبھی تو پوچھنے کے لیے ماں جی کو میں امام عمر بن ذر کی خدمت میں گدھے پر سوار کر کے لے جاتا اور کبھی ان کے حکم پر اکیلا جا کر مسئلہ پوچھ آتا اور وہاں بھی تو یہ عرض کرتا کہ انہوں نے آپ کے سوال کا یہ جواب دیا ہے۔

امام عمر بن ذر بعض مرتبہ مجھ سے پوچھتے کہ

اس کا جواب آپ ہی بتاؤ کیا ہے؟

میں جواب دیتا۔ تو وہ فرماتے:

آپ اپنی ماں جی کو خود ہی جواب دے دیتے!

میں کہتا کہ

اماں جی نے مجھے آپ ہی سے پوچھنے کا حکم دیا۔

وہ فرماتے ہیں:

یہی جواب بجائے اپنی طرف سے کہنے کے میرے حوالہ سے بتا دیتا تو میں آکر ماں جی کی خدمت میں اسی طرح اپنے جواب کو امام عمر بن ذر کے حوالہ سے عرض کر دیتا۔

نیز حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری ماں صاحبہ نے ایک مرتبہ مجھ سے کسی چیز کے بارے میں مسئلہ پوچھا۔ میں نے اس کا جواب عرض کیا تو ماں جی نے میرا جواب قبول نہ کیا اور فرمانے لگیں:

میں تمہارا فتویٰ نہیں مانوں گی جب تک کہ امام ابوزرعہ واعظہ اس کی تائید نہ کریں۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں ماں جی کو امام ابوزرعہ کے پاس لایا اور ان سے عرض کی کہ

میری ماں آپ سے فلاں چیز کے بارے میں فتویٰ پوچھتی ہے۔

امام ابوزرعہ واعظہ بولے:

اے ابوحنیفہ! آپ تو سب سے زیادہ علم فقہ کے ماہر ہو تو آپ ہی اپنی والدہ ماجدہ کو فتویٰ دے دیں۔

میں نے عرض کی کہ

میں نے والدہ صاحبہ کو اس کا یہ جواب دیا ہے۔

تو انہوں نے میری ماں سے فرمایا کہ

جو جواب آپ کے بیٹے نے دیا وہ صحیح ہے تب میری والدہ ماجدہ مان گئیں۔ (وبالوالدین احسانا: ٦٧)

حضرت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما

حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات سے کون مسلمان واقف نہیں۔ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب کہا جاتا ہے۔ ان کی کنیت ابومحمد ہے اور ان

کی والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دایہ حضرت سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا ہے۔

(صفۃ الصفوۃ امام ابن جوزی ۵۲۱/۱)

حضرت حنش جنہیں ابن ابیعہ بھی کہتے ہیں، فرماتے ہیں:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ذمہ روزی سونپی تو اس وقت ان کی عمر 18 سال تھی اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو ان کی عمر بیس سال تھی اور خلافتِ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے آخر میں ان کا وصال ہوا۔
انہی کا واقعہ ہے جسے حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کھجور کے درخت کی قیمت ایک ہزار درھم کو پہنچ گئی حضرت اسامہ بن زید نے ایک کھجور خریدی جس کے اوپر کا مغز جہاں سے کھجوروں کے گچھے نکلتے ہیں' نکالا اور اپنی والدہ کو کھلایا۔ یہ مغز نرم نرم سفید سفید اور میٹھا ہوتا ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے اونٹ کی کوہان کی چربی ہوتی ہے۔ اسے عرب کے لوگ شہد کے ساتھ کھاتے ہیں۔
لوگوں نے حضرت اسامہ کو کہا کہ
آپ نے کیا کیا کہ کھجور کا گابھا یعنی مغز نکال لیا جس سے کھجور کا درخت بے کار ہو گیا اور وہ کھجوریں نہیں دے گا جب کہ آپ کو معلوم ہے کہ کھجور کا درخت ایک ہزار درھم کو پہنچ گیا ہے؟
آپ نے جواب دیا کہ
میری والدہ ماجدہ نے فرمائش کی تھی کہ مجھے کھجور کے درخت کا مغز کھلاؤ اور میری یہ خوش قسمتی ہے کہ میں اپنی ماں کی ہر فرمائش پوری کرتا ہوں خواہ اس میں مجھے کتنا ہی خرچ کرنا پڑے۔ (صفۃ الصفوہ امام ابن جوزی ۵۲۲/۱)
یہ ہے نیک اولاد کی خوش قسمتی کی بات جو اپنے ماں باپ کی ہر فرمائش کو دل و جان سے پوری کرنا اور ان کی مکمل فرماں برداری کرنا اور ان کو ہر وقت خوش کرنا اپنا اہم فریضہ سمجھتی ہے پھر ایسی ہی نیک اولاد کے آگے بخت جاگتے ہیں پھر ان کی اولاد بھی

ان سے سیکھ کر سبق حاصل کر کے ان کے ساتھ بھی ویسے کرتی ہے۔

والدہ کا غم

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو روزانہ قید خانہ سے نکال کر اس لیے کوڑے مارے جاتے تھے کہ وہ منصب قضا (چیف جسٹس کا عہدہ) قبول نہیں کرتے تھے۔ ایک دن کوڑے کی ضرب سے سر مبارک اور چہرہ مبارک بھی زخمی ہو گیا اس پر آپ رو پڑے۔ پوچھا گیا کہ

آپ روزانہ کوڑے کھاتے خاموشی سے برداشت کرتے تھے۔ آج رونے کا سبب کیا ہے؟

فرمایا:

آج کوڑوں سے میرا چہرا بھی زخمی ہو گیا ہے جسے دیکھ کر میری ماں کو سخت دُکھ ہو گا میں اس کے دکھ پر رو رہا ہوں۔ (مناقب امام اعظم للذہبی: ۱۵، ۱۶)

امام عبداللہ بن عون علیہ الرحمۃ

امام عبد اللہ بن عون بغدادی علیہ الرحمۃ ایک بڑے محدث، زاہد و عابد تھے جنھیں ''بَرَکَۃُ الْوَقْتِ'' کہا جاتا ہے۔ خلیفہ منصور کی خلافت کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور امام مالک ایسے عظیم الشان محدثین سے علم حدیث پڑھا۔ امام صاحب وابوزرعہ وامام ابن ابی الدنیا ایسے جلیل القدر محدثین آپ کے شاگرد ہیں اور آپ کو اللہ کے اولیا ابدالوں میں شمار کیا گیا ہے۔ آپ کا ماہ رمضان ۲۳۲ھ میں وصال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء: ۶/۳۷۶)

آپ کا ماں باپ کے ادب واحترام کا یہ حال تھا کہ آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ نے بلایا تو آپ نے جواب دیا جس سے آپ کی آواز والدہ ماجدہ کی آواز سے بلند ہو گئی جسے آپ نے بے ادبی ٹھہراتے ہوئے اس کے کفارہ میں دو غلام آزاد کیے۔

(المتجر: ۱۸۱/۱۳ ۔ وبالوالدین: ۶۸)

یمنی مرد

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک یمنی مرد کو دیکھا کہ وہ اپنی ماں کو پیٹھ پر اُٹھائے کعبہ کا طواف کر رہا ہے اور یہ شعر پڑھ رہا ہے:

اِنِّیْ لَھَا بَعِیْرُھَا الْمُذَلَّلُ
اِنْ اُذْعِرَتْ رِکَابُھَا لَمْ اُذْعِرْ

میں اپنی ماں کا فرماں بردار اونٹ ہوں اگر اس کا رکاب اِدھر اُدھر ہو تو میں اِدھر اُدھر نہیں ہوتا۔

اَللّٰهُ رَبِّیْ ذُوالْجَلَالِ الْاَکْبَرُ — اللہ ذوالجلال اکبر میرا رب ہے

حَمَلْتُھَا اَکْثَرَ مِمَّا حَمَلَتْ
فَھَلْ تَرٰی جَازَیْتُھَا یَابْنَ عُمَرَ؟

جس قدر اس نے مجھے اُٹھایا میں نے اس سے زیادہ اُٹھایا تو کیا اے ابن عمر! میں نے اس کا حق ادا کر دیا؟

اس کے بعد اس نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اے ابن عمر! آپ کا کیا خیال ہے، میں نے ماں کا حق ادا کر دیا؟

آپ نے فرمایا:

''لَا وَلَا بِظَفْرَةٍ وَّاحِدَةٍ''

نہیں ایک ناخن کے برابر بھی نہیں۔ (وبالوالدین احسانا:۶۸)

امام ابوعبد کہمس بن حسن رحمۃ اللہ علیہ ۱۴۹ھ

تبع تابعین میں سے ایک چوٹی کے عالم ومحدث اور ولی گذرے ہیں جن کا اسم گرامی کہمس بن حسن، کنیت ابوعبداللہ ہے۔ بڑے پرہیزگار اور خوفِ خدا سے بہ کثرت رونے والے بزرگ تھے۔ آپ نے تابعین کرام سے علم حاصل کیا۔ آپ کی

خداخوفی اور پرہیزگاری کا یہ حال تھا کہ دن اور رات میں ایک ہزار رکعت نفل پڑھتے تھے۔ایک بار آپ کے ہاتھ سے ایک دینار راستے میں گر گیا آپ اس کی تلاش میں واپس آئے۔راستہ میں دینار پڑا ہوا ملا۔آپ نے یہ کہہ کر اسے نہ لیا کہ معلوم نہیں کہ یہ میرا ہے یا کسی اور کا ہے۔(حلیۃ الاولیاء:۲/۶۱۱)
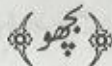
﴿بچھو﴾

حضرت کہمس رضی اللہ عنہ نے ایک بار اپنے گھر میں بچھو دیکھا۔آپ نے اسے مارنا چاہا مگر وہ ایک سوراخ میں گھس گیا۔آپ نے اسے پکڑنے کے لیے سوراخ میں اپنا ہاتھ مبارک داخل کر دیا مگر بچھو نے آپ کے ہاتھ پر ڈنک مارنا شروع کر دیا مگر آپ نے ہاتھ باہر نہ کیا۔ہر صورت اسے پکڑ کر باہر کر کے مارنا چاہا کسی نے آپ سے عرض کی کہ اسے دفع کریں! یہ آپ کو ڈنک پر ڈنک مار رہا ہے۔

آپ نے فرمایا:

میں اس کے ڈنگ برداشت کروں گا اور اسے پکڑ کر باہر کر کے مار ڈالوں گا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کسی وقت اس سوراخ سے باہر نکل کر میری والدہ ماجدہ کو ڈنک مار دے۔(حلیۃ الاولیاء:۲۱۱/۶)

امام سعید بن عامر فرماتے ہیں کہ

حضرت امام کہمس نیک مرد تھے۔ان کا تعلق قبیلہ بنی حنیفہ سے تھا۔مسجد میں اذان دیا کرتے تھے کہ جب تک آپ کی والدہ زندہ رہیں یہ انہیں چھوڑ کر کہیں نہ گئے۔والدہ کے انتقال کے بعد مکہ شریف میں جا ٹھہرے اور وہاں ہی انتقال فرمایا۔(حلیہ:۲۱۲/۶)

امام حسن بن نوح فرماتے ہیں کہ

''كَانَ كَهْمَس يَعْمَلُ فِي الجَصِّ كُلَّ يَوْمٍ بِدَانِقَيْنِ فَاِذَا اَمْسٰى اِشْتَرىٰ بِه فاكهةً فَاَتٰى بِهَا اِلٰى اُمِّهٖ''(حلیہ:۲۱۲/۶)

حضرت کہمس چونے گچ کی مزدوری کا کام کرتے تھے روزانہ دو دانق مزدوری ملتی تھی وہ لے کر بازار سے پھل لا کر اپنی والدہ کے پیش کر دیا کرتے تھے۔

﴿ہدیہ واپس کر دیا﴾

حاکم بصرہ نے حضرت کہمس کی خدمت میں رقم کی تھیلی بھیجی اور کہلا بھیجا کہ آپ اس رقم سے ایک خادمہ خریدیں جو آپ کی والدہ ماجدہ کی خدمت کیا کرے۔

آپ نے یہ کہہ کر وہ رقم کی تھیلی حاکم بصرہ کو واپس کر دی کہ میں اپنی والدہ کی خدمت کا کسی اور کو موقع دے کر اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت سے محروم ہونا نہیں چاہتا۔

(حلیہ:۲۱۲/۶)

﴿ماں کی رضا﴾

عمرو بن عبید اور کچھ دوسرے ساتھی حضرت کہمس کے دوست تھے۔ وہ حضرت کہمس کو ملنے آیا کرتے اور ان کے پاس بیٹھا کرتے۔ ان کی کوئی بات حضرت کہمس کی والدہ کو پسند نہ آئی تو والدہ نے اپنے بیٹے کہمس سے فرمایا کہ

تم ان دوستوں عمر بن عبید وغیرہ سے کہہ دو کہ وہ آئندہ ہمارے گھر نہ آیا کریں، میں ان کا تمہارے پاس بیٹھنا اور دوستی رکھنا پسند نہیں کرتی۔

چناں چہ اس کے بعد عمرو بن عبید اپنے ان دوستوں کے ساتھ حضرت کہمس کے پاس آیا تو آپ نے وہاں دروازہ پر انہیں یہ کہہ کر واپس بھیج دیا کہ

''اِنَّ اُمِّیْ قَدْ کَرِھَتْكَ وَ اَصْحَابَكَ فَلَا تَاْتُوْنِیْ''

میری والدہ صاحبہ تجھے اور تیرے دوستوں کو پسند نہیں کرتی لہٰذا بہ راہِ مہربانی میرے پاس نہ آیا کریں! (حلیہ:۲۱۲/۶)

﴿برکت﴾

ماں باپ کی کما حقہ خدمت اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے کی یہ دولت اللہ

تعالیٰ نے حضرت ہمس کو صاحب کرامت بنایا۔ایک بار آپ آٹا خرید لائے اور وہاں سے روزانہ صبح وشام آٹا لے کر روٹیاں پکواتے اور لمبی مدت تک پکواتے رہے یہاں تک کہ ایک روز انہیں خیال آیا کہ آٹا ابھی تک ختم نہیں ہوا۔ اسے تولا۔ ''فَاِذَا ھُوَ کَمَا وَضَعَہٗ'' تو وہ اتنا ہی تھا جتنا پہلے دن تھا۔ اس کے بعد جوں جوں لیتے رہے وہ کم ہوتے ہوتے ختم ہو گیا۔ (حلیہ: ۶/ ۲۱۳)

حضرت امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ علم تعبیر خواب میں یوسف ثانی سمجھے جاتے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں اور تابعین میں سے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی والدہ ماجدہ کے سامنے اس طرح بات کرتے تھے جیسے نوکر اپنے آقا و سردار کے آگے بات کرتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اہل خانہ میں سے بعض سے مروی ہے کہ آپ اپنی والدہ سے انتہائی عاجزانہ طریقہ سے بات کرتے تھے۔

امام ابن عون فرماتے ہیں کہ

ایک شخص امام محمد بن سیرین سے ملنے گیا۔ اس وقت آپ اپنی والدہ ماجدہ کے پاس تھے اور اس انداز سے بیٹھے تھے جیسے مریض حکیم کے آگے اپنی کمزوری کا اور بیماری کا اظہار کرتے ہوئے بیٹھتا ہے۔ دیکھنے والے نے پوچھا کہ کیا محمد بن سیرین بیمار ہیں؟

جواب دیا گیا نہیں:

''وَلٰکِنْ ھٰکَذَا اِذَا کَانَ عِنْدَ اُمِّہٖ''

لیکن جب وہ والدہ ماجدہ کے پاس ہوتے ہیں تو کمال ادب سے ایسے ہو جاتے ہیں۔ (المرأۃ وحقوقہا ۲/ ۲۷۳ – وبالوالدین ص ۶۹)

حضرت سیدنا امام زین العابدین علی اوسط رضی اللہ عنہ

سیدنا امام زین العابدین شہزادۂ امام حسین رضی اللہ عنہما کا اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ

ادب سے پیش آنے کا یہ حال تھا کہ آپ اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ ایک برتن میں کھانا نہیں کھاتے تھے۔ پوچھنے پر فرمایا کہ

میں اس ڈر سے والدہ ماجدہ کے ساتھ کھانا نہیں کھاتا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری والدہ کی نظر کھانے کی کسی ایسی چیز پر پڑے جسے وہ کھانا پسند کرتی ہوں اور وہ بے خبری میں میں اُٹھا کر کھالوں اور اس طرح بے ادبی کا مرتکب ہو جاؤں۔ (وبالوالدین:۶۹)

امام طلق بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ

امام طلق بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم و بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ اپنی والدہ ماجدہ کے سر کو چومتے تھے اور جس مکان میں والدہ ماجدہ بیٹھی ہوتیں ازراہِ ادب اس کی چھت پر نہیں چڑھتے تھے۔ (برالوالدین للطرطوشی:۷۸-وبالوالدین:۶۹)

امام حیاۃ بن شریح رحمۃ اللہ علیہ

امام حیاۃ بن شریح رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے عالم و امام المسلمین ہو گزرے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کو دین کی تعلیم دیتے تھے۔ بڑے بڑے اہل عالم آپ کے حلقۂ درس میں شریک ہوتے۔ آپ کی والدہ ماجدہ دورانِ درس آپ کو حکم دیتی کہ

اے حیاۃ! کھڑے ہو اور مرغی کو دانا ڈال!

تو آپ درس کو روک کر کھڑے ہوتے اور والدہ کے حکم کی تعمیل میں خود جا کر مرغی کو دانے ڈال کر آتے۔ (برالوالدین طرطوشی:۷۹-وبالوالدین:۶۹)

ان بزرگوں کا والدہ کے ادب و احترام کا یہ حال ہے تو یہ بزرگ والد کا کس قدر احترام کرتے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ سب کو اپنے والدین کی فرماں برداری و خدمت گزاری اور ادب و احترام کی پوری پوری توفیق بخشے۔ آمین!

و اخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العالمین۔ فقط

دعا گو: ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری بخاری

- افضلیت سیدنا صدیق اکبر
- خلافت اسلامیہ اور مغربی جمہوریت
- معاشیات نظام مصطفیٰ
- جہاد اسلامی
- مسئلہ ایصال ثواب
- مسئلہ رفع یدین
- علم غیب و توسل
- مجموعہ حیات اولیا
- علمی و تحقیقی جائزہ
- معجزات مصطفیٰ
- مقام علم و علما
- درود و سلام اور شان خیر الانام
- شدید غصہ کی طلاق کا حکم
- فضائل اہل بیت
- حاشیہ فتاویٰ نظامیہ
- ندائے یا محمد
- حاشیہ الفضل الموہبی

عمدۃ البیان پبلشرز

جامعہ رضویہ، سنٹرل کمرشل مارکیٹ، بی بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور